عمران سیریز

مجرم ایکسٹو

ظہیر احمد

281

عمران سیریز نمبر 5

مجرم ایکسٹو

ظہیر احمد

یوسف برادرز
اوقاف بلڈنگ
ملتان
پاک گیٹ

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشران ---- محمد ارسلان قریشی

---------- محمد علی قریشی

ایڈوائزر ---- محمد اشرف قریشی

پرنٹر ------ سید ظہیر الحسن

طابع ------ منزل آرٹ پریس ملتان

قیمت ------ -/55 روپے

پیش لفظ

معزز قارئین ۔ السلام و علیکم۔

میری نئی حیرت انگیز، انوکھی اور اچھوتی کہانی " مجرم ایکسٹو" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کہانی کے بارے میں آپ کو کچھ بتانے سے پہلے میں آپ کو ارسلان پبلی کیشنز کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ میری سابقہ کہانیاں کرسٹل بلٹ، آپریشن ہائی رسک، پاکیشیا مشن اور سپیشل ککرز اشرف بک ڈپو پاک گیٹ ملتان سے شائع ہوئی تھیں۔ اب میری پانچویں کہانی "ارسلان پبلی کیشنز" سے جو محمد اشرف قریشی صاحب کے صاحبزادے کا ادارہ ہے شائع ہو رہی ہے اور آئندہ میری ہر کہانی انشاء اللہ اسی ادارہ سے شائع ہو گی۔

میری ہر کہانی کی نوک پلک سنوارنے اور اسے غلطیوں سے پاک کرنے میں محمد اشرف قریشی صاحب کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ارسلان پبلی کیشنز سے شائع ہونے والی ہر کہانی بھی اسی طرح محمد اشرف قریشی کی محتسبانہ نگاہوں سے گزرنے کے بعد ہی آپ تک پہنچے گی۔ ان کی سرپرستی میں انشاء اللہ ہر کام بہتر اور انتہائی معیاری ہو گا۔

" مجرم ایکسٹو" کی کہانی ہر لحاظ سے انتہائی منفرد اور انفرادیت کی حامل ہے۔ اس کہانی میں عمران جیسی ہی صلاحیتوں کا مالک ماسٹر کاسٹرو پاکیشیا میں آتا ہے۔ وہ جس مشن کو لے کر پاکیشیا میں وارد ہوا

تھا وہ انتہائی خوفناک اور پاکیشیا کے لئے تباہ کن تھا لیکن جب ماسٹر کاسٹرو پر پاکیشیا میں عمران اور خاص طور پر "ایکسٹو" کی حقیقت آشکار ہوئی تو اس نے کھل کر ایکسٹو کے خلاف کام کرنا شروع کر دیا اور پھر اس نے اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ایکسٹو کو اغوا کر لیا اور پھر ایکسٹو کی جگہ خود دانش منزل میں آ بیٹھا۔

مجرم ایکسٹو بن کر اس نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو مجرمانہ کارروائیوں کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ارکان مجرم ایکسٹو کی انگلیوں پر واقعی کٹھ پتلیوں کی طرح ناچنے پر مجبور ہو گئے۔

ماسٹر کاسٹرو کے ملازم فریگن نے عمران کے خلاف کارروائیوں کا آغاز کر دیا تھا جس میں عمران اس بری طرح سے پھنس گیا تھا کہ وہ کسی بھی طرح ماسٹر کاسٹرو کو ایکسٹو بننے سے نہ روک سکا تھا۔

اس قدر سسپنس سے بھرپور اور حیرت انگیز کہانی اس سے پہلے آپ نے کبھی نہ پڑھی ہو گی۔ مجھے یقین ہے کہ اس کہانی کو پڑھ کر آپ عمران سیریز میں ایک نیا اور انوکھا لطف محسوس کریں گے اور میرا یہ ناول جاسوسی ادب میں ایک یادگار کی حیثیت اختیار کر جائے گا۔

میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ تو بہر حال آپ نے ہی کرنا ہے۔

آپ کی آرا کا منتظر

والسلام

ظہیر احمد

281

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور کمرے میں بیٹھا ہوا ایک نوجوان بری طرح سے اچھل پڑا جیسے یکلخت اس کے پیروں میں بم آ پھٹا ہو۔ اس نوجوان نے بوکھلائی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا پھر ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے دیکھ کر اس کے چہرے پر سکون آ گیا۔

"اوہ، تھینک گاڈ۔ یہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز تھی۔ میں سمجھا تھا جیسے میرے پیروں میں کوئی ہینڈ گرنیڈ آ پھٹا ہو"۔ اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر جیسے دل کی تیز دھڑکنوں کو اعتدال پر لاتے ہوئے کہا۔

اس نے ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی آف کیا اور پھر اٹھ کر سامنے تپائی پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی جانب بڑھتا چلا گیا جس کی گھنٹی بدستور ٹرٹرا رہی تھی۔

"یس"۔ نوجوان نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے تیز لہجے

میں کہا۔

"ہارڈمین سپیکنگ"۔دوسری جانب سے ایک کھردری آواز سنائی دی اور نوجوان بری طرح سے چونک اٹھا۔

"یس باس۔ کاسٹرو بول رہا ہوں"۔اس نے یکلخت مؤدبانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کر رہے تھے کاسٹرو"۔دوسری طرف سے ہارڈمین نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ درشتگی تھی۔

"ٹی وی دیکھ رہا تھا باس۔ ایک مزاحیہ فلم چل رہی تھی۔ میں پیٹ پکڑ کر ہنسنے کی کوشش کرنے ہی لگا تھا کہ آپ کا فون آگیا"۔ کاسٹرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فریگن کہاں ہے"۔ہارڈمین نے اس کے فقرے کا کوئی نوٹس نہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہوگا کہیں پریوں کے جھرمٹ میں۔ پریاں بھی ایسی جن کی عمریں کسی بھی طرح ستر اسی سال سے کم نہیں ہوتیں۔ وہ پریاں کم اور چڑیلیں زیادہ لگتی ہیں"۔کاسٹرو نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے تم فلیٹ میں اکیلے ہو"۔ہارڈمین نے اس کی باتوں کو پھر نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"اکیلا، نہیں باس۔ اکیلا تو میں نہیں ہوں"۔کاسٹرو نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے انداز میں شرارت کا عنصر صاف معلوم ہو رہا تھا۔

"کیا مطلب، کون ہے تمہارے ساتھ"۔ہارڈمین نے چونک کر پوچھا۔

"میرے ساتھ میز، کرسیاں، بیڈ، ٹی وی، ویڈیو پلیئر، ڈیک اور ضرورت کا ہر وہ سامان موجود ہے جن کے بغیر زندگی ادھوری اور پھیکی پھیکی سی دکھائی دیتی ہے"۔کاسٹرو نے مسکراتے ہوئے کہا تو دوسری طرف ایک لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی۔

"کاسٹرو، میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں"۔دوسری طرف سے ہارڈمین نے غرا کر کہا۔

"تو پھر آپ جس موڈ میں ہیں بتا دیں۔ کیا آپ کو میں کوئی پھڑکتا ہوا گانا سناؤں"۔کاسٹرو نے اسی انداز میں کہا۔

"فضول باتیں مت کرو اور فوری طور پر میرے پاس پہنچ جاؤ۔ ایک ضروری بلکہ ایمرجنسی معاملے پر ڈسکس کرنی ہے"۔دوسری طرف سے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"ارے باس نے تو رابطہ ہی ختم کر دیا۔ میں تو انہیں پاپ میوزک سنانے کے موڈ میں آگیا تھا"۔کاسٹرو نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے فون کریڈل پر رکھ دیا۔ اسی لمحے بیرونی دروازے کا آٹومیٹک لاک کھلنے کی آواز سنائی دی تو کاسٹرو چونک پڑا۔ چند لمحوں بعد قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر ایک چھریرے بدن کا مالک شخص جس کی شکل شوگرانیوں جیسی تھی اندر آگیا۔ اس نے براؤن رنگ کا نہایت خوبصورت اور قیمتی سوٹ پہن رکھا تھا اس کا سر گنجا تھا۔ اس

شوگرانی کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں مگر ان میں بلا کی چمک تھی جو اس کی ذہانت کا غماز تھی۔ اسے دیکھ کر کاسٹرو کا منہ بن گیا اور وہ یوں برے برے منہ بنانے لگا جیسے اس نے کونین کی کڑوی گولیاں چبالی ہوں۔

"آ گئے خرمستیاں کر کے تم"۔ کاسٹرو نے اس کی جانب تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ کو میرے آنے پر اعتراض ہے تو میں پھر واپس چلا جاتا ہوں"۔ آنے والے نے بھی جواباً منہ بناتے ہوئے کہا۔

"آ کہاں سے رہے ہو"۔ کاسٹرو نے اسے بدستور تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"جہاں گیا تھا"۔ آنے والے نے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"کہاں گئے تھے"۔ کاسٹرو نے پوچھا۔

"وہیں جہاں روز جاتا ہوں"۔ آنے والے نے جواب دیا تو کاسٹرو نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"فریگن، میں اس وقت سنجیدہ ہوں"۔ کاسٹرو نے خود کو سنجیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"شکل سے تو آپ رنجیدہ دکھائی دے رہے ہیں۔ بہر حال آپ کہتے ہیں تو میں مان لیتا ہوں"۔ فریگن نے کہا۔

"کیا مان لیتا ہوں"۔ کاسٹرو نے چونک کر پوچھا۔

"یہی کہ آپ سنجیدہ ہیں"۔ فریگن نے کہا اور کاسٹرو کا دل چاہا کہ وہ

یا تو اپنا سر پیٹ لے یا پھر اس بدبخت کا سر پھاڑ دے۔

"سچ سچ بتاؤ کہاں گئے تھے۔ ورنہ میں سچ مچ تمہارا سر پھاڑ دوں گا"۔ کاسٹرو نے اس کی جانب غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"بتایا تو ہے۔ وہیں سے آ رہا ہوں جہاں گیا تھا اور کہاں گیا تھا یہ بھی آپ کو بتا چکا ہوں جہاں روز جاتا ہوں"۔ فریگن نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہونہہ لگتا ہے آج پھر کسی دم کٹی لنگورنی سے گنجے سر پر چپلیں کھا کر آئے ہو۔ جس کی وجہ سے تم پر احمق پن کا دورہ پڑا ہوا ہے"۔ کاسٹرو نے کہا۔

"دم کٹی لنگورنی۔ کیا مطلب"۔ فریگن نے چونک کر پوچھا۔

"اور نہیں تو کیا۔ دیکھی ہے میں نے تمہاری گرل فرینڈ۔ اس کی شکل جنگل کی لنگورنیوں جیسی ہی ہے۔ سیاہ رنگت، پچکی ہوئی ناک، چھوٹی چھوٹی گول آنکھیں، گالوں تک پھیلا ہوا منہ، بڑے بڑے کان، دبلا پتلا جسم، بس کمی ہے تو صرف ایک دم کی۔ اگر وہ بھی ہوتی تو وہ پوری کی پوری لنگورنی بن جاتی"۔ کاسٹرو نے کہا۔ غیر ارادی طور پر وہ فریگن کی باتوں میں لطف لینے پر جیسے مجبور ہو گیا تھا۔

"یہ آپ میری گرل فرینڈ کی تعریف کر رہے ہیں یا اپنی گرل فرینڈ کی"۔ فریگن نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری گرل فرینڈ، کیا مطلب۔ میری کون سی ایسی بدصورت گرل فرینڈ ہے"۔ کاسٹرو نے بھی جواباً مسکرا کر کہا۔

"مس لوسی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔اس میں بھی تو وہ ساری علامات ہیں جو ابھی ابھی آپ نے بتائی ہیں"۔فریگن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لوسی، وہ میری گرل فرینڈ نہیں ہے اس سے تو صرف ہیلو ہیلو ہے۔میری گرل فرینڈز کو تو تم نے دیکھا ہی نہیں۔ان میں سے ایک کو بھی تم دیکھ لو تو اس کے حسن کی تاب نہ لاتے ہوئے تم غش کھا کر گر جاؤ"۔کاسٹرو نے فاخرانہ لہجے میں کہا۔تو فریگن بے اختیار ہنس دیا۔

"اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہے"۔اسے ہنستا دیکھ کر کاسٹرو نے اسے غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کی باتوں پر مجھے ہنسی آرہی ہے ماسٹر"۔فریگن نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔

"میری باتوں پر، ہونہہ۔ تمہارا کیا خیال ہے میں بکواس کر رہا ہوں۔ تم نے واقعی میری گرل فرینڈز کو نہیں دیکھا۔ان کو دیکھ کر تم سچ مچ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھو گے۔ پھر مجھے تمہارے ہوش و حواس ٹھکانے پر لانے کے لئے اس لنگوری سلویا کو ہی بلانا پڑے گا جو اپنی سرانڈ دیتی ہوئی جرابیں سنگھائے گی تب تمہیں ہوش آئے گا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

"ہونہہ، میں سلویا سے ملنے نہیں گیا تھا"۔فریگن نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

پھر کس سے ملنے گئے تھے"۔ماسٹر کاسٹرو نے بھی اسی کے انداز میں نہ بناتے ہوئے پوچھا۔

"میں ہوٹل برائٹ وے کے ایک کمرے میں تھا۔آپ کی اطلاع ے لئے عرض ہے کہ گلوریا جو آپ کی سابقہ گرل فرینڈ تھی وہ اپنے آٹھ ں اور تیسرے شوہر کو بھی چھوڑ کر بھاگ گئی ہے۔اس کا تیسرا ہر مجھ پر شک کر رہا تھا۔اس نے پولیس میں میرا نام لے دیا تھا اور پولیس کو لے کر ہوٹل برائٹ وے آدھمکا۔مگر پھر اس کمرے میں ے گلوریا کی بجائے مس مارتھا کے ساتھ دیکھ کر وہ بے چارہ اپنا سا نہ لے کر رہ گیا تھا۔اسے یقین ہو گیا تھا کہ مس مارتھا کے ہوتے ئے کم از کم اس کی گلوریا مجھ میں دلچسپی نہیں لے سکتی تھی"۔فریگن ے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"مارتھا، اوہ ہاں گلوریا اور مس مارتھا کی واقعی ایک دوسرے سے یں بنتی۔دونوں کو ایک دوسرے سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ویسے ی مارتھا، گلوریا سے کہیں زیادہ حسین ہے اور......" ماسٹر کاسٹرو انک کہتے کہتے رک گیا اور بے اختیار چونک کر فریگن کی جانب یکھنے لگا جس کے ہونٹوں پر ایک شرارت آنگیز مسکراہٹ کھیل رہی ی۔

"مارتھا۔تت، تم مارتھا برگنزا کی بات تو نہیں کر رہے"۔اس نے لخت ہکلاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔میں اسی مارتھا برگنزا کے ساتھ ہی تھا جو چند روز قبل

اپ کی گرل فرینڈ تھی"۔ فریگن نے مسکراتے ہوئے کہا اور ماسٹر کاسٹرو کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"فریگن کے بچے میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔ میری دولت کے ساتھ ساتھ اب تم نے میری گرل فرینڈز پر بھی ہاتھ صاف کرنے شروع کر دیئے ہیں"۔ ماسٹر کاسٹرو نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"معاف کیجئے گا ماسٹر۔ اول تو فریگن کے بچے ہے ہی نہیں۔ ان کا تو وعدہ مس مارتھا نے مجھ سے شادی کرنے کے بعد کا کیا ہے۔ دوسری ہاتھ صاف کرنے والی بات، تو وہ میں نے نہیں مس مارتھانے ہی مجھ پر ہاتھ صاف کئے ہیں۔ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ ایکریمیا کی سپر ایجنسی کے چیف کے خادم فریگن دی گریٹ کی کیا حیثیت ہے۔ ماسٹر کاسٹرو اپنی بڑی بڑی رقمیں کہاں کہاں چھپا کر رکھتا ہے اور اس کے بنک سے فریگن جتنی چاہے رقم نکلوانے کی ہمت رکھتا ہے۔ اس لئے مس مارتھا نے سدا کے کنجوس ماسٹر کاسٹرو کو چھوڑ کر اس کے خادم فریگن دی گریٹ کا ہاتھ تھام لیا ہے۔ وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے"۔ فریگن نے کہا اور اس کی بات سن کر ماسٹر کاسٹرو کی آنکھیں حیرت سے چوڑی ہوتی چلی گئیں۔

"اوہ، تو تمہاری وارداتیں اس حد تک بڑھ گئی ہیں کہ گھر میں چھپائی ہوئی میری رقمیں تو تم غائب کرتے رہتے تھے اب میرے کریڈٹ کارڈ کے ذریعے بنک سے بھی میری جمع پونجی نکال کر تم نے اڑانا شروع کر دیا ہے۔ ارے باپ رے تم تو مجھے سچ مچ بھکاری ہی بنا دو

گے۔ مجھے تمہارا کچھ نہ کچھ بندوبست کرنا ہی پڑے گا۔ اگر اسی طرح تم میرے اکاؤنٹ کو خالی کر کے اپنا اکاؤنٹ بھرتے رہے تو مارتھا بر گنزا کیا میری دوسری فرینڈز بھی تم لے اڑو گے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے بے حد بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ آپ اب سوچ رہے ہیں"۔ فریگن نے مسکرا کر کہا تو ماسٹر کاسٹرو بری طرح سے اچھل پڑا۔

"کک، کیا۔ کیا کہا تم نے"۔ اس نے بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"جو آپ سوچ رہے ہیں۔ وہ کام میں کب کا کر چکا ہوں"۔ فریگن نے کہا تو ماسٹر کاسٹرو نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

"میں برباد ہو گیا۔ میں تباہ ہو گیا۔ میں لٹ گیا"۔ اس نے باقاعدہ سر پیٹتے ہوئے کہا۔

"ایک اور بات بتاؤں"۔ فریگن نے اسے اس حالت میں دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔

"بتاؤ، میرا اور ستیاناس ہونے کو کیا رہ گیا ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے رونے کی شاندار اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کا جو یہ فلیٹ ہے ناں۔ اسے بھی میں نے اپنے نام ٹرانسفر کروا لیا ہے"۔ فریگن نے رازدارانہ لہجے میں کہا اور پھر یکلخت بھڑک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ کیونکہ یہ بات سن کر ماسٹر کاسٹرو کا ہاتھ گھوم گیا تھا۔ اگر فریگن بھڑک کر نہ بھاگتا تو یقینی طور پر اسے گھٹنوں تک اپنا جبڑا

مسلنا پڑتا۔

"رک جاؤ بد بخت کہاں جارہے ہو۔ مجھے برباد کر کے کہاں جارہے ہو۔ میں آج تمہاری گردن توڑ کر تمہارا قصہ ہی پاک کر دوں گا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے بری طرح سے چیختے ہوئے اس کے پیچھے لپکتے ہوئے کہا۔ فریگن تیزی سے بھاگتا ہوا کچن میں گھس گیا تھا اور اس نے کچن کا دروازہ بند کر کے اسے جلدی سے اندر سے لاک کر لیا تھا۔

"کھولو، دروازہ کھولو۔ آج تم کسی بھی طرح میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکو گے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے غصے سے دروازے پر زور زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"نہیں، مجھے آپ کے ہاتھوں کنوارا مرنے کا ابھی کوئی شوق نہیں ہے۔ پہلے میری مس مارتھا سے شادی ہو لینے دیں۔ پھر آٹھ دس بچے۔ جب بچے جوان ہوں گے اور میں بوڑھا ہو جاؤں گا تو مجھے مار کر اپنا بدلہ آپ لے سکتے ہیں"۔ فریگن نے اندر سے کہا تو کاسٹرو کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی۔ وہ اور فریگن تقریباً ایک ہی طبیعت کے مالک تھے۔ ہر وقت کی نوک جھونک ان دونوں کا معمول بن چکی تھی۔ کبھی فریگن اس کی ناک میں دم کر دیتا تھا اور کبھی ماسٹر کاسٹرو اسے ستانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھ چھوڑتا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ملازم اور مالک کم دوست زیادہ تھے۔

اسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو ماسٹر کاسٹرو کو یاد آگیا کہ کچھ دیر پہلے اس کے باس کا فون آیا تھا جس نے اسے فوری طور پر اپنے پاس

بلایا تھا۔ وہ فریگن کے ساتھ نوک جھونک میں اس فون کو بھول ہی گیا تھا۔

"ارے باپ رے۔ باس کا پھر فون آگیا"۔ اس نے بوکھلا کر کہا۔

"فریگن، میں ایک ضروری کام سے باہر جارہا ہوں۔ فون اٹنڈ کرو اور جو بھی ہو اسے کہہ دو کہ میں فلیٹ سے نکل چکا ہوں"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا ڈریسنگ روم میں آگیا۔ اس نے جلدی جلدی اپنا لباس تبدیل کیا اور پھر نہایت تیزی کے ساتھ فلیٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکلتا چلا گیا اور پھر وہ کچھ ہی دیر میں نئے ماڈل کی ایک کار میں ایک صاف ستھری سڑک پر اڑا چلا جارہا تھا۔

سنٹرل جیل کی دیو قامت عمارت کے گیٹ کے پاس ایک چمکتی دمکتی نئے ماڈل کی کار آکر رکی اور گیٹ کے باہر کھڑے سنتری چونک کر اس طرف دیکھنے لگے۔

کار کا دروازہ کھلا اور پھر ایک ہونق سے نوجوان کو انہوں نے احمقانہ لباس میں ملبوس باہر نکلتے دیکھا تو ان سنتریوں کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیلتی چلی گئیں۔ نوجوان کے چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برس رہے تھے۔ اس نے سرخ رنگ کی پتلون اور سبز رنگ کی شرٹ پہن رکھی تھی۔ پتلون کا ایک پائنچہ اس نے گھٹنے تک موڑ رکھا تھا۔ اس کے ایک پیر میں نیا جوتا تھا جبکہ دوسرے پیر میں ایک ٹوٹی ہوئی پرانی چپل نظر آرہی تھی۔ اس کے سر پر فوجیوں جیسا لوہے کا خود تھا۔ اس کے کندھے پر ایک بڑا سا تھیلا لٹک رہا تھا جو پرانے زمانے کے بچوں کے کردار عمرو عیار کی زنبیل جیسا تھا۔ احمق

نوجوان کار سے نکل کر دونوں ہاتھ کولہوں پر رکھ کر آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے چاروں طرف حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"اے، کون ہو تم"۔ ایک سنتری نے اس نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کڑک کر کہا۔ اس کی آواز سن کر نوجوان نے اس کی جانب چونک کر دیکھا جیسے وہ پہلے اس کی موجودگی سے قطعی بے خبر رہا ہو۔ اس نے ایک بار پھر آنکھیں پٹپٹائیں اور پھر باچھیں پھیلا کر تیزی سے ان کی طرف بڑھ آیا۔

"السلام وعلیکم یا اہل قبور۔ اوہ، مم، میرا مطلب ہے داروغہ قبور۔ اوہ نہیں۔ نہیں"۔ نوجوان نے آگے بڑھ کر انتہائی احمقانہ لہجے میں کہا۔

"کون ہو تم"۔ دوسرے سنتری نے اسے سر سے پیروں تک حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ج، جی۔ وہ مم، میں۔ میں......" نوجوان نے ہکلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جلدی سے اپنے تھیلے میں ہاتھ ڈالا اور اس میں جیسے کچھ تلاش کرنے لگا۔

"اے، کیا ہے اس تھیلے میں"۔ پہلے سنتری نے ترشی سے کہا۔

"سس، سگریٹ ہے جناب"۔ نوجوان نے دانت نکوستے ہوئے کہا اور پھر جلدی جلدی تھیلے میں ہاتھ مارنے لگا۔

"سگریٹ، تھیلے میں"۔ سنتری نے چونک کر کہا۔

"مل گئی۔ مل گئی"۔ نوجوان نے خوشی سے ننھے بچوں کی طرح

قلقاری مارتے ہوئے کہا اور پھر اس نے تھیلے سے ہاتھ نکالا تو اس کے ہاتھ میں ایک مڑی تڑی سگریٹ تھی۔ اس نے جلدی سے سگریٹ ہونٹوں میں دبالی اور ایک بار پھر تھیلے میں ہاتھ ڈال دیا۔

" ماچس۔ ارے ماچس کہاں گئی۔ میں نے کل ہی تو کسی سے مانگ کر ماچس اس تھیلے میں رکھی تھی۔ کہاں گئی"۔ نوجوان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" یہ تم کیا کر رہے ہو"۔ سنتری نے اس کی جانب غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

" ماچس تلاش کر رہا ہوں جناب۔ شاید میری ماچس کہیں گر گئی ہے یا پھر شاید میں اسے تھیلے میں ڈالنا ہی بھول گیا تھا۔ اوہ، اب میں کیا کروں۔ میں سگریٹ کیسے جلاؤں گا۔ داروغہ بھائیو! آپ لوگوں میں سے کسی کے پاس اگر ماچس ہے تو پلیز مجھے دے دیں۔ میں سگریٹ پھونکنا چاہتا ہوں"۔ احمق نوجوان نے احمقانہ انداز میں تھیلا ٹٹولتے ہوئے ان سنتریوں کی جانب امید افزا نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

" ہم داروغے نہیں سنتری ہیں اور ہمارے پاس کوئی ماچس واچس نہیں ہے۔ یہ تم نے اپنا حلیہ کیا بنا رکھا ہے۔ بالکل جوکر نظر آ رہے ہو۔ کسی سرکس سے بھاگ کر آئے ہو کیا"۔ ایک سنتری نے قدرے غصیلے اور تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

" داروغے بھائیو۔ میں سرکس سے بھاگ کر نہیں آیا۔ میں تو

یہاں سرکس دیکھنے آیا ہوں۔ سنا تھا کہ آپ کی سرکس دنیا کی سب سے بڑی اور انوکھی سرکس ہے۔ جس میں انتہائی حیرت انگیز کرتبوں کے ساتھ شیروں اور گدھوں کی لڑائی بھی دکھائی جاتی ہے۔ اس لڑائی کا ٹرینر سنا ہے گدھوں کے ہاتھوں شیروں کو مروادیتا ہے۔ وہ کیا نام ہے تمہارے ٹرینر کا۔ ہاں یاد آیا چوہدری چالباز۔ چوہدری چالباز ہی نام ہے ناں تمہارے سرکس کے ٹرینر کا"۔ نوجوان نے جلدی جلدی سے کہا۔

" سرکس، ٹرینر، چوہدری چالباز۔ یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو۔ یہ سرکس نہیں ہے احمق۔ یہ سنٹرل جیل ہے اور یہاں کوئی ٹرینر نہیں جیلر ہوتا ہے۔ جیلر اور تم جسے چوہدری چالباز کہہ رہے ہو ان کا نام چوہدری شہباز ہے۔ جو یہاں کے جیلر ہیں"۔ سنتری نے بڑے غصیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" چوہدری شہباز ہو یا چوہدری چالباز۔ مجھے اس سے کیا۔ مجھے تو یہاں کا پتہ دیا گیا تھا سو میں آگیا۔ یہ دیکھو کارڈ یہ تمہارے چوہدری چالباز کے لئے ہی ہے ناں"۔ نوجوان نے منہ بناتے ہوئے کہا اور تھیلے سے ایک کارڈ نکال کر ان کے سامنے کر دیا۔ سنتری نے اس کے ہاتھ سے کارڈ لے لیا۔

" مینٹل ہسپتال۔ اوہ یہ تو کسی پاگل خانے کا کارڈ ہے"۔ سنتری نے کارڈ پڑھ کر تیز لہجے میں کہا۔

" پاگل خانے کا، ارے باپ رے۔ یہ تو وہ کارڈ ہے جہاں سے میں

آیا ہوں۔ یہ رہا وہ کارڈ جہاں مجھے بھیجا گیا ہے"۔ نوجوان نے سنتری سے کارڈ چھین کر جلدی سے اس کے ہاتھ میں دوسرا کارڈ دے دیا۔

"سر سلطان، سیکرٹری وزیر خارجہ۔ ارے باپ رے"۔ سنتری نے کارڈ پڑھا اور پھر وہ دونوں بوکھلا کر جلدی سے اٹن شن ہو گئے۔ ان کے چہروں پر سے یکلخت ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ انہوں نے جلدی جلدی نوجوان کو سیلوٹ مارنے شروع کر دیئے۔

"سس، سر آپ۔ سوری سر۔ ہم۔ ہم ...." ان سنتریوں نے بڑے بوکھلاہٹ زدہ لہجے میں کہا۔

"میں سر نہیں۔ میرا نام بہادر خان ولد دلیر خان ولد نڈر خان ہے۔ ہمارا خاندان شکاریوں کا ایک بہت بڑا خاندان سمجھا جاتا ہے۔ میرے باپ داداؤں نے جنگلوں میں بے شمار شیر، چیتے، بن مانس اور نجانے کس قدر اژدہوں کو ہلاک کیا ہے۔ یہ میں نہیں جانتا۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ میں آج تک ایک چوہے کو بھی نہیں مار پایا۔ میری زندگی اسی سوچ میں گزرتی جا رہی ہے کہ کب میں کسی چوہے کو ماروں گا اور کب میں چوہے مار خان کا خطاب حاصل کر سکوں گا۔ چوہے مجھے دیکھ کر یوں دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں جیسے، جیسے۔ ہاں یاد آیا جیسے شیر بکری کو دیکھ کر بھاگ جاتا ہے مبادا وہ اسے سینگ ہی نہ مار دے"۔ نوجوان نے جو اصل میں عمران تھا کسی تیز رفتار قینچی کی طرح زبان چلاتے ہوئے کہا۔

"آپ، سر آپ جیل کا معائنہ کرنے آئے ہیں۔ مم، میں ابھی جیلر

صاحب کو اطلاع کرتا ہوں"۔ ایک سنتری نے عمران کی احمقانہ باتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے اسی طرح گھبراہٹ زدہ لہجے میں کہا۔ کارڈ دیکھ کر اس سنتری نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ سیکرٹری خارجہ یا ان کا کوئی خاص آدمی ہے جو سنٹرل جیل کا معائنہ کرنے آیا ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی تو دروازے پر موجود ایک چھوٹی سی کھڑکی کھل گئی"۔ اندر سے ایک سپاہی نے جھانک کر دیکھا تو سنتری نے جلدی سے عمران کا کارڈ اسے دے دیا۔

"ارے، ارے یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ میرا کارڈ آپ نے اندر کیوں بھیج دیا ہے۔ میں تو یہاں صرف ایک سگریٹ سلگوانے کے لئے آیا تھا"۔ عمران نے بڑے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر دونوں سنتری مسکرا دیئے تھے مگر پھر سیکرٹری خارجہ کا خیال آتے ہی انہوں نے جلدی سے منہ بند کر لئے تھے۔ چند ہی لمحوں بعد گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھلا اور ایک بھاری بھرکم جسم والا ادھیڑ عمر جیلر باہر آ گیا جس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

سیکرٹری خارجہ کا کارڈ دیکھ کر شاید وہ بھی بوکھلا گیا تھا اسی لئے وہ خود ہی استقبال کے لئے باہر دوڑا آیا تھا۔ اس کی مونچھیں بے حد گھنی اور بڑی تھیں۔

"سر سلطان، کہاں ہیں سر سلطان۔ اور یہ جوکر۔ کون ہے یہ جوکر"۔ جیلر نے سنتریوں سے مخاطب ہو کر تیز لہجے میں پوچھا۔

سر سلطان کا کارڈ ان کے ہاتھ میں ہی تھا۔

" یہ سر۔ یہ کارڈ انہوں نے دیا تھا"۔ سنتریوں نے جیلر کو سیلوٹ مار کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" اس نے، اس جوکر نے۔ کیا مطلب، یہ کارڈ تو سیکرٹری خارجہ سر سلطان صاحب کا ہے اور یہ۔ اے کون ہو تم اور یہ کارڈ تمہارے پاس کہاں سے آیا تھا"۔ جیلر نے پہلے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے پھر عمران سے گھور کر پوچھا۔

" راستے میں پڑا ملا تھا جناب۔ مم، میں نے تو انہیں یونہی یہ کارڈ دیا تھا"۔ عمران نے بوکھلانے کی شاندار اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

" راستے میں پڑا ملا تھا۔ کیا مطلب، کون ہو تم اور یہاں کیوں آئے ہو"۔ جیلر نے عمران کی جانب غصلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

" مم، میں بہادر خان ولد دلیر خان ولد نڈر خان ہوں جناب۔ میرے ماں باپ نے میرا یہی نام رکھا تھا جناب"۔ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

" بہادر خان، دلیر خان۔ کیا بکواس ہے"۔ جیلر نے گرج کر کہا۔ عمران کی بات سن کر دونوں سنتریوں کے بھی رنگ اڑ گئے تھے۔

" یہ بکواس نہیں میرا اور میرے باپ کا نام ہے۔ میرے دادا کا نام نڈر خان تھا۔ اگر آپ کا حکم ہو تو میں دادا کے باپ اور ان کے باپ کا نام بھی آپ کو بتا سکتا ہوں"۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

" یو شٹ اپ۔ نانسنس۔ کس لئے آئے ہو یہاں۔ اور تم، تم دونوں یہاں کھڑے کیا جھک مار رہے ہو۔ جو احمقوں اور جوکروں کے لئے مجھے باہر بلوا لیتے ہو"۔ جیلر نے غصے سے چیختے ہوئے پہلے عمران سے کہا اور پھر سنتریوں پر چڑھ دوڑا تھا۔

" وہ، وہ۔ سر۔ ہم۔ ہم........ " سنتری بری طرح سے بوکھلا اٹھے تھے۔

" میں یہاں اپنی سگریٹ سلگوانے کے لئے آیا تھا جناب۔ میں تھیلے میں سگریٹ تو لے آیا تھا لیکن ماچس لانا بھول گیا تھا۔ یہاں سے گزر رہا تھا۔ اتنی بڑی سرکس کی عمارت دیکھی تو سوچا کہ ایک تو سرکس دیکھ لوں گا اور دوسرے سرکس کے ٹرینر سے اپنی سگریٹ بھی سلگوا لوں گا"۔ عمران نے بڑے بھولے پن سے کہا۔ اس کے چہرے پر مسلسل حماقتوں کے ڈونگرے برس رہے تھے۔

" سرکس، ٹرینر۔ ہونہہ، یہ سنٹرل جیل ہے اور میں یہاں کا جیلر ہوں احمق"۔ جیلر نے گرج کر کہا۔

" احمق جیلر، اوہ تو کیا آپ احمق جیلر ہیں۔ لیکن سر سلطان نے تو کہا تھا کہ اس سرکس کا ٹرینر چوہدری چالباز ہے۔ آپ کی شکل تو مجھے بالکل چوہدری چالباز جیسی ہی نظر آ رہی ہے۔ ایک فلم میں میں نے اسے دیکھا تھا"۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر جیلر چوہدری شہباز کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ پھر وہ اچانک عمران کے جملے پر چونک پڑا۔

" سر سلطان نے کہا تھا۔ کیا مطلب، تم تو کہہ رہے تھے کہ تمہیں یہ

کارڈ راستے میں پڑا ملا ہے۔ اوہ، اوہ۔ اوہ، آپ کہیں ایکسٹو کے نمائندہ خصوصی علی عمران صاحب تو نہیں ہیں"۔ جیلر نے اچانک بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

"علی عمران۔ نن، نہیں۔ نہیں جناب میں تو بہادر خان ولد دلیر خان ولد نڈر خان ہوں۔ مجھے آپ کی ان بے تحاشہ پھیل کر پھڑکتی ہوئی مونچھوں کی قسم"۔ عمران نے گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ جیسے اس کا عمران ہونا اس کے لئے سب سے بڑا جرم ہو۔ اس کا جواب سن کر جیلر کا منہ ایک بار پھر بگڑ گیا تھا۔

"ہونہہ، میں بھی کتنا بڑا احمق ہوں۔ ایکسٹو کا نمائندہ اور اس جیسا جوکر کیسے ہو سکتا ہے۔ جاؤ، جاؤ یہاں سے۔ اور تم سنو ابھی تھوڑی دیر میں یہاں کوئی علی عمران صاحب آنے والے ہیں۔ جیسے ہی وہ آئیں انہیں نہایت عزت و احترام سے میرے پاس لے آنا اور تم۔ تم ابھی تک یہیں کھڑے ہو چلے جاؤ یہاں سے۔ دوبارہ اس طرف نظر آئے تو میں تمہیں جیل میں بند کر دوں گا سمجھے"۔ جیلر نے پہلے عمران سے پھر سنتریوں سے اور پھر دوبارہ عمران سے مخاطب ہو کر انتہائی سخت لہجے میں کہا اور واپس اندر جانے کے لئے مڑ گیا۔

"چوہدری چالباز صاحب۔ اوہ، میرا مطلب ہے ٹریز صاحب"۔ اسے واپس جاتے دیکھ کر عمران نے کہا۔

"اب کیا ہے"۔ جیلر نے پلٹ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں دارالحکومت سے ساڑھے تین سو کلو میٹر کا سفر کر کے یہاں

اپنی سگریٹ سلگانے کے لئے آیا ہوں۔ ان داروغوں کے پاس بھی ماچس نہیں ہے اور لگتا ہے آپ بھی سگریٹ نہیں پیتے۔ آپ مجھے عبدالشکور کے پاس لے چلیں۔ اس بے چارے کو کل پھانسی ہونے والی ہے اور اس کے جیل کے ساتھی اس کی پھانسی کے غم میں یقیناً سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہے ہوں گے۔ میں ان سے سگریٹ سلگا کر واپس چلا جاؤں گا۔ پلیز"۔ عمران نے جلدی جلدی سے کہا تو جیلر چوہدری شہباز بری طرح سے چونک اٹھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کی جانب دیکھنے لگا۔

"عبدالشکور۔ اوہ، اس کا مطلب ہے آپ واقعی ایکسٹو کے نمائندہ خصوصی علی عمران صاحب ہی ہیں"۔ جیلر نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلیئے آپ اتنا اصرار کر رہے ہیں تو میں مان لیتا ہوں کہ میں علی عمران ہوں"۔ عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ، مگر آپ۔ اس حلیئے میں۔ سرسلطان صاحب نے تو کہا تھا کہ"۔ جیلر نے بدستور حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"کہ میری ایک عدد دم بھی ہو گی"۔ عمران نے مزاحیہ لہجے میں کہا۔

"اوہ نہیں، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ آپ آیئے میرے ساتھ"۔ جیلر نے سر جھٹک کر جلدی سے کہا اور کھلے ہوئے دروازے سے اندر چلا گیا۔ عمران نے سنتریوں کو آنکھ ماری اور جیلر کے پیچھے اندر چلا

گیا۔ دونوں سنتری ہونقوں کے سے انداز میں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے جیسے انہیں عمران کی ٹائپ سمجھ میں نہ آئی ہو۔

جیلر عمران کو مختلف راستوں سے لیتا ہوا اپنے خوبصورت اور سجے سجائے آفس میں آگیا۔

"آیئے عمران صاحب۔ تشریف رکھیں"۔ جیلر نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ عمران کرسی پر بیٹھ گیا تو جیلر بھی اپنی مخصوص کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔

"جی عمران صاحب۔ سب سے پہلے تو یہ بتایئے میں آپ کی کیا خدمت کروں"۔ جیلر نے خوشدلی سے کہا۔

"میرے سر پر تیل کی مالش کر دیں"۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"تیل کی مالش۔ کیا مطلب"۔ جیلر نے چونک کر پوچھا۔

"آپ نے خود ہی خدمت کا پوچھا تھا۔ تو پھر پہلے خدمت کے طور پر میرے سر پر تیل کی مالش کر دیں۔ کمبخت سلیمان نے ماش کی دال کھلا کھلا کر میرا معدہ چوپٹ اور دماغ خشک کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے آپ کی مالش سے میرے سر کی کم از کم خشکی ہی دور ہو جائے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جیلر پہلے تو غصے سے عمران کو دیکھتا رہا پھر بے اختیار زور سے قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"آپ بہت زندہ دل معلوم ہوتے ہیں عمران صاحب"۔ جیلر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"زندہ دل۔ ہونہہ، اگر میں زندہ دل ہوتا تو اب تک پانچ چھ بچوں کا باپ نہ ہوتا۔ میرے یار لوگ مجھے مردہ دل بلکہ پتھر دل کہتے ہیں"۔ عمران نے کہا تو جیلر یوں زور زور سے سر ہلانے لگا جیسے اسے عمران کی بات سمجھ میں آگئی ہو۔

"مجھے آپ کے متعلق جناب سر سلطان نے سب کچھ بتا دیا تھا"۔ جیلر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سب کچھ بتا دیا تھا"۔ عمران نے اچانک خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں"۔ جیلر نے سر ہلا کر کہا۔

"تو آپ کو میری شکل، عقل اور لباس پر کوئی اعتراض نہیں ہے"۔ عمران نے خوش ہو کر باچھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"اعتراض، کیسا اعتراض۔ بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے"۔ جیلر نے نہ سمجھتے ہوئے حیرانی سے کہا۔

"اوہ۔ بہت بہت شکریہ چوہدری چالباز۔ مم، میرا مطلب ہے چوہدری شہباز صاحب۔ مجھے آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے"۔ عمران نے خوش ہو کر کہا اور جلدی سے مصافحہ کے لئے جیلر چوہدری شہباز کی طرف اٹھ کر ہاتھ بڑھا دیا۔

"جی، مجھے بھی آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے"۔ جیلر نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے اخلاقاً مسکرا کر کہا۔ ورنہ اس کا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ بڑی مشکلوں سے اس احمق اور جوکر نظر آنے والے انسان کو برداشت کر رہا تھا۔

"دیکھئے، یہ سب کچھ میں جان بوجھ کر نہیں کرتا۔ میں پورے دس سال، دس ماہ، دس گھنٹے، دس منٹ اور دس سیکنڈ پاگل خانے میں رہا ہوں ناں۔ اس لئے میری عادتیں بگڑ گئی ہیں۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تھوڑی بہت جو کسر باقی ہے وہ شادی کے بعد ٹھیک ہو جائے گی"۔ عمران نے شرمانے والے انداز میں کہا۔

"اوہ، تو یہ بات ہے۔ آئی سی"۔ جیلر نے سر ہلاتے ہوئے اس انداز میں کہا جیسے وہ عمران کو پوری طرح سے سمجھ گیا ہو۔

"جی تو جناب میں بارات کب اور کہاں لاؤں"۔ عمران نے اور زیادہ شرمائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بارات، کیا مطلب"۔ جیلر نے یکلخت بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

"ارے، شادی کے لئے بارات ہی لائی جاتی ہے ناں بینڈ باجوں کے ساتھ۔ سر سلطان نے مجھے آپ کے پاس اسی لئے تو بھیجا ہے کہ آپ مجھے اور میں آپ کو دیکھ لوں۔ آپ مجھے سمجھ لیں اور میں آپ کو سسر جی"۔ عمران نے کہا تو جیلر بری طرح سے اچھل پڑا۔ اس کا چہرہ یکدم غصے سے سرخ ہو گیا تھا اور غصے کے مارے اس کی مونچھیں بری طرح سے پھڑکنے لگی تھیں۔

"سسر جی، یہ آپ کیا بکواس کر رہے ہیں عمران صاحب"۔ جیلر نے بری طرح سے گرجتے ہوئے کہا۔

"بکواس نہیں ہے سسر جی۔ آپ نے مجھے یہاں بیٹی کا رشتہ دینے

کے لئے بلایا ہے ناں اور بیٹی کا رشتہ دینے والے باپ کو داماد سسر ہی کہتا ہے۔ اگر کچھ اور کہا جاتا ہے تو بتا دیں۔ میری پہلی شادی ہے۔ اس لئے مجھے معلوم نہیں ہے"۔ عمران نے پھر شرمانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ اب تو جیلر کی آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا تھا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اس کی ساری کی ساری گولیاں عمران کے سینے میں اتار دے۔

"عمران صاحب، آپ ایکسٹو کے نمائندے ہیں اور آپ کو یہاں سر سلطان صاحب نے بھیجا ہے۔ اس لئے میں آپ کی عزت کرنے پر مجبور ہوں۔ اگر یہ بات کسی اور نے کی ہوتی تو میں اپنے سرکاری ریوالور کی ساری گولیاں اس کے جسم میں اتار دیتا۔ آپ کو میں نے نہیں یہاں ایک پھانسی کی سزا پانے والے قیدی عبدالشکور نے بلوایا ہے۔ کل صبح اسے پھانسی دی جانے والی ہے۔ اس نے مجھ سے خاص طور پر درخواست کی تھی کہ ہم اس کی کسی طرح سیکرٹری داخلہ یا ایکسٹو سے بات کرا دیں۔ وہ انہیں کوئی اہم راز بتانا چاہتا ہے۔ ہمارے لاکھ پوچھنے پر بھی اس نے ہمیں اس راز کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ وہ مسلسل سر سلطان صاحب یا ایکسٹو سے بات کرنے پر بضد تھا تو میں نے ہمدردی کے طور پر اور اس کی آخری خواہش سمجھ کر ذاتی طور پر جناب سر سلطان صاحب سے بات کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایکسٹو کے کسی نمائندے علی عمران کو بھیج دیں گے"۔ جیلر شدید غصے کے عالم میں کہتا چلا گیا۔

"اوہ، مجھے یہاں صرف ایک قیدی اور وہ بھی پھانسی کے مجرم سے ملنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ میں تو کچھ اور ہی سمجھ بیٹھا تھا"۔ عمران نے بڑے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"آپ جو بھی سمجھے تھے۔ غلط سمجھے تھے"۔ جیلر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا اور پھر میز پر رکھی ہوئی گھنٹی پر زور زور سے ہاتھ مارنے لگا۔ اسی لمحے ایک مسلح سپاہی اندر آگیا۔ اس نے اندر آکر جیلر کو مخصوص انداز میں سیلوٹ کیا۔

"صاحب کو بیرک نمبر دس میں لے جاؤ۔ ان کو تین سو دو کے مجرم عبدالشکور سے ملادو"۔ جیلر نے سپاہی سے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ عمران کو اب ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہ کر سکتا ہو۔

"یس سر۔ آیئے جناب"۔ سپاہی نے مؤدبانہ انداز میں پہلے جیلر سے اور پھر عمران سے کہا۔

"چلو بھائی۔ عبدالشکور شاید کوئی بوڑھا اور دریا دل انسان ہو۔ اس کی دو دو جوان بیٹیاں ہوں۔ اسے ہی شاید مجھ پر ترس آجائے اور وہ مجھے کنوارا مرنے سے بچالے"۔ عمران نے ایک طویل سانس لے کر اٹھتے ہوئے کہا اور سپاہی کے ساتھ جیلر کے آفس سے نکلتا چلا گیا۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور ماسٹر کاسٹرو اندر داخل ہو گیا۔ کمرہ صاف ستھرا اور قیمتی سازوسامان سے سجا ہوا تھا۔ ماسٹر کاسٹرو جگالی کرنے والے انداز میں منہ چلاتا ہوا آگے بڑھا اور پھر دھم سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا جیسے میلوں دوڑ لگا کر آیا ہو۔

وہ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ کمرے کا عقبی دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور چوڑے سینے والا شخص اندر آگیا۔ اس کے سر کے بال حتیٰ کہ بھنویں تک سفید تھیں لیکن اس کے باوجود وہ خاصا صحت مند اور نوجوانوں کی طرح مضبوط اعصاب کا مالک نظر آرہا تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا لباس پہن رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر ماسٹر کاسٹرو اس کے احترام میں جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو"۔ آنے والے نے نہایت ٹھوس اور اپنے مخصوص کرخت لہجے میں کہا تو ماسٹر کاسٹرو دوبارہ بیٹھ گیا اور سیاہ سوٹ والا جو اس کا

باس ہارڈمین تھا اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"فرمایئے باس۔ میں آپ کا فون سن کر سر کے بل بھاگا چلا آیا ہوں"۔ ماسٹر کاسٹرو نے اپنی فطرت سے مجبور ہو کر اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"کاسٹرو، ہر وقت کا مذاق اچھا نہیں لگتا۔ کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کرو"۔ ہارڈمین نے اس کی بات سن کر قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"سوری باس۔ میں سب کچھ کر سکتا ہوں مگر سنجیدہ ہونا میری فطرت میں نہیں ہے۔ جب تک میں کسی سے مذاق نہ کر لوں مجھے کچھ ہضم نہیں ہوتا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ تم یہ سب کچھ جان بوجھ کر کرتے ہو۔ یہ تمہاری فطرت نہیں عادت ہے"۔ ہارڈمین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اپنی انہی عادتوں کی وجہ سے تو میں ہمیشہ گھاٹے میں رہتا ہوں۔ سارے فائدے تو وہ بدبخت فریگن اٹھا لے جاتا ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

"فریگن، کیا مطلب"۔ ہارڈمین نے چونک کر پوچھا۔

"نام کو میں سپر ایجنسی کا چیف ہوں۔ دن رات مجرموں کے پیچھے بھاگ دوڑ میں رہتا ہوں۔ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمنوں سے لڑتا ہوں۔ سر پر کفن باندھ کر دشمن ملکوں میں جا کر ان سے لڑائیاں میں کرتا ہوں۔ اپنا خون پسینہ بہا کر دن رات ایک کر کے میں جو کچھ کماتا ہوں اسے جہاں مرضی چھپا کر رکھ لوں۔ کمبخت فریگن نکال لے جاتا

ہے۔ بدبخت کی بلی کی نظر ہے اور تو اور اب اس نے میرے بنک سے بھی لمبی لمبی رقمیں نکالنی شروع کر دی ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو وہ ایک دن مجھے سچ مچ کنگال کر دے گا"۔ کاسٹرو نے منہ بناتے ہوئے کہا تو ہارڈمین ہنسنے لگا۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ میں نے تمہارے مطلب کا ایک کام حاصل کیا ہے"۔ ہارڈمین نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کیسا کام"۔ ماسٹر کاسٹرو نے بھی سیدھے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"پہلے یہ بتاؤ علی عمران کو جانتے ہو"۔ ہارڈمین نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"علی عمران۔ کون علی عمران"۔ ماسٹر کاسٹرو نے حیرانی سے کہا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں کیا کہتے ہو"۔ ہارڈمین نے اسی انداز میں پوچھا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس"۔ ماسٹر کاسٹرو نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا تو ہارڈمین ایک طویل سانس لے کر پیچھے ہو گیا اور اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی۔

"ہوں، تو اس کا مطلب ہے کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ بہرحال یہ فائل لو اور اسے ایک بار پڑھ لو پھر ہم ڈسکس کرتے ہیں"۔ ہارڈمین نے کہا اور کوٹ کی جیب سے اس نے ایک مڑی تڑی فائل نکال کر ماسٹر کاسٹرو کی جانب بڑھا دی۔ ماسٹر کاسٹرو نے فائل لی اور اسے سیدھا کر کے کھول

لیا۔ فائل میں دس بارہ کمپیوٹر پرنٹڈ پیپر تھے۔ ایک بار ماسٹر کاسٹرو نے ہارڈمین کی جانب حیرت بھری نظروں سے دیکھا اور پھر وہ فائل پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ جوں جوں وہ فائل پڑھتا جا رہا تھا اس کے چہرے پر بے پناہ حیرت اور تجسس پھیلتا جا رہا تھا۔

"تعجب انگیز۔ یہ علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے کارناموں کی تفصیل ہے یا مافوق الفطرت انسانوں کی۔ اتنے بڑے اور ناقابل یقین کارنامے تو مافوق الفطرت ہستیاں بھی سرانجام نہیں دے سکتیں۔ اس فائل کے مطابق پاکیشیا سیکرٹ سروس اور خاص طور پر اس علی عمران نے دنیا کی نامی گرامی اور ناقابل تسخیر ایجنسیوں، سینڈیکیٹوں اور سپریم ایجنٹوں کا خاتمہ کیا ہے۔ سپرپاورز ممالک، گریٹ لینڈ، ایکریمیا، روسیاہ اور ان جیسے تمام بڑے بڑے ممالک کی حکومتیں اور ان کی طاقتور ایجنسیاں ان کے ناموں سے اس طرح خوف کھاتی ہیں۔ جیسے وہ سب کے سب انسان نہیں عفریت ہوں"۔ ماسٹر کاسٹرو حیرت اور یقین نہ آنے والے انداز میں کہتا چلا گیا۔

"عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں یہ سب جان کر مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا لیکن پھر میں نے پوری دنیا کی سپر ایجنسیوں اور انٹرنیشنل کرائم ایجنسیوں کے ساتھ ساتھ معلومات فراہم کرنے والی خفیہ تنظیموں سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ ان سب نے بھی مجھے وہی کچھ بتایا جو اس فائل میں درج ہے۔ تب مجھے یقین آیا کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے نام کا ڈنکا یونہی پوری

دنیا میں نہیں بج رہا"۔ ہارڈمین نے کہا تو ماسٹر کاسٹرو کی حیرت اور زیادہ بڑھ گئی۔

"عمران باقاعدہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ساتھ منسلک نہیں ہے۔ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے فری لانسر کے طور پر کام کرتا ہے۔ اس کے بارے میں فائل میں درج ہے کہ وہ بظاہر ایک انتہائی احمق، سادہ لوح اور شرارتی انسان ہے مگر درحقیقت وہ انتہائی شاطر، عیار اور انتہائی حد تک ذہین ترین انسان ہے جو ہر قسم کی سچوئیشن کو اپنی عقل، ذہانت اور عیاری سے تبدیل کر لیتا ہے۔ اس اکیلے انسان نے اب تک بے شمار ایجنٹوں اور سپر ایجنٹوں کی گردنیں اپنے ہاتھوں سے توڑی ہیں۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس میں کام کرنے والے افراد کی کوئی تفصیل درج نہیں ہے۔ اس سروس کے چیف کے بارے میں صرف اتنا لکھا گیا ہے کہ وہ ایکسٹو کہلاتا ہے۔ اسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا حتیٰ کہ اس ملک کا صدر بھی اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے کہ ایکسٹو کون ہے اور اس کا حدود اربعہ کیا ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے فائل کے آخری صفحے پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ایسا ہی ہے۔ ایک لحاظ سے ایکسٹو سات پردوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے"۔ ہارڈمین نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"ہونہہ، عمران کی فطرت تو مجھ سے ملتی جلتی ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

"ہاں، اس بات کو میں بھی مانتا ہوں کہ تم میں اور عمران میں

بے پناہ مماثلت ہے۔ بظاہر انتہائی سادہ لوح، احمق اور بے وقوف نظر آنے والے لیکن حقیقت میں دنیا کے انتہائی خطرناک، سفاک اور بے رحم ترین انسانوں میں تم دونوں کا شمار ہوتا ہے۔ جس طرح پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو سات پردوں میں چھپا رہتا ہے اسی طرح ہمارا چیف ریڈ کنگ بھی ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ وہ کون ہے کہاں رہتا ہے اور اس کی شخصیت کیا ہے۔ اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ وہ صرف مجھ سے یا پھر تم سے براہ راست فون پر یا پھر صرف ٹرانسمیٹر پر بات کرتا ہے۔ ایکسٹو کی طرح وہ بھی کبھی کسی کے سامنے نہیں آتا۔ اس کے علاوہ تم بھی عمران کی طرح فائی لینڈ کی سپر ایجنسی کے ساتھ باقاعدہ اٹیچ نہیں ہو۔ عمران کی طرح تم بھی سپر ایجنسی کے لئے فری لانسر کے طور پر کام کرتے ہو۔ جس کی سپر ایجنسی تمہیں باقاعدہ پیمنٹ کرتی ہے"۔ ہارڈمین نے کہا۔

"بہرحال کچھ بھی ہو عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے کردار میں میری اور ان کے درمیان جو بھی مماثلتیں ہیں وہ اتفاقیہ بھی ہو سکتی ہیں۔ وہ لوگ کسی بھی طرح مجھ سے اور سپر ایجنسی سے برتر نہیں ہو سکتے۔ میں اور ہماری سپر ایجنسی ان سے وسائل اور ذہانت میں بہت آگے ہے۔ ان لوگوں کا آج تک جن ایجنٹوں سے بھی مقابلہ اور سامنا ہوا ہوگا وہ یقیناً اپنی کمزوریوں کی وجہ سے ان کے ہاتھوں ہلاک اور تہس نہس ہوئے ہوں گے۔ اگر عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا کبھی مجھ سے یا سپر ایجنسی سے سامنا ہو گیا تو میں اکیلا ہی انہیں

ناکوں چنے چبوا دوں گا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اگر ایسا ایک موقع تمہیں اب مل جائے تو"۔ ہارڈمین نے آگے ہو کر ایک بار پھر اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا تو ماسٹر کاسٹرو چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب"۔ ماسٹر کاسٹرو نے جلدی سے کہا۔ اس کی آنکھوں میں یکلخت ایک عجیب اور پراسرار سی چمک ابھر آئی تھی۔

"چیف نے تمہارے لئے جو سپیشل مشن حاصل کیا ہے وہ مشن عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خاتمے کا ہی ہے"۔ ہارڈمین نے کہا تو ماسٹر کاسٹرو بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوہ، اوہ مجھے پہلے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ کچھ ایسا ہی معاملہ ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے چونک کر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں کی چمک اچانک پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی تھی۔

"چیف کے مطابق اسرائیل کی یہودی لابی پاکیشیا اور اس جیسے اسلامی ممالک کے خلاف ایک بہت بڑے اور اہم پراجیکٹ پر کام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس پراجیکٹ پر عملدرآمد کی تمام تر ذمہ داری اسرائیل ہی کے پاس ہے۔ جو اس سپیشل پراجیکٹ کا اصلی کرتا دھرتا ہے۔ انہوں نے اس پراجیکٹ کا نام بھی سپیشل پراجیکٹ ہی رکھا ہے۔ سپیشل پراجیکٹ کی تمام کاغذی کارروائیاں پوری کر لی گئی ہیں۔ اب اس پراجیکٹ پر عملدرآمد کرنے کے لئے یہودی لابی سے فنانس اکٹھا کیا جا رہا ہے۔ جس کے بعد سپر سیکشن ورک شروع کر دیا

جائے گا۔ بہرحال وہ پراجیکٹ کیا ہے اور اس کے جزئیات کیا ہیں اس کے بارے میں چیف نے کچھ نہیں بتایا اور نہ ہی وہ اس کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہے۔ چیف نے کہا ہے کہ یہودی لابی کا سپیشل پراجیکٹ بے حد اہمیت کا حامل ہے جس پر ساری دنیا کے یہودیوں کا سرمایہ لگ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے یہودی یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ ان کا سپیشل پراجیکٹ کسی نقصان یا کسی خطرے کی زد میں آئے۔ اسرائیل کے مطابق اس پراجیکٹ کو اگر کوئی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے تو وہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی طرف سے ہی ہو سکتا ہے اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ نہیں ہو جاتا وہ اس پراجیکٹ پر اپنے کام کا آغاز نہیں کریں گے"۔ ہارڈمین نے کہا۔

" اس کا مطلب ہے چیف نے یہ مشن اسرائیل سے حاصل کیا ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے پرخیال انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" ظاہر سی بات ہے۔ ہم بھی یہودی لابی کا ہی ایک حصہ ہیں۔ اس وقت ان کی نظروں میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا اگر کوئی ہم پلہ ہو سکتا ہے تو وہ تم اور ہماری سپر ایجنسی ہے۔ چیف نے اس مشن کو خصوصی طور پر ہمارے لئے حاصل کیا ہے۔ چیف کو یقین ہے کہ دنیا کے جہاں بڑے بڑے ایجنٹ عمران کا خاتمہ کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں وہاں ہمارا ماسٹر کاسٹرو یقیناً اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑ دے گا۔ اگر ماسٹر کاسٹرو کو پاکیشیا روانہ کر دیا جائے تو وہ اپنی

ذہانت اور عمدہ حکمت عملی سے نہ صرف عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس بلکہ ان کے سات پردوں میں چھپے ہوئے چیف ایکسٹو کو بھی بے نقاب کر کے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔

اس کام کے لئے چیف سپر ایجنسی کو بھی پاکیشیا روانہ کر سکتا تھا لیکن جو خاصیتیں اور خصوصیات تم میں ہیں وہ سپر ایجنسی کے کسی ممبر میں نہیں ہی۔ تم میک اپ کرنے کے ایکسپرٹ ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی آوازیں بھی آسانی سے نقل کر لیتے ہو۔ دوسروں کو بے وقوف بنا کر اپنا کام نکال لینے کے بھی تم ماہر ہو اس کے علاوہ تمہیں دنیا کا انتہائی کامیاب سپریم فائٹر کا لقب بھی ملا ہوا ہے۔ تمہارے سامنے دنیا کا بڑے سے بڑا فائٹر ایک لمحے کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ اس سے بڑھ کر تم خود ایک سائنس دان ہو۔ ہر مشن میں تم نے حالات کے مطابق کام آنے والی سائنسی چیزیں اپنے پاس جمع کر رکھی ہیں جن کا توڑ شاید ہی کوئی کر سکتا ہو۔ بہرحال چیف نے حکم دیا ہے کہ تم اپنے ملازم فریگن کے ساتھ پاکیشیا جاؤ اور وہاں جا کر جیسے بھی ممکن ہو عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ساتھ ساتھ ان کے پراسرار چیف ایکسٹو کا بھی خاتمہ کر دو۔ اس کے لئے تمہیں پاکیشیا میں تمام مراعات اور سہولیاں مہیا کی جائیں گی"۔ ہارڈمین کہتا چلا گیا۔

" وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن چیف میرے ساتھ فریگن کو کیوں بھیج رہا ہے۔ وہ تو اول درجے کا بے وقوف، احمق اور جاہل انسان ہے۔ جسے صرف کچن میں گھس کر کام کرنے کے سوا کچھ نہیں آتا"۔ ماسٹر کاسٹرو

نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"خیر یہ تو نہ کہو۔ فریگن جس قدر بے وقوف، احمق اور جاہل نظر آتا ہے۔ اس کی ذہانت کے تم خود بھی معترف ہو۔ اس میں زیادہ نہیں تو تم سے کم صلاحیتیں بھی نہیں ہیں۔ کئی اہم مشنز پر وہ تمہارے ساتھ کام کر چکا ہے۔ تمہاری کامیابیوں کے پیچھے زیادہ نہیں تو دس فیصد ہاتھ اس کا بھی تو ہوتا ہے"۔ ہارڈمین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہ تو خیر ہے۔ میری شاگردی میں رہ کر وہ بھی واقعی ہاتھ پیر چلانا سیکھ گیا ہے۔ لیکن اپنا ذہن وہ مجھے صرف لوٹنے کے لئے ہی استعمال کرتا ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے منہ بنا کر کہا تو ہارڈمین بے اختیار ہنس پڑا۔

"تو پھر تم جانے کی تیاری کرو۔ میں اتنی دیر میں تمہارے لئے پاکیشیا میں رہنے اور وہاں دوسری ضروریات کا بندوبست کرتا ہوں"۔ ہارڈمین نے کہا۔

"عمران اور اس کے ساتھیوں کے فائل میں نہ مکمل کوائف ہیں اور نہ ہی ان کے فوٹوگراف۔ میں ان سب کو وہاں کہاں تلاش کرتا پھروں گا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

"عمران کا فوٹوگراف تو تمہیں پاکیشیا میں ہی مہیا کر دیا جائے گا۔ سیکرٹ سروس کے افراد تو ویسے ہی کسی کے سامنے نہیں آتے۔ انہیں اور ان کے چیف ایکسٹو کو سامنے لانے کے لئے تمہیں خود کام کرنا پڑے گا۔ عمران اس فائل کے مطابق کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر دو سو

میں اپنے ایک ملازم کے ساتھ رہتا ہے، جس کا نام سلیمان ہے۔ وہ بھی مزاحیہ طبیعت کا مالک ہے۔ لیکن اس کا تعلق صرف عمران کی ذات تک ہی محدود ہے۔ وہ کسی سرکاری معاملے میں عمل دخل نہیں کرتا"۔ ہارڈمین نے کہا۔

"ٹھیک ہے آپ میرے پاکیشیا بھیجنے کے انتظامات کریں۔ وہاں جا کر میں خود دیکھ لوں گا کہ مجھے کیا کرنا ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ سب ہو جائے گا۔ مگر ایک بات کا دھیان رکھنا۔ اس کام کے لئے چیف نے تمہیں صرف ایک ماہ کا وقت دیا ہے۔ تمہیں ہر صورت میں ایک ماہ کے اندر اندر اس مشن کو مکمل کرنا ہے"۔ ہارڈمین نے کہا۔

"ہو جائے گا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے بے پرواہی سے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس نے ہارڈمین کی دی ہوئی فائل اپنے کوٹ کی جیب میں ڈالی اور اس سے ہاتھ ملا کر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

پاکیشیا کے صدر مملکت اپنے سپیشل آفس میں بیٹھے چند ضروری
فائلوں کا مطالعہ کرنے اور ان پر اپنے دستخط کرنے میں مصروف تھے
کہ میز پر پڑے ہوئے مختلف رنگوں کے ٹیلی فون سیٹوں میں سے ایک
سبز رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس"۔ صدر مملکت نے قلم فائل پر رکھ کر فون کا رسیور اٹھا کر
اپنے مخصوص دبنگ لہجے میں کہا۔

"سر، ایکریمیا کے سفیر جناب وینڈی پال آپ سے بات کرنا چاہتے
ہیں"۔ دوسری طرف سے ملٹری سیکرٹری کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

"وینڈی پال۔ اس وقت"۔ صدر مملکت نے حیرت سے کہا۔

"یس سر، وہ کہہ رہے ہیں کہ انہیں آپ سے کسی نہایت اہم
معاملے پر بات کرنی ہے"۔ ملٹری سیکرٹری نے کہا۔

"اہم معاملے پر۔ کیا وہ لائن پر ہیں"۔ صدر مملکت نے پوچھا۔

"یس سر"۔ ملٹری سیکرٹری نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے کراؤ بات"۔ صدر مملکت نے سر ہلا کر کہا۔ اس وقت
ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی اور ملٹری سیکرٹری نے ٹیلی فون
ڈائریکٹ کر دیا۔

"فرمایئے مسٹر وینڈی پال"۔ سلام و دعا کے بعد صدر مملکت نے
دوسری طرف موجود ایکریمیا کے سفیر وینڈی پال سے مخاطب ہوتے
ہوئے پوچھا۔

"جناب صدر، میری حکومت کی ایک خفیہ ایجنسی کی طرف سے
مجھے ایک سپیشل رپورٹ بھجوائی گئی ہے۔ جس کے مطابق چند غیر ملکی
عناصر پاکیشیا میں سرگرم عمل ہیں۔ اگر بروقت ان کا سر نہ کچلا گیا تو وہ
پاکیشیا کی سالمیت اور امن کے لئے شدید خطرناک ثابت ہو سکتے
ہیں"۔ ایکریمی سفیر مسٹر وینڈی پال نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ، وہ کون لوگ ہیں اور وہ کس طرح پاکیشیا کے امن اور
سالمیت کے لئے خطرہ ہو سکتے ہیں"۔ صدر مملکت نے چونک کر
پوچھا۔

"ان کے بارے میں ٹیلی فون پر بات کرنا مناسب نہیں ہوگا
جناب صدر۔ میں چاہتا ہوں مجھے جو رپورٹ بھجوائی گئی ہے وہ ایک بار
آپ خود پڑھ لیں۔ معاملہ بہرحال بے حد اہم اور سیریئس ہے"۔ مسٹر
وینڈی پال نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ سپیشل میسنجر کے ذریعے وہ رپورٹ مجھے بھجوا

دیں۔ میں دیکھ لوں گا"۔ صدر مملکت نے مبہم سے لہجے میں کہا۔

"اوہ نہیں جناب۔ وہ رپورٹ میں کسی اور کے ہاتھ بھیج کر رسک نہیں لے سکتا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں خود رپورٹ لے کر آپ کے پاس آ جاتا ہوں۔ اس سلسلے میں میری آپ کے ساتھ کھل کر ڈسکس بھی ہو جائے گی"۔ مسٹر وینڈی پال نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے آپ خود تشریف لے آئیں"۔ صدر مملکت نے کہا۔

"اوہ، تھینک یو۔ تھینک یو ویری مچ سر۔ میں ابھی آپ کے پاس حاضر ہو رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے مسٹر وینڈی پال نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور چند رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد فون بند کر دیا۔

"کیا معاملہ ہو سکتا ہے"۔ صدر مملکت نے رسیور رکھ کر سوچتے ہوئے انداز میں کہا۔ ان کی فراخ پیشانی پر لاتعداد شکنیں ابھر آئی تھیں۔ وہ چند لمحے سوچتے رہے پھر ملٹری سیکرٹری کو ایکریمی سفیر کی آمد کی اطلاع دیتے ہوئے اسے سپیشل میٹنگ کا بندوبست کرنے کے احکامات دینے لگے۔ پھر انہوں نے فون بند کیا اور سامنے پڑی ہوئی فائلیں بھی بند کر کے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ ان کی سوچ کا منبع اس وقت ایکریمی سفیر مسٹر وینڈی پال کے جملے تھے جو انہوں نے فون پر کہے تھے کہ چند غیر ملکی عناصر ان کے ملک میں سرگرم عمل ہیں اور اگر بروقت ان کا سر نہ کچلا گیا تو وہ پاکیشیا کے امن اور اس کی سالمیت کے لئے شدید خطرہ بن سکتے ہیں۔ کون ہو

سکتے ہیں وہ لوگ۔ وہ کس طرح اور کس لحاظ سے پاکیشیا کے امن اور س کی سالمیت کے لئے خطرناک ہو سکتے ہیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ایکریمی سفیر مسٹر وینڈی پال کے ساتھ سپیشل میٹنگ روم میں بیٹھے تھے۔ مسٹر وینڈی پال نے رسمی جملوں ں ادائیگی کے بعد انہیں ایک سرخ رنگ کی فائل دی جس میں بیس پچیس کمپیوٹر پرنٹ صفحات تھے۔

"جناب صدر، یہ رپورٹ میری حکومت کی ایک خفیہ سرکاری یجنسی ریڈٹری نے ترتیب دے کر حکومت کو بھجوائی تھی اور میری ومت نے خیرسگالی کے طور پر اس رپورٹ کو میرے ذریعے آپ ک پہنچانے کا اہتمام کیا تھا۔ میں نے اس رپورٹ کو پڑھا ہے۔ ورٹ کے مطابق ویسٹ کارمن کی ایک مجرم تنظیم فری مین پاکیشیا چ چکی ہے۔ فری مین تنظیم اصل میں پیشہ ور اور سفاک قاتلوں کا لہ ہے جو بھاری رقمیں لے کر بڑی اور بااثر شخصیات کو قتل کرتے ں۔ ان کا طریقہ کار انتہائی خفیہ اور اس قدر جامع ہوتا ہے کہ ایک ر وہ کسی شخصیت کی ہلاکت کی ذمہ داری اٹھا لیں تو اس بااثر ر شخصیت کے اس وقت تک پیچھے پڑے رہتے ہیں جب تک کہ وہ ے ہٹ نہ کر دیں۔

ریڈٹری اصل میں ویسٹ کارمن میں اس خطرناک قاتلوں کے لے کے خاتمے کے لئے ویسٹ کارمن سے تعاون کے لئے وہاں کام نے گئی ہوئی ہے۔ انتہائی محنت اور تلاش کے بعد ہمارے آدمیوں

کو فری مین کے چند قاتلوں کا سراغ ملا تھا اور وہ ان کے ذریعے فری مین کے ہیڈ کوارٹر میں بھی پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے مگر جب تک ہمارے آدمی ویسٹ کارمن کی انٹیلی جنس کے ہمراہ ہیڈ کوارٹر پر کسی قسم کی کارروائی کرتے فری مین کے تمام مجرم ہیڈ کوارٹر چھوڑ کر جا چکے تھے، جاتے جاتے انہوں نے ہیڈ کوارٹر میں نصب تمام کمپیوٹرز اور اپنے استعمال میں رہنے والی مشینری تباہ کر دی تھی اور اپنی طرف سے وہاں موجود تمام قیمتی دستاویزات لے جانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ لیکن ریڈٹری نے وہاں سرچ کیا تو انہیں وہاں سے کچھ ایسے کاغذات مل گئے جن کے مطابق فری مین کے چند خاص آدمی پاکیشیا میں چند اہم اور خاص بااثر افراد کے قتل کے لئے روانہ ہو چکے ہیں اور انہیں پاکیشیا میں پہنچے کئی روز ہو چکے ہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں جان سکے کہ وہ کتنے افراد ہیں اور جن بااثر افراد کو وہ پاکیشیا میں قتل کرنے کے لئے گئے ہیں وہ کون ہیں۔ لیکن بہرحال یہ طے ہے کہ فری مین جن افراد کو قتل کرنے کی ذمہ داری لیتی ہے ان کا تعلق بڑے بڑے سیاسی و مذہبی رہنماؤں سے ہوتا ہے یا پھر وہ ایسے افراد ہوتے ہیں جو ملک و قوم کے مفادات پر کام کرتے ہیں یا ان کے نگران ہوتے ہیں جن کی ہلاکت سے ملک و قوم کا ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے"۔ ایکریمی سفیر مسٹر وینڈی پال نے رپورٹ کا لب لباب صدر مملکت کو بتاتے ہوئے کہا۔

"میں اور میری قوم آپ کی اور آپ کی حکومت کی مشکور ہے مسٹر وینڈی پال۔ اب یہ میری اور میری حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ہم

اس خطرناک گروپ کو ٹریس کریں اور ان سے اپنے ملک کی ان اہم ہستیوں کو بچائیں جو کسی بھی لحاظ سے ملک و قوم کے مفاد کے لئے کام کر رہی ہیں۔ ہمیں ہر صورت میں ملک و قوم کا مفاد عزیز ہے اور ہم ملک و قوم کی بہتری اور ہر طرف امن و امان قائم رکھنے کے قائل ہیں"۔ صدر مملکت نے کہا۔

"جناب صدر، اس سلسلے میں میری حکومت کی آپ سے ایک استدعا ہے"۔ ایکریمی سفیر مسٹر وینڈی پال نے کہا۔

"فرمایئے"۔ صدر مملکت نے کہا۔

"میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ویسٹ کارمن میں ہماری خفیہ تنظیم ریڈٹری، فری مین تنظیم کے خاتمے کے لئے کام کر رہی ہے۔ اصل میں فری مین کچھ عرصہ قبل ایکریمیا میں بھی اپنی کارروائیاں کر چکی ہے۔ انہوں نے ہمارے ایک نامور سائنسدان مسٹر ولیم سمتھ کو ہلاک کیا تھا۔ اس کے علاوہ ہمارے دو سیاسی رہنما بھی ان کا شکار بن چکے ہیں۔ ان تین افراد کے قتل سے حکومت ایکریمیا کو شدید دھچکا پہنچا تھا۔ تحقیقات سے ہمیں چند ایسے شواہد ملے تھے جن کے مطابق ان تینوں افراد کا قتل فری مین کے ہاتھوں ہی ہوا تھا۔ پورے ایکریمیا میں ان افراد کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی مگر ان کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ وہ اپنی کارروائیاں کر کے واپس ویسٹ کارمن جا چکے تھے۔ ہمارے جو تین افراد قتل ہوئے تھے حکومت ان کے قتل کا ان مجرموں سے ہر صورت میں انتقام لینا چاہتی ہے۔ فری مین کے چند افراد کو ویسٹ

کارمن سے ٹریس کرکے ایکریمیا بھجوا دیا گیا ہے۔ ان سے پوچھ گچھ جاری ہے۔ مگر وہ بھی نہیں جانتے کہ ان کا سربراہ کون ہے اور انہوں نے کس کے کہنے پر ہمارے تین خاص افراد کو قتل کیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ان سے پوشیدہ ہے کہ پاکیشیا میں فری مین کے کتنے افراد کام کرنے گئے ہیں اور ان کے ٹارگٹ کون ہیں۔ ہماری حکومت کی خواہش ہے کہ آپ ہماری اس خفیہ ایجنسی ریڈٹری کو پاکیشیا آنے کی اجازت دے دیں۔ وہ خود ہی یہاں آکر فری مین کے ان افراد کو ٹریس کر لیں گے جو یہاں موجود ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ مستند ہے کہ پاکیشیا کی انٹیلی جنس اور خاص طور پر پاکیشیا سیکرٹ سروس مجرموں کی بیخ کنی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے مگر جو کلیو اور جو انفارمیشن فری مین کے بارے میں ریڈٹری کو ہے اس سے پاکیشیا سیکرٹ سروس اور پاکیشیا کی انٹیلی جنس سے بڑھ کر ریڈٹری کام کر سکتی ہے اور انہیں فوری طور پر ٹریس کرکے آپ کے آدمیوں کو ان کے ہاتھوں ہلاک ہونے سے بچا سکتی ہے"۔ ایکریمی سفیر مسٹر وینڈی پال نے کہا۔

"اس بات کا فیصلہ میں فوری طور پر نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے مجھے ساری بات باقاعدہ پارلیمنٹ کے ممبروں کے سامنے رکھنا پڑے گی۔ اس کے صلاح و مشورے کے بعد اور ان کی رائے سے ہی میں آپ کو مثبت یا منفی جواب دے سکتا ہوں"۔ صدر مملکت نے بڑی خوبصورتی سے ایکریمی سفیر مسٹر وینڈی پال کی بات کو ٹالتے ہوئے کہا۔

"اوہ، اس میں تو خاصا وقت لگ جائے گا۔ اس دوران اگر فری مین نے کوئی کارروائی کر دی تو"۔ وینڈی پال نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اس سلسلے میں فوری کچھ نہیں کیا جا سکتا"۔ صدر مملکت نے کہا۔

"تب پھر کیا آپ اس بات کا وعدہ کر سکتے ہیں کہ آپ کی سیکرٹ سروس یا انٹیلی جنس میں سے جو بھی فرین مین کے آدمیوں کو تلاش کرے وہ انہیں پکڑ کر ہمارے حوالے کر دے"۔ مسٹر وینڈی پال نے کہا۔

"اس بات کا بھی فیصلہ پارلیمنٹ کی اتفاق رائے سے ہی کر سکتا ہوں"۔ صدر مملکت نے کہا تو ایکریمی سفیر مسٹر وینڈی پال ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اور میری حکومت آپ کے فیصلے کا انتظار کریں گے"۔ چند لمحے توقف کے بعد مسٹر وینڈی پال نے کہا اور پھر وہ صدر مملکت سے اجازت لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ صدر مملکت نے ایک بار پھر اس کا اور اس کی حکومت کا شکریہ ادا کیا اور پھر مسٹر وینڈی پال وہاں سے رخصت ہو گیا۔

مسٹر وینڈی پال کے جانے کے بعد صدر مملکت چند لمحے سوچتے رہے پھر انہوں نے اس فائل کو کھولا جو ایکریمی سفیر مسٹر وینڈی پال انہیں دے گیا تھا۔ فائل میں تقریباً وہی باتیں درج تھیں جو مسٹر

وینڈی پال نے انہیں بتائی تھیں۔ فائل پڑھ کر صدر مملکت نے ایک طویل سانس لے کر فائل بند کر دی۔ پھر انہوں نے کچھ سوچ کر سائیڈ پر پڑی ہوئی تپائی پر پڑا فون اپنی طرف کھینچا اور اس کا رسیور اٹھا کر ایک بٹن پریس کرتے ہوئے رسیور کان سے لگالیا۔

"یس سر"۔ دوسری طرف سے ملٹری سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" میری سیکرٹری داخلہ سر سلطان سے بات کراؤ۔ جلدی"۔ انہور نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور دوسری طرف سے جواب سنے بغیر رسیو کریڈل پر رکھ دیا۔ اس وقت ان کے چہرے پر گھمبیر سنجیدگی طاری تھی۔ ان کی آنکھوں اور چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے سائے لہراتے ہوئے صاف دکھائی دے رہے تھے۔

بلیک زیرو آپریشن روم میں بیٹھا کافی پینے میں مصروف تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ایکسٹو"۔ بلیک زیرو نے فون کا رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے ایکسٹو کے مخصوص انداز میں کہا۔

" سلطان بول رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

" اوہ، یس سر۔ میں طاہر بول رہا ہوں"۔ سر سلطان کی آواز سن کر بلیک زیرو نے اپنے اصلی لہجے میں کہا۔

" عمران کہاں ہے"۔ سر سلطان نے پوچھا۔

" عمران صاحب، یہاں تو نہیں ہیں۔ شاید وہ اپنے فلیٹ پر ہوں"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

" اس سے رابطہ کر کے میری اس سے بات کراؤ"۔ سر سلطان نے

کہا اور فون بند کر دیا۔ رابطہ منقطع ہوتے ہی بلیک زیرو نے بھی فون
بند کر دیا اور پھر اس نے سب سے پہلے عمران کے فلیٹ پر رنگ کیا تو
سلیمان نے اسے بتایا کہ عمران اپنا مخصوص جوکروں والا لباس پہن کر
نکلا تھا۔ وہ کہاں گیا تھا اور اس وقت وہ کہاں ہوگا اس کے بارے میں
اسے کچھ معلوم نہیں ہے۔

"جوکروں والا لباس، اس کا مطلب ہے آجکل پھر عمران صاحب پر
شرارتوں کا بھوت سوار ہے۔ آج نجانے کس بے چارے کی شامت
آئی ہوگی"۔ بلیک زیرو نے فون بند کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر
اس نے جولیا کو فون کر کے ہدایات دیں کہ وہ ممبروں سے کہہ کر
عمران تلاش کرائے وہ جہاں بھی ہو اسے کہا جائے کہ وہ ایکسٹو سے
رابطہ کرے۔ بلیک زیرو نے جولیا کو ہدایات دے کر فون بند کیا ہی
تھا کہ ایک بار پھر فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ایکسٹو"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"سلطان بول رہا ہوں طاہر بیٹے۔ عمران کا کچھ پتہ چلا"۔ دوسری
طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"نہیں جناب، میں نے ان کے فلیٹ پر فون کیا تھا۔ سلیمان
بتایا ہے کہ عمران صاحب صبح اپنا مخصوص ٹیکنی کلر لباس پہن کر
گئے تھے۔ اس کے بعد سے ان کا کچھ پتہ نہیں ہے"۔ بلیک زیرو
کہا۔

"ہونہہ، ضرورت کے وقت نجانے وہ کہاں غائب ہو جاتا۔

صدر مملکت بار بار فون کر رہے ہیں۔ اب میں انہیں کیا جواب
دوں"۔ سر سلطان نے غصیلے اور پریشان لہجے میں کہا تو بلیک زیرو
چونک پڑا۔

"صدر مملکت"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں، انہوں نے فوری طور پر ایکسٹو سے ملنے کی خواہش کی ہے۔
کوئی اہم معاملہ ان کے نوٹس میں لایا گیا ہے جس کے لئے وہ بذات
خود ایکسٹو سے ملنا چاہتے ہیں"۔ سر سلطان نے کہا۔

"اوہ، معاملہ کیا ہے"۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"یہ انہوں نے نہیں بتایا۔ البتہ ان کے لہجے سے خاصی پریشانی
جھلک رہی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ عمران ان سے ایکسٹو کے نمائندے
کی حیثیت سے مل لے۔ تم بتا رہے ہو کہ اس نے ٹیکنی کلر لباس پہن
رکھا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ وہ ان دنوں شرارتوں کے موڈ میں
ہے۔ اگر اس سے کہا تو وہ اسی لباس میں احمقوں کی طرح ایوان صدر
چلا جائے گا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم خود جا کر صدر صاحب سے مل
لو۔ نجانے کیا معاملہ ہے"۔ سر سلطان نے کہا۔

"کیا صدر مملکت سے ابھی ملنا ہے"۔ بلیک زیرو نے ہچکچاتے
ہوئے کہا۔

"ہاں، کیوں۔ کہیں مصروف ہو گیا"۔ سر سلطان نے چونک کر
پوچھا۔

"اوہ نہیں جناب، میں ویسے ہی کہہ رہا تھا"۔ بلیک زیرو نے جلدی

سے کہا۔ صدر مملکت سے ایکسٹو یا ایکسٹو کے نمائندے کی حیثیت سے عموماً عمران ہی ملنے جاتا تھا۔ اس کے بات کرنے کا انداز، اس کا رکھ رکھاؤ اور اس کی ذہانت صدر مملکت کے سامنے بھی ایک جیسی رہتی تھی جبکہ بعض اوقات بلیک زیرو نہ جانے کیوں خود کو صدر مملکت کے سامنے نروس سا محسوس کرنے لگتا تھا۔ اس وقت اس کی ہچکچاہٹ کا یہی مطلب تھا کہ صدر مملکت سے ملنے کے لئے عمران خود ہی چلا جائے تو بہتر ہو گا۔ لیکن سر سلطان کا بھی کہنا درست تھا اگر اس وقت عمران وہاں آ بھی جائے تو وہ اسی حالت میں صدر صاحب سے ملنے چلا جائے گا جس حالت میں وہ ہو گا اور ایک بار عمران پر حماقتوں کا دورہ پڑ جائے تو وہ صدر مملکت جیسے انسان کو بھی زچ کرنے سے باز نہیں آتا تھا۔

" ٹھیک ہے جناب۔ میں ابھی جناب صدر سے ملنے روانہ ہو جاتا ہوں"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

" واپسی پر مجھے ضرور انفارم کرنا"۔ سر سلطان نے کہا۔

" جی بہت بہتر"۔ بلیک زیرو نے کہا اور فون کریڈل پر رکھ دیا کیونکہ سر سلطان نے اوکے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔

" صدر مملکت کس سلسلے میں ایکسٹو سے ملنا چاہتے ہوں گے"۔ بلیک زیرو نے سوچا پھر وہ کندھے جھٹک کر ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ ڈریسنگ روم میں جا کر اس نے لباس تبدیل کیا اور پھر واپس آپریشن روم میں آکر مشینوں سے خودکار حفاظتی سسٹم آن کرنے لگا۔ دانش

منزل کا تمام حفاظتی نظام آن کر کے وہ آپریشن روم سے باہر آ گیا۔ پورچ سے اس نے سپیشل کار نکالی اور اسے گیٹ کے پاس لے آیا۔ اس نے کار میں لگا ہوا ایک بٹن پریس کیا تو گیٹ آٹومیٹک طریقے سے کھلتا چلا گیا۔ بلیک زیرو کار عمارت سے باہر لے آیا۔ جیسے ہی اس کی کار عمارت سے باہر آئی عمارت کا گیٹ خودکار طریقے سے بند ہوتا چلا گیا۔ بلیک زیرو کار کو پہلے ذیلی سڑک پر لایا اور پھر وہ دو تین موڑ کاٹ کر مین روڈ پر آ گیا۔ اس کی کار کے شیشے کلرڈ تھے۔ جن سے اندر سے تو دیکھا جا سکتا تھا لیکن باہر سے کسی کو کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے علاوہ کار مکمل طور پر بلٹ اور بم پروف تھی۔ جسے عمران نے خود سپیشل طور پر تیار کرایا تھا۔

مین روڈ پر زیادہ رش نہیں تھا جس کی وجہ سے بلیک زیرو نے کار کی رفتار خاصی تیز کر لی تھی۔ وہ جلد سے جلد ایوان صدر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ ابھی اس نے ایک ڈیڑھ کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ اچانک اس کی کار کو اوور ٹیک کرتی ہوئی ایک سیاہ رنگ کی کار اس کے آگے آ گئی۔ بلیک زیرو نے اس کار کو اوور ٹیک کرنے کی کوشش کی مگر سیاہ کار بھی اس طرف ہو گئی جس طرف سے بلیک زیرو نے کار کو اوور ٹیک کرنا چاہا تھا۔ اسی لمحے اسی کلر اور اسی ماڈل کی ایک اور کار اس کے دائیں طرف آ گئی۔

" کیا مطلب"۔ اس کار کو دیکھ کر بلیک زیرو بے اختیار چونک پڑا۔ اس کی نظر بائیں طرف پڑی تو اس نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے

بائیں جانب بھی سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ وہ دونوں کاریں اور آگے موجود سیاہ کار بلیک زیرو کی کار سے چند انچوں کے فاصلے پر تھیں۔ بلیک زیرو نے بیک ویو مرر میں دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی کیونکہ اس کے پیچھے بھی اسی طرح کی ایک کار موجود تھی۔ چار سیاہ کاروں نے اس کی کار کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ چاروں کاروں کے شیشے کلرڈ تھے جس کی وجہ سے ان کے اندر بیٹھے افراد نظر نہیں آ رہے تھے۔

" کون ہو سکتے ہیں یہ لوگ اور اس طرح مجھے گھیرنے کا ان کا کیا مقصد ہو سکتا ہے"۔ بلیک زیرو نے پریشانی کے عالم میں سوچا۔ سیاہ کاروں نے جس طرح اس کی کار کو گھیر رکھا تھا وہ کسی بھی طرف اپنی کار کو دائیں بائیں یا آگے پیچھے نہیں کر سکتا تھا۔ سیاہ کاروں کے نرغے میں ہونے کی وجہ سے بلیک زیرو کار ایک مخصوص رفتار پر چلانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ بظاہر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے چاروں سیاہ کاریں اس کی حفاظت کر رہی ہوں۔

کاریں خاصی رفتار سے پہلے مین سڑک پر دوڑتی رہیں پھر آگے آنے والے ایک موڑ پر مڑ گئیں۔ بلیک زیرو چونکہ نرغے میں تھا اس لئے مجبوراً اسے بھی اپنی کار اس طرف موڑنا پڑی۔

" کون ہیں یہ لوگ اور کیا چاہتے ہیں"۔ بلیک زیرو نے بڑبڑاتے ہوئے خود کلامی کی۔ جس سڑک پر سیاہ کاروں نے بلیک زیرو کو کار موڑنے پر مجبور کیا تھا وہ سڑک مضافات کی جانب جاتی تھی۔ آدھے

گھنٹے تک ان کا سفر اسی طرح سے جاری رہا۔

پھر آگے موجود کار کی رفتار کم ہونے لگی جس کی وجہ سے بلیک زیرو کو بھی اپنی کار کی رفتار کم کرنا پڑی۔ یہاں تک کہ ایک سنسان جگہ پہنچ کر آگے موجود سیاہ کار رک گئی تو بلیک زیرو نے بھی مجبوراً اپنی کار روک دی۔ اس کے دائیں بائیں اور پیچھے موجود کاریں بھی رک گئی تھیں۔

" ہونہہ، ان لوگوں نے بڑے جامع منصوبے سے مجھے گھیرا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے مجھے کیا سمجھ کر اس طرح گھیرے میں لیا ہے۔ کیا یہ لوگ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں"۔ بلیک زیرو نے سوچا۔

اسی لمحے اس کے دائیں طرف موجود ایک کار کی کھڑکی کا شیشہ نیچے ہونے لگا۔ بلیک زیرو نے اس کار میں ایک نقاب پوش کو دیکھا۔ نقاب پوش کی آنکھوں پر سیاہ رنگ کا چشمہ تھا اور وہ اس کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے کلرڈ شیشے ہونے کے باوجود وہ اسے آسانی سے دیکھ رہا ہو۔ پھر اچانک اس کے ہاتھ میں ایک چپٹی نال والی ایک گن نظر آئی۔ بلیک زیرو حیرت زدہ نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس بات کا اسے اطمینان تھا کہ مجرم اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ اس کی کار اور کار کے تمام شیشے بلٹ پروف تھے۔ اس پر اگر ہتھوڑے بھی برسائے جاتے تو کسی طرح ان شیشوں کو نہیں توڑا جا سکتا تھا۔

نقاب پوش نے بلیک زیرو کی طرف گن کا رخ کر کے ٹریگر دبا

دیا۔ بلیک زیرو اطمینان بھرے انداز میں بیٹھا رہا۔ اس کا خیال تھا کہ گولی چلے گی اور گولی بلٹ پروف شیشے سے ٹکرا کر اچٹ جائے گی اور ممکن ہے گولی اچٹ کر آگے والی کار کو جا لگے مگر پھر بلیک زیرو چیتے پستول سے گولی کی بجائے پانی کی دھار نکلتے دیکھ کر چونک پڑا۔ چیتے پستول کی نال سے واقعی پانی کی دھار نکلی تھی جس سے بلیک زیرو کی کار کا شیشہ گیلا ہو گیا تھا اور پھر اچانک بلیک زیرو نے شیشے سے دھواں نکلتے دیکھا۔ ساتھ ہی اس نے بلٹ پروف شیشے کو موم کی طرح پگھلتے دیکھا۔

"اوہ"۔ بلیک زیرو کے منہ سے نکلا۔ اس نے جلدی سے ڈیش بورڈ پر ہاتھ مار کر کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ نقاب نکال کر جلدی سے اپنے منہ پر چڑھا لیا۔ پھر اس نے ڈیش بورڈ سے ایک لمبی نال والا پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اسی لمحے بلیک زیرو نے دروازے کے شیشے میں ایک سوراخ ہوتے دیکھا۔ اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کچھ کرتا۔ دوسری کار میں بیٹھے ہوئے نقاب پوش نے اس سوراخ میں سے کوئی چیز اندر ڈال دی۔

بلیک زیرو نے بوکھلا کر اپنی گود میں گرنے والی چیز دیکھی۔ وہ شیشے کا ایک کیپسول تھا۔ اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کچھ کرتا اچانک اس کی گود میں پڑا ہوا کیپسول پھٹا اور بلیک زیرو کی کار میں سبز رنگ کا دھواں بھرتا چلا گیا۔ بلیک زیرو نے کیپسول کے پھٹتے ہی جلدی سے اپنا سانس روک لیا تھا۔ لیکن جیسے ہی کیپسول پھٹا بلیک زیرو کو یوا

محسوس ہوا جیسے اس کا جسم یکلخت مفلوج ہو گیا ہو۔ اسے یکلخت اپنے دماغ میں آگ سی بھرتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ بلیک زیرو نے سر جھٹکنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ دوسرے ہی لمحے اس کے دل و دماغ پر جیسے یکلخت اندھیرے نے یلغار کر دی ہو۔ وہ بے جان ہو کر سٹیئرنگ پر گرتا چلا گیا۔

جیل کے مختلف راستوں اور بیرکوں کے پاس سے سنتری ع
کو لئے ہوئے ایک کوٹھڑی نما بیرک کے پاس لے آیا۔
" یہ بیرک ہے عبدالشکور کی"۔ سنتری نے عمران سے مخا
ہوتے ہوئے کہا۔
" بڑی خوبصورت جگہ ہے۔ کیا عزت مآب جناب میاں عبدا
صاحب اندر تشریف فرما ہیں"۔ عمران نے کہا۔ اس کے اندا
بدستور حماقت کا عنصر تھا۔
" اندر ہی ہے۔ اس سالے نے بھاگ کر کہاں جانا ہے"۔
نے منہ بناتے ہوئے اپنے مخصوص عامیانہ لہجے میں کہا۔
" سالا، ارے باپ رے تو وہ بے چارہ تمہارا سالا ہے"۔
نے بری طرح سے اچھلتے ہوئے کہا۔
" وہ میرا نہیں سارے جگ کا سالا ہے۔ آٹھ آٹھ خون کئے ہیں

کمبخت نے۔ کل صبح اسے پھانسی ہو جائے گی۔ اس کا قصہ پاک ہونے
کا وقت آگیا ہے۔ اچھا ہے اس سے ہماری جان چھوٹنے والی ہے۔ بہت
تنگ کر رکھا تھا اس سالے نے۔ کئی بار جیل توڑ کر بھاگنے کی
کوشش کر چکا ہے"۔ سنتری نے جو ضرورت سے زیادہ چڑا ہوا اور
باتونی معلوم ہو رہا تھا برے برے منہ بناتے ہوئے کہا۔

اس نے دیوار کی سائیڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا تو بیرک کے آہنی
دروازے کی ایک چھوٹی سی کھڑکی کھل گئی جس پر چھوٹی چھوٹی مگر
مضبوط سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ سپاہی نے جیب سے ٹارچ نکال کر
اسے آن کر کے اندر روشنی ڈالی۔ سامنے دیوار کے ساتھ ایک نوجوان
قیدیوں کے لباس میں موٹی موٹی زنجیروں میں بندھا دیوار کے ساتھ
چپکا ہوا نظر آرہا تھا۔ زنجیروں کے سرے دیوار میں لگے کڑوں میں پھنسے
ہوئے تھے۔ جس کا مطلب تھا کہ اس نوجوان کو خاص طور پر دیوار
کے ساتھ لگا کر زنجیروں سے باندھا گیا تھا۔ نوجوان کے سر کے بال اور
داڑھی مونچھیں بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ سنتری نے ٹارچ کی
روشنی میں پہلے اچھی طرح نوجوان کے جسم پر بندھی ہوئی زنجیریں
چیک کیں۔ پھر اس نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔

" بڑا خطرناک اور خونخوار مجرم ہے صاحب۔ اس لئے اسے اس
طرح سے باندھ کر رکھا گیا ہے۔ اگر اسے ایک لمحے کے لئے بھی
آزادی دے دی جائے تو یہ سارے جیل میں ہنگامہ برپا کر کے یہاں
سے نکل جائے۔ دن میں تین تین بار اسے بے ہوشی کے انجکشن

لگائے جاتے ہیں"۔ سنتری نے کھڑکی بند کر کے عمران سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اور جیب سے چابیوں کا گچھا نکال کر اس میں سے ایک چابی چن کر بیرک کا دروازہ کھولنے لگا۔

"کیا میری ملاقات اس سے اسی بیرک میں کرائی جائے گی"۔ عمران نے سنجیدگی سے سنتری کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجبوری ہے صاحب۔ اس جیسے خطرناک اور خونخوار مجرم کو ہم زنجیروں سے کھولنے کی کوشش بھی نہیں کر سکتے"۔ سنتری نے کہا اور لاک کھول کر اس نے دروازے کا کنڈا کھول کر پورا دروازہ کھول دیا۔

کوٹھڑی لمبی ضرور تھی مگر چوڑی نہیں تھی۔ عمران کچھ سوچ کر اندر آ گیا اور غور سے اس نوجوان کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ ٹارچ رکھ لیجئے جناب اور اس سے بات کر لیں۔ اس کے قریب مت جایئے گا"۔ سنتری نے ٹارچ عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

عمران نے ٹارچ کی روشنی اس سنتری کے چہرے پر ڈالی اور غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"کیا کر رہے ہیں صاحب۔ اس کی روشنی مجرم کے چہرے پر ڈالیں"۔ اس نے آنکھوں کے سامنے ہاتھ رکھتے ہوئے جلدی سے کہا۔

"اوہ ہاں، میں بھول گیا تھا"۔ عمران نے جلدی سے کہا اور ٹارچ کی روشنی بندھے ہوئے نوجوان پر ڈالنے لگا۔ جس کا سر ڈھلکا ہوا تھا اور وہ بالکل بے حس و حرکت دکھائی دے رہا تھا۔ عمران کو نجانے کیوں

ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ اسے یہ سب کچھ نقلی نقلی اور کسی ڈرامے کا حصہ معلوم ہو رہا تھا۔ اس کا دل اسے کسی انجانے سے خطرے کا احساس دلا رہا تھا۔ اس لئے اس نے سنتری کے چہرے پر روشنی ڈالی تھی مگر اسے سنتری کے چہرے پر کوئی بات نظر نہیں آئی تھی۔ اس کے چہرے پر اداکاری کی کوئی علامت موجود نہیں تھی۔ اس کے باوجود عمران کو یہ سب کچھ دھوکا لگ رہا تھا۔

"کیا یہاں روشنی کا انتظام نہیں ہے"۔ عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں صاحب، اسی لئے تو میں نے آپ کو اپنی ٹارچ دی ہے"۔ سنتری نے مسکراتے ہوئے عمران کے علم میں اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں، ٹارچ، واقعی ٹارچ کی روشنی کافی ہے۔ مگر میں یہاں کس لئے آیا ہوں"۔ عمران کے لہجے میں ایک بار پھر حماقت کا عنصر عود کر آیا تھا۔

"آپ عبدالشکور سے بات کرنے آئے ہیں صاحب"۔ سنتری نے اسے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"بات کرنے، کیا بات کرنے اور یہ عبدالشکور کون ہے۔ کیا تمہارا نام ہے"۔ عمران نے حماقت بھرے لہجے میں کہا۔

"عبدالشکور اس مجرم کا نام ہے جناب۔ زنجیروں میں بندھے ہوئے اس قاتل کا نام جس نے آٹھ افراد قتل کئے ہیں۔ میرا نام تو اللہ

بخش ہے۔چوہدری اللہ بخش "۔ سنتری نے جلدی سے کہا۔
"چوہدری اللہ بخش، واہ کیا خوبصورت نام ہے۔ کس نے رکھا تھا تمہارا یہ نام"۔ عمران نے دانت نکوستے ہوئے کہا۔
" میرے ماں باپ نے ہی رکھا ہوگا اور کس نے رکھنا تھا میرا نام"۔ سنتری نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
" ماں باپ نے۔ اوہ میں سمجھا تھا تمہارا یہ نام چوہدری چالباز نے رکھا ہے"۔ عمران نے منہ چلاتے ہوئے کہا۔ اس کی تیز نظریں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھی۔ مگر اسے وہاں کوئی شبے والی چیز یا بات نظر نہیں آ رہی تھی۔
" چوہدری چالباز، یہ چوہدری چالباز کون ہے"۔ سنتری اللہ بخش نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔
" ارے وہی بڑی بڑی موچھوں والا تمہاری اس سرکس کا ٹرینر۔ نہیں یاد آ رہا۔ ارے وہی جس نے تمہیں میرے ساتھ یہاں بھیجا ہے"۔ عمران نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسلسل حماقت زدہ لہجے میں کہا۔
"چوہدری شہباز۔ آپ جیلر صاحب کی بات کر رہے ہیں"۔ سنتری نے چونکتے ہوئے کہا۔
" ہاں ہاں وہی، بڑا مکار انسان لگتا ہے۔ اس کا چہرہ کسی شیطان کا چہرہ ہے اور آنکھیں، ہونہہ اس کی آنکھوں میں عیاری اور مکاری بھری ہوئی ہے۔ اسی لئے تو اس نے اپنا نام چوہدری چالباز رکھا ہوا ہے"۔

عمران نے کہا۔
" دیکھئے صاحب، چوہدری شہباز ہمارے مائی باپ ہیں۔ ان کے خلاف آپ ایسے الفاظ استعمال نہ کریں"۔ سنتری نے عمران کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔
" تو پھر میں ان کے خلاف کیسے الفاظ استعمال کروں۔ تم ہی بتا دو"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
" وہ بہت اچھے، شریف اور انتہائی نیک انسان ہیں۔ وہ ہمارا بہت خیال رکھتے ہیں اور ہم ان کا"۔ سنتری نے تیز لہجے میں کہا۔
" یہ خیال رکھنے والی بات تم نے کس زمرے میں کی ہے"۔ عمران نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
" ہر معاملے میں۔ مم، میرا مطلب ہے۔ ہونہہ، آپ کو اس سے کیا۔ آپ اس سے بات کرنے آئے ہیں یا مجھ سے جرح کرنے کے لئے آپ اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کیجئے۔ میں باہر کھڑا ہوں"۔ سنتری نے منہ بناتے ہوئے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس سے پہلے کہ عمران واقعی کچھ سمجھتا سنتری نے باہر نکلتے ہی ادھ کھلا دروازہ بند کر دیا۔ عمران تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔
" ارے، ارے یہ کیا کر رہے ہو۔ دروازہ کیوں بند کر رہے ہو تم"۔ عمران نے چیخ کر کہا۔ کیونکہ اسے باہر سے باقاعدہ کنڈا لگانے اور پھر تالا لگانے کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ اسی لمحے اس نے ہلکی سی لڑکھڑاہٹ کی آواز سنی وہ بجلی کی سی تیزی سے پلٹا اور پھر اس کی آنکھیں

حیرت کی زیادتی سے پھیلتی چلی گئیں۔ کیونکہ جس دیوار کے ساتھ مجرم عبدالشکور بندھا ہوا تھا۔ وہ دیوار تیزی سے گھوم گئی تھی اور بندھا ہوا مجرم دیوار کے گھومتے ہی دوسری طرف چلا گیا تھا۔ اب عمران کے سامنے سپاٹ دیوار تھی۔

"ہونہہ، تو میرا خدشہ درست تھا۔ میرے لئے یہاں باقاعدہ چوہے دان تیار کیا گیا تھا"۔ عمران نے بے اختیار ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے پیروں کے نیچے سے یکلخت زمین نکل گئی ہو۔ عمران نے خود کو سنبھالنے کے لئے اچھل کر دیوار کا سہارا لینا چاہا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے خود کو کسی اندھے اور تاریک کنویں میں گرتا ہوا محسوس کیا۔ اس کے ہاتھ سے ٹارچ نکل کر پہلے ہی گر گئی تھی۔

جس کنویں میں عمران گرتا جا رہا تھا وہ بے حد گہرا اور تاریک تھا اور غالباً خاصا بڑا بھی تھا کیونکہ اس طرح الٹ پلٹ کر گرنے کے باوجود وہ ابھی تک کسی دیوار سے نہیں ٹکرایا تھا اور پھر اچانک عمران دھب سے کسی نرم اور گدیلی چیز پر آ گرا۔ گدیلی چیز پر گر کر وہ یکبارگی اچھلا اور پھر گر پڑا۔

"ارے باپ رے یہ فرش اس قدر نرم اور گدیلا ہے۔ میں تو سمجھا تھا اس قدر اونچائی سے گر کر میرے ٹکڑے ہو جائیں گے"۔ عمران نے اٹھ کر بوکھلاتے ہوئے اپنے جسم کو ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"ہم تمہیں اس قدر آسانی سے تو نہیں مرنے دیں گے عمران"۔

اچانک ایک تیز آواز سنائی دی اور دوسرے ہی لمحے وہاں یکلخت تیز روشنی بھرتی چلی گئی۔ روشنی اس قدر تیز اور اچانک تھی کہ عمران کی آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔ اس نے دو تین بار آنکھیں جھپک کر کھولیں اور پھر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ واقعی ایک بہت بڑے اور موٹے گدے پر پڑا تھا۔ چھت پر ایک بڑا اور طویل سوراخ دکھائی دے رہا تھا۔ جس گدے پر وہ گرا تھا اس کے ارد گرد بیس سیاہ پوش کھڑے تھے جن کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں اور ظاہر ہے ان کا رخ عمران کی جانب تھا۔ ایک طرف سنٹرل جیل کا جیلر چوہدری شہباز کھڑا اس کی جانب طنز بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے اور اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

ماسٹر کاسٹرو ایک دفتری انداز میں سجے ہوئے کمرے میں ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے دونوں پیر بوٹوں سمیت میز پر رکھے ہوئے تھے اور سر کرسی کی پشت سے ٹکا رکھا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں جیسے وہ سو رہا ہو۔

اسی لمحے اس کے سامنے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز سن کر ماسٹر کاسٹرو نے یکدم آنکھیں کھول دیں۔ اس نے سر اٹھا کر ٹیلی فون کی جانب دیکھا اور پھر اپنی ٹانگیں میز سے ہٹا کر سیدھا ہو گیا۔

" یس "۔ ماسٹر کاسٹرو نے فون کا رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

" ایچ مین سپیکنگ "۔ دوسری طرف سے ہارڈمین کی کھردری آواز سنائی دی۔

" اوہ، یس باس۔ میں ماسٹر کاسٹرو بول رہا ہوں "۔ ہارڈمین کی آواز سن کر ماسٹر کاسٹرو نے اپنے اصل اور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" کاسٹرو، کیا یہ ٹیلی فون محفوظ ہے "۔ ہارڈمین نے پوچھا۔

" یس باس، آپ بے فکر ہو کر بات کیجئے۔ ماسٹر کاسٹرو جہاں جاتا ہے اپنے تمام تر انتظامات کے ساتھ جاتا ہے۔ یہ فون سپیشل سیٹلائٹ کنٹرولڈ ہے۔ اس کال کو دنیا کا بڑے سے بڑا سیٹلائٹ بھی چیک نہیں کر سکتا "۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

" گڈ، اب بتاؤ کیا رپورٹ ہے۔ پاکیشیا پہنچے ہوئے تمہیں دس روز ہو چکے ہیں اور تم نے ایک بار بھی مجھے کال نہیں کی۔ کیا میں اس کی وجہ جان سکتا ہوں "۔ ہارڈمین نے کہا۔ اس کے لہجے میں پھر بے پناہ سختی عود کر آئی تھی۔

" میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا باس کہ میں اپنے طور پر کام کرنے کا عادی ہوں۔ اور پھر جب تک میں اپنا کام مکمل نہ کر لوں تب تک میں آپ کو کیا رپورٹ دے سکتا ہوں "۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

" کیا مطلب، ابھی تک تم نے کچھ نہیں کیا۔ کیوں "۔ ہارڈمین نے چونکتے ہوئے کہا۔

" میں نے یہ نہیں کہا کہ میں نے اب تک کچھ نہیں کیا۔ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ ابھی میرا کام مکمل نہیں ہوا ہے "۔ ماسٹر کاسٹرو نے منہ بنا کر کہا۔

"جتنا کام کیا ہے اس کی تفصیلات کیا ہیں"۔ ہارڈمین نے غرا کر پوچھا۔

"ارے باپ رے، آپ تو غصے میں آگئے ہیں باس"۔ ماسٹر کاسٹرو نے بوکھلا کر کہا۔ ظاہر ہے اس کی بوکھلاہٹ مصنوعی تھی۔

"کاسٹرو، میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے"۔ ہارڈمین کی سخت آواز سنائی دی۔

"مم، میں جانتا ہوں باس۔ لیکن بتایئے غصے کے مارے آپ کا چہرہ سرخ تو نہیں ہو گیا۔ آپ کی آنکھیں شعلے تو نہیں اگل رہیں"۔ ماسٹر کاسٹرو بھلا آسانی سے کہاں باز آنے والا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو کاسٹرو۔ پاکیشیا پہنچ کر تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا"۔ ہارڈمین نے چیختے ہوئے کہا۔

"دماغ نن، نہیں باس۔ میرا دماغ تو پوری طرح اپنے ٹھکانے پر ہی ہے۔ آپ بس یہ بتا دیں کہ آپ غصے سے سرخ تو نہیں ہو رہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، اس بے معنی بکواس کا مقصد"۔ ہارڈمین غرایا۔

"میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جب آپ غصے سے لال سرخ ہوتے ہیں اور آپ کی آنکھیں شعلے اگلتی ہیں تو آپ بالکل بھی اچھے نہیں لگتے۔ آپ کو دیکھ کر خوف آنے لگتا ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر دوسری طرف چند لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی پھر اچانک ہارڈمین کی تیز ہنسی کی آواز

سنائی دی۔

"ہاں، اب ٹھیک ہے۔ ہنستے ہوئے آپ بے حد اچھے لگتے ہیں۔ آپ اسی طرح ہنستے ہی رہا کریں"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا تو ہارڈمین کی ہنسی تیز ہو گئی۔

"تم مجھے باتوں میں اڑانے کی کوشش کر رہے ہو کاسٹرو"۔ ہارڈمین نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مم، میں آپ کو اڑانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں باس۔ آپ کوئی مکھی یا مچھر ہیں جو میں آپ کو اڑانے کی کوشش کروں گا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے حماقت بھرے لہجے میں کہا۔

"کاسٹرو، چیف مجھ سے تمہارے کام کی تفصیل پوچھ رہا ہوں۔ ان کو میں کیا جواب دوں"۔ ہارڈمین نے پوچھا۔

"انہیں کہہ دیں۔ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اب پاکیشیا میں ایک نئی سیکرٹ سروس کا سورج طلوع ہونے والا ہے۔ جس کا نام کاسٹرو سیکرٹ سروس ہو گا اور پاکیشیا کی اس نئی سیکرٹ سروس کا چیف کاسٹرو ہو گا۔ ماسٹر کاسٹرو"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

"کاسٹرو سیکرٹ سروس۔ کیا مطلب، یہ تم کیا کہہ رہے ہو اور تم سیکرٹ سروس کے چیف کیسے بن سکتے ہو۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف تو ایکسٹو ہے جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے"۔ ہارڈمین کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

" اس ایکسٹو کی جگہ اب مجرم ایکسٹو نے سنبھال لی ہے باس "۔ ماسٹر کاسٹرو نے فاخرانہ لہجے میں جواب دیا۔

" مجرم ایکسٹو نے ۔ یہ تم کیا باتیں کر رہے ہو۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو "۔ ہارڈمین نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

" میں کہنا نہیں کر کے دکھانا چاہتا ہوں باس اور جو کچھ میں کر رہا ہوں مجھے کرنے دیں۔ کام پورا ہوتے ہی میں آپ کو پوری رپورٹ دے دوں گا۔ اس وقت تک کے لئے بائی بائی "۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا اور پھر اس نے باس کی بات سنے بغیر فون بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر ایک شرارت انگیز مسکراہٹ تھی۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے ٹیلی فون اٹھایا اور رسیور کان سے لگا کر ایک نمبر ملانے لگا۔

" یس ہارڈ کلب "۔ رابطہ ملتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

" ماسٹر کاسٹرو سپیکنگ "۔ ماسٹر کاسٹرو نے اپنے لہجے میں غراہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

" اوہ یس، یس سر۔ میں باس سے بات کراتی ہوں۔ ابھی بات کراتی ہوں "۔ ماسٹر کاسٹرو کا نام سنتے ہی دوسری طرف سے لڑکی نے بری طرح سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ پھر کلک کی آواز سنائی دی۔

" یس کارٹر بول رہا ہوں "۔ دوسری طرف سے ایک مخنی سی آواز سنائی دی۔

" ماسٹر کاسٹرو سپیکنگ "۔ ماسٹر کاسٹرو نے غرا کر کہا۔

" اوہ یس، یس باس۔ حکم باس "۔ دوسری طرف سے کارٹر کی ہکلاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

" ایکس مین کس پوزیشن میں ہے "۔ ماسٹر کاسٹرو نے سنجیدگی سے پوچھا۔

" ایکس مین نارمل ہو چکا ہے چیف "۔ دوسری طرف سے کارٹر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

" اس کے تمام ٹیسٹ لے لئے ہیں تم نے "۔ ماسٹر کاسٹرو نے پوچھا۔

" یس باس۔ میں نے اس کے تمام ٹیسٹ لے لئے ہیں اور تمام ٹیسٹ بھی اوکے ہیں "۔ کارٹر نے کہا۔

" اور اس کے برین کی کیا پوزیشن ہے "۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

" برین چیکر مشین کے مطابق اس کا دماغ بے حد کمزور ہو چکا ہے۔ وائس کنٹرولر مشین پر اس کی پوزیشن مائنس نائن پوائنٹ تھری نائن آچکی ہے "۔ دوسری طرف سے کارٹر نے کہا۔

" اوہ گڈ، اس کا مطلب ہے وائس کنٹرولڈ مشین پوری طرح اس کے ذہن کی سکیننگ کرنے کے لئے تیار ہے "۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

" یس باس "۔ کارٹر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

" ٹھیک ہے۔ تم ٹی تھری ایکس اور برین مانیٹر ایف آر تھرٹی ون آن کر دو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کا برین اس پوزیشن سے اور ڈاؤن ہو جائے۔ ایسی حالت میں اسے برین ہیمرج بھی ہو سکتا ہے اور وہ ہمیشہ

کے لئے کو ما میں بھی جا سکتا ہے۔ایسی صورت میں وہ ہمارے کسی کام کا نہیں رہے گا"۔ماسٹر کاسٹرو نے جلدی جلدی سے کہا۔

"میں ابھی یہ سارا کام مکمل کر لیتا ہوں باس"۔کارٹر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں آدھے گھنٹے تک تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا"۔ماسٹر کاسٹرو نے کہا اور فون بند کر دیا۔اس نے کریڈل پر ہاتھ مار کر فون بند کیا تھا۔ٹون آتے ہی اس نے ایک اور نمبر پریس شروع کر دیا۔

"گرانڈ ہوٹل"۔چند لمحوں بعد رابطہ ملتے ہی ایک آواز سنائی دی۔

"روم نمبر سیون سکس ون پلیز"۔ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

"اوہ آپ شاید مسٹر شی کاؤ سے بات کرنا چاہتے ہیں"۔دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یس بات کرائیں میری مسٹر شی کاؤ سے"۔ماسٹر کاسٹرو نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"معاف کیجئے گا سر مسٹر شی کاؤ اپنے کمرے میں موجود نہیں ہیں۔کوئی پیغام ہے تو دے دیں"۔دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہونہہ، کہاں ہے وہ"۔ماسٹر کاسٹرو نے ہونٹ چبا کر کہا۔

"معلوم نہیں جناب۔وہ پچھلے دو روز سے اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔کچھ بتا کر بھی نہیں گئے"۔دوسری طرف سے جواب ملا تو ماسٹر کاسٹرو نے سر جھٹک کر فون بند کر دیا۔

"اب یہ کمبخت فریگن کہاں غائب ہو گیا ہے۔میں نے اسے سختی سے ہدایات دی تھیں کہ وہ اپنے کمرے میں رہے۔پھر دو روز سے وہ کہاں ہے۔کہاں جا سکتا ہے"۔ماسٹر کاسٹرو نے غصے اور قدرے پریشانی کے عالم میں کہا۔وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

وہ ایک شاندار فرنشڈ کوٹھی تھی جو اس نے وقتی طور پر اپنے لئے ہائر کر رکھی تھی۔کوٹھی کے پورچ میں آ کر اس نے کار نکالی اور پھر اس کی کار نہایت تیزی سے مین روڈ کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔بیس منٹ کے سفر کے بعد وہ ساحلی علاقے کی طرف آ گیا۔جہاں ایک بہت بڑا کلب تھا جس پر ہارڈ کلب کا نیون سائن چمک رہا تھا۔

ماسٹر کاسٹرو نے کار کلب کی پارکنگ میں روکی اور پھر کار سے نکل کر کلب کے مین گیٹ کی جانب بڑھتا چلا گیا۔گلاس ڈور کے سامنے ایک باوردی دربان کھڑا تھا۔ماسٹر کاسٹرو کو دیکھ کر اس نے جھک کر اسے سلام کیا اور دروازہ کھول دیا۔ماسٹر کاسٹرو سیدھا اندر چلا گیا۔ہال کی تقریباً آدھی سے زیادہ میزیں بھری ہوئی تھیں۔لوگ خر مستیوں میں مصروف تھے۔ہر طرف شراب کی بو پھیلی ہوئی تھی۔سگریٹ کا دھواں ہر طرف چکراتا پھر رہا تھا۔کاؤنٹر پر دو لڑکیاں شراب سرو کر رہی تھیں۔ماسٹر کاسٹرو ان سب کو نظرانداز کرتا ہوا سیدھا آگے بڑھتا چلا گیا۔ایک دروازہ کھول کر وہ ایک راہداری میں آ گیا اور پھر مختلف راستوں سے ہوتا ہوا وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آ گیا۔

اس کمرے میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کیا اور فرش کے ایک حصے پر اس نے مخصوص انداز میں بوٹ کی ایڑی ماری تو فرش کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور فرش لفٹ کے انداز میں تیزی سے نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ پھر فرش ایک جھٹکے سے رک گیا اور سامنے ایک اور دروازہ کھل گیا تو ماسٹر کاسٹرو باہر نکل آیا۔ سامنے ایک اور طویل راہداری تھی۔ وہ راہداری سے گزر کر ایک کمرے کے دروازے پر آ کر رک گیا۔ دروازہ بند تھا اور آہنی تھا۔

ماسٹر کاسٹرو نے جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور اس کا بٹن دبا دیا۔ ٹارچ کے سرے سے روشنی کی ایک باریک سی لکیر نکلی۔ ماسٹر کاسٹرو نے سرخ لکیر آہنی دروازے کے ایک حصے پر ڈالنا شروع کر دی۔ ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ آہنی دروازہ دو حصوں میں منقسم ہوتا چلا گیا۔

سامنے ایک بہت بڑا ہال نما کمرہ تھا۔ کمرے میں ہر طرف چھوٹی بڑی عجیب ساخت کی جدید مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ یہ تمام مشینیں کمپیوٹرائزڈ تھیں اور آن تھیں اور ان کے مانیٹر مسلسل کام کر رہے تھے۔ ایک طرف ایک بڑی مشین گھر گھر کی آواز پیدا کرتے ہوئے چل رہی تھی جس کے قریب ایک نوجوان بیٹھا اسے مسلسل کنٹرول کر رہا تھا۔ اس کے سامنے شیشوں کا ایک کیبن بنا ہوا تھا۔ جس میں ایک سٹریچر نما پلنگ پڑا تھا۔ اس پلنگ پر ایک شخص لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور اس کا سارا جسم پٹیوں میں لپٹا ہوا تھا۔ ہال نما

کمرے کی مشینوں سے کئی نالیاں اور تاریں نکل کر اس شیشے کے کیبن میں جا رہی تھیں اور وہ نالیاں اور تاریں پلنگ پر پڑے ہوئے شخص کے جسم کے مختلف حصوں میں لگی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

اس شخص کا سر گنجا تھا اور اس کے سر کی کھوپڑی کا آدھا حصہ کھلا ہوا تھا جہاں سے اس کا دماغ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ جس مشین کو نوجوان کنٹرول کر رہا تھا اس مشین سے کئی چھوٹی نالیاں نکل کر اس کیبن میں جا رہی تھیں۔ ان نالیوں کے آگے باریک سوئیاں لگی ہوئی تھیں جو پلنگ پر پڑے شخص کے دماغ کی مختلف رگوں میں گھسی ہوئی تھیں۔

ماسٹر کاسٹرو آگے بڑھا تو مشین پر بیٹھا ہوا نوجوان اسے دیکھ کر نہایت مؤدبانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ آ گئے باس"۔ نوجوان نے ماسٹر کاسٹرو کو نہایت مؤدبانہ انداز میں سلام کرتے ہوئے کہا۔ مشین پر چار سکرینیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک سکرین پر انسانی دماغ نظر آ رہا تھا جس میں گہرائی تک باریک سوئیاں گھسی دکھائی دے رہی تھیں۔ دوسری سکرین پر مختلف نمبر چل رہے تھے جبکہ تیسری اور چوتھی سکرین پر دل کی دھڑکن اور بلڈ پریشر کی کاؤنٹنگ ہو رہی تھی۔ ماسٹر کاسٹرو چند لمحے غور سے ان سکرینوں کو دیکھتا رہا پھر وہ مشین کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اندر جا کر اسے بی ایکس تھری کا انجکشن لگاؤ۔ فوری سی سے زیادہ

ڈوز مت دینا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے اس نوجوان کی طرف دیکھے بغیر تیز لہجے میں کہا تو نوجوان سر ہلاتے ہوئے کیبن میں چلا گیا۔ کیبن کی سائیڈ پر ایک ٹیبل پر دوائیوں کی شیشیاں اور کئی انجکشن اور سرنج پڑے تھے۔ اس نے ایک انجکشن اٹھا کر اس کی سیل توڑی اور پھر اس کا زرد محلول ایک سرنج میں بھر کر پلنگ پر بے ہوش پڑے شخص کی وین میں لگانے لگا۔ جیسے ہی محلول پلنگ پر پڑے شخص کے جسم میں انجیکٹ ہوا اس شخص کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور اچانک ماسٹر کاسٹرو کے سامنے مشین پر ایک سرخ رنگ کا بلب تیزی سے سپارک کرنا شروع ہو گیا۔ ماسٹر کاسٹرو نے جلدی جلدی مشین کے چند بٹن دبائے اور سکرین پر نظریں جما کر ایک ڈائل کو آہستہ آہستہ سے گھمانے لگا۔ سپارک کرتا ہوا بلب یکلخت بجھ گیا تو اس نے ڈائل پر سے ہاتھ اٹھا لیا۔

"کارٹر باہر آ جاؤ"۔ ماسٹر کاسٹرو نے اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا جو پلنگ پر لیٹے ہوئے بے ہوش انسان کو انجکشن لگانے گیا تھا۔ اس کی آواز سن کر وہ باہر آ گیا۔

"کارٹر تم باہر چلے جاؤ اب۔ میں اس کو خود ٹریٹ کروں گا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا تو کارٹر اثبات میں سر ہلا کر وہاں سے باہر نکلتا چلا گیا۔ ماسٹر کاسٹرو نے ایک بٹن دبایا تو ایک سکرین پر ایک راہداری کا منظر ابھر آیا۔ یہ وہی راہداری تھی جہاں سے ماسٹر کاسٹرو اندر آیا تھا۔ اس نے کارٹر کو اس راہداری میں جاتے دیکھا تو مطمئن انداز میں سر ہلا دیا اور بٹن پریس کر کے مانیٹر آف کر دیا اور پھر وہ مشین کے مختلف

بٹن پریس کرتا چلا گیا اور پھر ڈائل گھمانے لگا۔ ڈائل کے قریب لگے میٹروں کی سوئیاں تھرتھرانے لگیں تو ماسٹر کاسٹرو نے ایک اور بٹن پریس کر کے مشین کے ایک خانے سے ایک مائیک نکال کر پکڑ لیا۔

ماسٹر کاسٹرو نے ایک اور بٹن دبایا تو جس سکرین پر انسانی دماغ دکھائی دے رہا تھا وہاں اس انسان کا چہرہ دکھائی دینے لگا جو شیشے کے کیبن میں پڑا تھا۔

"کیا تم میری آواز سن سکتے ہو"۔ ماسٹر کاسٹرو نے مائیک پر لگے بٹن کو پریس کرتے ہوئے غور سے سکرین پر نوجوان کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔ لیکن نوجوان کے چہرے پر کوئی تاثر نمودار نہ ہوا۔ ماسٹر کاسٹرو نے ایک ڈائل گھما کر ایک اور بٹن پریس کر دیا۔ اس بار سکرین پر نظر آنے والے چہرے پر ہلکی سی تکلیف کے آثار پیدا ہوئے تھے۔

"کیا اب تمہیں میری آواز سنائی دے رہی ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے ایک بار پھر مائیک میں کہا۔

"ہاں"۔ سکرین پر نوجوان کے لب ہلے اور کمرے میں ایک تیز آواز ابھری۔

"گڈ، تمہارا نام کیا ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔

"طاہر، طاہر احمد"۔ نوجوان کے لب ہلے۔ جیسے ہی نوجوان نے اپنا نام لیا مشین پر لگی ایک سکرین پر خود بخود طاہر احمد کے نام کے حروف

پرنٹ ہوتے چلے گئے۔ ماسٹر کاسٹرو نے ٹائپ شدہ نام دیکھ کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

" کیا تمہارا تعلق پاکیشیا کے کسی سرکاری محکمے سے ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے دوسرا سوال کیا۔

" ہاں"۔ نوجوان نے کہا۔

" تمہارا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے رک رک کر پوچھا۔ اس بار نوجوان کے نہ لب ہلے تھے اور نہ ہی سکرین پر کوئی جواب ٹائپ ہوا تھا۔

" کیا تم پاکیشیا سیکرٹ سروس سے منسلک ہو"۔ ماسٹر کاسٹرو نے تیز لہجے میں پوچھا۔ لیکن نوجوان نے پھر کوئی جواب نہ دیا تو ماسٹر کاسٹرو نے پھر پہلے والا بٹن دبا دیا۔ نوجوان کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس کا چہرہ اذیت سے بگڑتا چلا گیا۔

" تمہارا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے مائیک میں تیز لہجے میں کہا۔

" ہاں، میرا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے"۔ نوجوان نے کہا اور یہی الفاظ سکرین پر ٹائپ ہوتے چلے گئے۔

" پاکیشیا سیکرٹ سروس میں تمہاری کیا حیثیت ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے چند لمحے توقف کے بعد پوچھا۔ ساتھ ہی اس نے اذیت دینے والا بٹن دبا دیا۔ نوجوان جو اصل میں بلیک زیرو تھا یکبارگی زور سے تڑپا اور اس کا چہرہ شدید اذیت سے بگڑتا چلا گیا۔

" میں نہیں جانتا۔ مجھے یاد نہیں"۔ بلیک زیرو نے لرزتے ہوئے کہا۔

" تم جانتے ہو۔ تم سب کچھ جانتے ہو بتاؤ۔ کون ہو تم"۔ ماسٹر کاسٹرو نے اور زیادہ سخت لہجے میں کہا۔ اس کی انگلی مسلسل بٹن پر تھی اور بلیک زیرو کا جسم زور زور سے جھٹکے کھا رہا تھا اور اس کے چہرے کا رنگ بدلتا جا رہا تھا۔ دوسری سکرین پر کاؤنٹنگ کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔

" نہیں، نہیں مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا۔ میں طاہر ہوں صرف طاہر"۔ بلیک زیرو نے ہذیانی لہجے میں کہا۔ ماسٹر کاسٹرو نے دوسری سکرین پر دیکھا تو وہاں اسے بلینک کے الفاظ لکھے ہوئے دکھائی دیئے۔

" اوہ، تو اس نے اپنے ذہن کو بلینک کر رکھا ہے۔ ہونہہ، دیکھتا ہوں یہ کب تک اپنے دماغ کو بلینک کئے رکھتا ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا اور جلدی جلدی چند بٹن دبائے اور ڈائل گھمانے لگا۔ بلیک زیرو کا جسم بری طرح سے لرز رہا تھا اور اس کے چہرے کی رنگت نیلی ہوتی جا رہی تھی۔ ماسٹر کاسٹرو تیزی سے اٹھ کر کیبن میں گیا اور اس نے بلیک زیرو کو دو انجکشن لگا دیئے جس سے بلیک زیرو کے چہرے کی رنگت اعتدال پر آنے لگی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا چہرہ نارمل ہو گیا۔ تب ماسٹر کاسٹرو بلیک زیرو کے سر کی طرف آیا اور اس کے کھلے ہوئے دماغ کی رگوں میں پیوست سوئیاں نکال کر انہیں نہایت احتیاط کے ساتھ دوسری رگوں میں اتارنے لگا۔ اس نے وہاں موجود دو

اور نالیوں میں سوئیاں لگا کر بلیک زیرو کی گردن کے دونوں اطراف
میں اس کی مخصوص رگوں کو دبا کر ابھارا اور سوئیاں ان رگوں میں
پیوست کر دیں۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ کیبن سے باہر آ گیا اور
ایک بار پھر اس مشین پر آ بیٹھا۔

"میں نے تمہارے دماغ کو اوپن کر دیا ہے۔ اب بتاؤ تم کون ہو
اور پاکیشیا سیکرٹ سروس میں تمہاری کیا حیثیت ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو
نے دوبارہ مائیک پکڑتے ہوئے کہا۔

"ایکسٹو، میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ڈمی چیف ایکسٹو ہوں"۔
اس بار بلیک زیرو نے انتہائی نحیف و نزار لہجے میں جواب دیا تھا۔ یوں
لگ رہا تھا جیسے وہ کسی اندھے اور انتہائی گہرے کنویں میں سے بول
رہا ہو۔ اس نے جو الفاظ کہے تھے وہ فوراً سکرین پر ٹائپ ہو گئے تھے۔

"ڈمی چیف، کیا مطلب۔ کیا تم اصل ایکسٹو نہیں ہو"۔ ماسٹر
کاسٹرو نے بری طرح سے چونک کر کہا۔

"نہیں، میں اصل ایکسٹو نہیں ہوں"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"تو پھر کون ہے اصل ایکسٹو"۔ ماسٹر کاسٹرو نے حیرت زدہ لہجے
میں پوچھا۔

"علی عمران"۔ بلیک زیرو کے منہ سے نکلا اور ماسٹر کاسٹرو اس بری
طرح سے اچھل پڑا۔ جیسے اس کا ہاتھ بجلی کی کسی ننگی تار سے چھو گیا
ہو۔

"علی عمران۔ وہ احمق اور بے وقوف انسان جو سیکرٹ سروس کے

لئے فری لانسر کے طور پر کام کرتا ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے شدید حیرت
سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، علی عمران ہی اصل ایکسٹو ہے۔ یہ سارا سیٹ اپ اسی کا
بنایا ہوا ہے۔ کوئی بھی نہیں جانتا کہ احمق اور بے وقوف نظر آنے والا
انسان اصل میں کون ہے۔ وہ اس راز کی اپنی جان سے بھی زیادہ
حفاظت کرتا ہے۔ میرے اور چند اہم افراد کے سوا ساری دنیا اس
بات سے بے خبر ہے کہ علی عمران ہی سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو
ہے"۔ بلیک زیرو نے کہا تو مارے حیرت سے ماسٹر کاسٹرو کا چہرہ بگڑتا
چلا گیا۔

"اوہ، تعجب انگیز۔ علی عمران سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو ہو سکتا
ہے۔ یہ بات تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ اس لحاظ سے تو
علی عمران واقعی دنیا کا انتہائی خطرناک اور چالاک ترین انسان ہے"۔
ماسٹر کاسٹرو نے حیرت کی شدت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، مجھے علی عمران کے بارے میں مزید بتاؤ وہ اور کیا کیا
ہے۔ سیکرٹ سروس کے کتنے ممبر ہیں۔ وہ کہاں کہاں ہیں۔ تم اور علی
عمران انہیں کیسے ڈیل کرتے ہو۔ تمہارے کن کن بااثر افراد سے
روابط ہیں اور تم دونوں یعنی ایکسٹو کے ہیڈ کوارٹر کا نظام کن سائنسی
بنیادوں پر قائم ہے۔ میرا مطلب ہے تمہارے ہیڈ کوارٹر میں کون
کون سی مشینیں ہیں اور ان کے حفاظتی نظام کے بارے میں بھی سب
کچھ تفصیل سے بتاؤ"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا اور بلیک زیرو کی زبان چلنے

لگی۔ کمپیوٹرائزڈ مشینوں کی سوئیاں اس کے دماغ میں پیوست تھیں
جو اس کے دماغ کو کھنگال رہی تھیں۔ بے خبری میں بلیک زیرو ماسٹر
کاسٹرو کو ہر قسم کی بنیادی اور اہم معلومات فراہم کرتا جا رہا تھا۔ جو اس
کی زبان سے نکلتے ہی ایک کمپیوٹر پر ٹائپ ہوتی جا رہی تھیں اور جو کچھ
بلیک زیرو ماسٹر کاسٹرو کو بتا رہا تھا اسے سن کر ماسٹر کاسٹرو کا چہرہ واقعی
حیرت کی زیادتی سے بگڑ کر رہ گیا تھا۔ اس کے ذہن میں بھونچال سا آیا
ہوا تھا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس پسماندہ ملک میں ایسے
ایسے ذہین اور ناقابل شکست انسان رہتے ہیں۔ ماسٹر کاسٹرو کو بلیک
زیرو علی عمران کے متعلق جو تفصیل بتا رہا تھا اسے سن کر ماسٹر کاسٹرو
کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ علی عمران کے سامنے طفل مکتب کے
سوا کوئی حیثیت نہ رکھتا ہو۔

بلیک زیرو مسلسل بول رہا تھا اور ماسٹر کاسٹرو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر
اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جیسے اسے بلیک زیرو کی باتوں پر یقین ہی نہ آ رہا
ہو۔ مگر بلیک زیرو کی لاشعور کی میموری سے نکلے ہوئے الفاظ جو کمپیوٹر
پر ٹائپ ہو رہے تھے وہ کسی بھی طرح غلط نہیں ہو سکتے تھے اور یہ
تمام مشینیں اور برین سکیننگ کا سسٹم ماسٹر کاسٹرو کا اپنا ایجاد کردہ
تھا جو کسی بھی صورت میں غلط نہیں ہو سکتا تھا۔ ماسٹر کاسٹرو نے بے
اختیار اپنا سر پکڑ لیا تھا۔ علی عمران کی ذات اس کے لئے واقعی دنیا کا
نواں عجوبہ بن گئی تھی جسے وہ کسی بھی صورت میں جھٹلا نہیں سکتا
تھا۔

" ارے چوہدری چالباز تم، تم یہاں طلسم ہوشربا کی دنیا میں کہاں
سے آ گئے۔ تم تو اوپر سرکس کے ٹرینر۔ مم، میرا مطلب ہے ہیڈ ٹرینر
تھے"۔ عمران نے گدے سے نیچے چھلانگ لگا کر حیرت سے جیلر
چوہدری شہباز کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ اسے گدے سے نیچے اترتے
دیکھ کر نقاب پوش پیچھے ہٹ گئے تھے۔ مگر ان کی گنوں کے رخ
بدستور عمران کی جانب تھے۔

" کیا بک رہے ہو۔ میں جیلر ہوں جیلر اور یہ تم بار بار میرا نام
کیوں بگاڑ رہے ہو۔ چوہدری چالباز ہونہہ، میرا نام چوہدری شہباز ہے۔
چوہدری شہباز"۔ جیلر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" ارے تمہیں یاد نہیں رہا، تمہارا نام چوہدری چالباز ہی ہے۔
دیکھو ناں تم نے کس چالبازی سے مجھے یہاں بلایا تھا کہ ایک پھانسی
کا مجرم آخری خواہش کے تحت مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں یہاں آیا تو

تم نے اور تمہارے آدمیوں نے مجھ پر ظاہر ہی نہیں ہونے دیا کہ تم میرے ساتھ کیا کھیل کھیلنے والے ہو۔ مجھے باقاعدہ ایک بیرک میں اس مجرم کے پاس لے جایا گیا۔ پھر اس بیرک کو بند کر کے دیوار گھما کر اس مجرم کو غائب کر دیا گیا جسے تم لوگوں نے زنجیروں سے باندھ رکھا تھا۔ پھر اچانک میرے قدموں کے نیچے سے زمین غائب کر دی گئی اور میں گہرے اور تاریک کنویں میں گرتا ہوا یہاں پہنچ گیا۔ بالکل طلسم ہوشربا کی کہانیوں جیسا ماحول بنا رکھا ہے تم نے۔ طلسم ہوشربا کی کہانیوں میں عموماً شہزادے کو ہلاک کرنے کے لئے جادوگر اس کے پیروں کے نیچے سے زمین غائب کرتا ہے تو وہ اسی طرح اندھے اور گہرے کنویں میں گرتا چلا جاتا ہے۔ پھر کوئی نیک پری یا بزرگ اس شہزادے کو اسی طرح نرم گدے یا گھاس پھونس کے ڈھیر پر گرا کر بچا لیتے ہیں اور شہزادہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ جب اسے ہوش آتا ہے تو وہ یا تو کسی جادوگر کا مہمان ہوتا ہے یا کسی پری کا۔

یہاں کا ماحول بھی ایسا ہی ہے۔ میں نرم گدیلے گدے پر گر کر بچ تو گیا مگر یہاں جادوگروں کی طرح تم میرے سامنے موجود ہو اور اپنے ساتھ تم نے یہاں بے شمار کالی بدروحیں جمع کر رکھی ہیں۔ تم اور یہ بدروحیں چونکہ جدید دور کی ہیں اس لئے تمہارے ہاتھ میں ریوالور اور ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں نظر آ رہی ہیں۔ اگر پرانا دور ہوتا تو تمہارے ہاتھ میں ترشول اور ان بدروحوں کے پاس کلہاڑے یا نیزے

ہوتے"۔ عمران تیز تیز لہجے میں کہتا چلا گیا۔

"ہونہہ، موت کے سامنے کھڑے ہو۔ پھر بھی تمہارے چہرے پر شکن نہیں ہے۔ واقعی بڑے دل گردے کے مالک ہو"۔ چوہدری شہباز نے اسے بری طرح سے گھورتے ہوئے کہا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے مجھے اس سچوئیشن سے گھبرا جانا چاہئے۔ ڈر جانا چاہئے۔ ارے باپ رے تم ٹھیک کہہ رہے ہو چوہدری چالباز جادوگر۔ مم، میں واقعی نہ ڈر کر بہت بڑی غلطی کر رہا ہوں"۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے یکلخت بری طرح سے تھر تھر کانپنا شروع کر دیا۔ اس کے چہرے پر بلا کا خوف طاری ہو گیا تھا۔ وہ خوفزدہ ہونے کی اس قدر شاندار اداکاری کر رہا تھا کہ جیلر اور مشین گن بردار سیاہ پوش حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھتے رہ گئے۔

"مم، میں پوری طرح سے ڈرا ہوا نظر آ رہا ہوں ناں چوہدری چالباز۔ کک، کیوں بدروح بھائیو"۔ عمران نے اسی طرح کانپتے ہوئے پہلے جیلر اور پھر مشین گن بردار سیاہ پوشوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"عمران تم اپنے آپ کو بہت زیادہ ہوشیار اور چالاک سمجھتے ہو"۔ جیلر نے عمران کی جانب خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے نن، نہیں نہیں۔ میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔ تمہیں کسی نے غلط خبر دی ہے"۔ عمران نے بدستور حماقت زدہ لہجے میں کہا۔

"اگر میں چاہتا تو اس جگہ فرش پر اتنا موٹا گدا نہ رکھتا۔ پھر اس

سنگی فرش پر گر کر تمہارا کیا حشر ہوتا"۔ جیلر نے کہا۔
" پھر میرے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ کوئی ٹکڑا یہاں گرتا کوئی
وہاں"۔ عمران نے لہک کر کہا تو جیلر چوہدری شہباز کی مونچھیں غصے
سے پھڑکنا شروع ہو گئیں۔
" میرے سامنے زیادہ اداکاری مت کرو مسٹر عمران۔ میں تمہاری
رگ رگ سے واقف ہوں"۔ جیلر نے غصیلے لہجے میں کہا۔
" اچھا، تو پھر یہ بتاؤ چوہدری چالباز کہ میری دائیں پسلی کے پاس ج
گردے ہیں ان کے بائیں طرف جو آٹھ ہزار سات سو چالیس رگیں
گزر رہی ہیں ان میں سب سے چھوٹی مگر سب سے لمبی رگ کو کیا کہتے
ہیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
" کیا بکواس کر رہے ہو تم"۔ جیلر نے سر جھٹک کر کہا۔
" بکواس، ارے نہیں میں تو اپنی ایک رگ کا نام پوچھ رہا ہوں
ابھی تو تم نے کہا تھا کہ تم میری رگ رگ سے واقف ہو"۔ عمرا
نے بڑی معصومیت سے کہا۔
" ہونہہ، تم جیسے انسان کو نجانے ماسٹر نے زندہ رکھنے کا حکم کیوا
دیا ہے"۔ جیلر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔
" ماسٹر نے۔ کون سے ماسٹر نے۔ الجبرا کے ماسٹر نے یا جومیٹر
کے ماسٹر نے"۔ عمران نے جلدی سے کہا اور جیلر اسے گھور کر رہ گیا
اسی لمحے جیلر کے پیچھے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک دبلا پتلا اور گنجے
والا شخص اندر آ گیا۔ اس شخص کی شکل شوگرانیوں جیسی تھی۔ عمرا

نے پہلی نظر میں ہی اسے پہچان لیا تھا وہ وہی تھا جو سنٹرل جیل کی
بیرک میں دیوار کے ساتھ زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس کی داڑھی
مونچھیں اور سر کے بال غائب ہو چکے تھے اور اس کا لباس بھی بدل چکا
تھا۔
" اوہ ماسٹر، بڑی دیر لگا دی تم نے آنے میں۔ یہ بدبخت کب سے
میرا دماغ کھائے جا رہا ہے"۔ جیلر چوہدری شہباز نے آنے والے شخص
کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز بے حد مؤدبانہ تھا۔
" میں اوپر ایک ضروری کام کر رہا تھا"۔ آنے والے شوگرانی نے
کہا۔ عمران بڑے غور سے اس شوگرانی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس
شوگرانی کو دیکھ کر نجانے کیوں اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ
اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہے۔ اس کے چہرے پر کسی میک اپ
کے بھی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ وہ اپنے اصل رنگ و روپ
میں تھا مگر اس کے باوجود عمران کو یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس نے اسے
پہلے کہاں دیکھا ہے۔
" کیوں مسٹر عمران، بڑے غور سے مجھے دیکھ رہے ہو۔ مجھے جانتے
ہو کیا"۔ اس شخص نے بے فکری سے عمران کے نزدیک آتے ہوئے
کہا۔
" اچھی طرح سے جانتا ہوں میں تمہیں"۔ عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا تو وہ بری طرح سے چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں شدید
حیرت در آئی تھی۔

"کیا مطلب، کیسے جانتے ہو تم مجھے۔ جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے میں اور تم پہلی بار ایک دوسرے کے سامنے آ رہے ہیں"۔ شوگرانی نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں یکلخت سکڑ گئی تھیں۔

"جہاں سے تمہاری یادداشت کام کرنا چھوڑ دیتی ہے وہاں سے میری یادداشت کام کرنا شروع کر دیتی ہے۔ میں تمہیں پہچان چکا ہوں"۔ عمران نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ بتاؤ کون ہوں میں"۔ شوگرانی نے عمران کی جانب قدرے پریشان اور الجھی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم ماسٹر ہو۔ اب پتا نہیں تم الجبرے کے ماسٹر ہو، ریاضی کے یا جومیٹری کے"۔ عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔ شوگرانی چند لمحوں تک غور سے عمران کو دیکھتا رہا پھر اس کے لبوں پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ آ گئی۔ اس کی سکڑی ہوئی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

"دنیا مجھے ڈیتھ ماسٹر کے نام سے جانتی ہے جبکہ میرا اصل نام شی کاؤ ہے"۔ اس شخص نے کہا۔

"شی کاؤ، ارے باپ رے۔ میں تو تمہیں مذکر سمجھتا تھا مگر تم تو مؤنث ہو"۔ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مؤنث، کیا مطلب"۔ شی کاؤ نے چونک کر کہا۔

"شی انگریزی میں لڑکی یعنی مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کاؤ وہ تو بے چاری پہلے ہی مؤنث ہوتی ہے۔ تم شی بھی ہو اور کاؤ بھی۔

اس لئے تم مذکر کیسے ہو سکتے ہو"۔ عمران نے کہا تو شی کاؤ کے ہونٹوں پر موجود مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"خاصے ذہین ہو۔ مگر افسوس میرے سامنے تمہاری ذہانت کام نہیں آئے گی"۔ شی کاؤ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیا تمہارے سامنے میری ذہانت بھیگی بلی بن جاتی ہے"۔ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"ایسا ہی سمجھ لو۔ بہرحال اب باتیں ختم۔ اب تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ"۔ شی کاؤ نے کہا۔

"مرنے کے لئے۔ ارے باپ رے وہ کیوں۔ ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی"۔ عمران نے بوکھلا کر کہا۔

"شادی اب تم مرنے کے بعد کر لینا۔ مرنے کے بعد تمہیں شادی کے لئے بہت سی بدروحیں مل جائیں گی"۔ شی کاؤ نے مسکرا کر کہا۔

"میری کزنز تو ابھی زندہ ہیں۔ اگر تمہاری کزنیں مر چکی ہیں اور بدروحیں بن چکی ہیں پھر تو واقعی میرا اسکوپ بن سکتا ہے"۔ عمران نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میری مرنے والی ساری کزنیں تین تین چار چار بچے چھوڑ کر مری ہیں"۔ شی کاؤ نے عمران سے بڑھ کر جواب دیا تو عمران کسی بھی طرح اپنے حلق سے نکلنے والا قہقہہ نہ روک سکا۔

"بہت خوب خاصے حاضر جواب ہو۔ بہرحال یہ بتاؤ کہ میری تم سے کیا دشمنی ہے۔ مجھے مارنے کے لئے یہ سب کھڑاک کرنے کی کیا

ضرورت تھی تمہیں"۔ عمران نے پہلے مسکرا کر پھر سنجیدہ ہو
ہوئے کہا۔

" مجھے تمہیں ہلاک کرنے کا مشن دیا گیا تھا مسٹر علی عمران۔ ا
یہ مت پوچھنا کہ مجھے مشن کہاں سے ملا تھا اور کس نے دیا
بہرحال میں نے یہاں پہنچتے ہی تمہارے بارے میں بنیادی معلو
حاصل کیں اور پھر میں نے اس سنٹرل جیل کے جیلر مسٹر شہباز
ملاقات کی۔ اس کے ذریعے میں نے ایک پھانسی کے مجرم عبداللہ
کے نام سے ایک پیغام تمہارے فلیٹ میں تمہارے ملازم سلیمان
بھجوایا۔ مگر تم وہاں دستیاب نہ ہوئے تو تمہارے متعلق ملی ہو
معلومات سے پتہ چلا کہ تمہارا ملنا جلنا وزارت خارجہ کے سیکر
سر سلطان کے ساتھ بہت ہے تو مسٹر شہباز نے سپیشل انہیں
کیا۔ جس کے نتیجے میں تمہارا یہاں آنا ناگزیر تھا۔ ہم نے یہاں
افراد کی ڈیوٹی لگائی جن پر تم کسی قسم کا کوئی شک نہیں کر سکتے۔
تمہیں بہرحال اس بیرک تک لے جانا ضروری تھا جہاں سے تم
تہہ خانے کے ذریعے مجھ تک آسانی سے پہنچ سکتے تھے۔ یہ کام ہ
منصوبہ بندی کے تحت ہی ہوا تھا۔ قیدی کے روپ میں، میں خ
تھا اور میں نے خاص طور پر اپنے آپ کو اس انداز میں بندھوایا
تمہیں بیرک میں آنے تک کوئی شبہ نہ ہو۔ ہر کام بالکل ہماری
کے مطابق ہوا ہے۔ اب میں موت بھی تمہیں اپنی مرضی کے
دوں گا"۔ شی کاؤ نے کہا۔

" کیا مجھے تم معاف نہیں کر سکتے"۔ عمران نے مسکین سی صورت بناتے ہوئے کہا۔

" شی کاؤ کی لغت میں معافی نام کا کوئی لفظ نہیں ہے"۔ شی کاؤ نے سفاکی سے کہا۔

" تو لکھ لو ناں یار۔ کہو تو قلم میں دے دوں"۔ عمران نے معصومانہ لہجے میں کہا اور اپنے تھیلے میں ہاتھ ڈال دیا۔

" خبردار، کیا ہے اس تھیلے میں"۔ شی کاؤ نے تیز لہجے میں کہا۔ ساتھ ہی اس نے بڑی پھرتی سے جیب سے ایک لمبی نال والا آٹومیٹک پسٹول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

" ارے بس، سگریٹ ہیں میرے پاس۔ یہ دیکھو، میں اسے سلگانا چاہتا ہوں۔ مگر لگتا ہے تم میں سے کوئی سگریٹ کا شوقین نہیں ہے۔ تم مجھے مارنا چاہتے ہو کم از کم مجھے یہ میرا آخری سگریٹ تو پی لینے دو"۔ عمران کی زبان ایک بار پھر چل پڑی تھی اور اس نے واقعی تھیلے سے وہی مڑا تڑا سگریٹ نکال لیا تھا جو اس نے سنٹرل جیل کے باہر سنتریوں کو دکھایا تھا۔

" جیلر تم نے اس کی تلاشی لی تھی"۔ شی کاؤ نے جیلر چوہدری شہباز سے تیز لہجے میں پوچھا۔

" نہیں، اس جوکر کے پاس کیا ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی یہ ہمارے نرغے میں ہے۔ موت سے بھاگنا اس کے بس میں نہیں ہے"۔ جیلر چوہدری شہباز نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"گڈ بائے مسٹر عمران۔ اب تمہارا وقت ختم ہو گیا ہے۔ شی
نے کہا اور پستول کے ٹریگر پر اس نے انگلی رکھ دی۔

"ارے، ارے میرا سگریٹ۔ عمران نے بوکھلا کر کہا اور ا
بوکھلاہٹ میں اس نے مڑا تڑا سگریٹ نیچے پھینک دیا۔ اس کا اند
ایسا تھا جیسے بوکھلاہٹ کے مارے اس کے ہاتھ سے سگریٹ چھوٹ
گرا ہو اور پھر جیسے ہی سگریٹ زمین پر گرا ایک زوردار دھماکہ ہوا ا
یکلخت ہر طرف سیاہ رنگ کا کثیف دھواں پھیلتا چلا گیا۔

"فائر"۔ شی کاؤ کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور ہال نما کمرہ فائرنگ
کی تیز آوازوں سے گونج اٹھا۔ شی کاؤ، جیلر چوہدری شہباز اور وہا
موجود سیاہ پوش اندھا دھند اس طرف فائرنگ کر رہے تھے جہا
عمران کھڑا تھا۔

صفدر فلیٹ سے نکل کر باہر جانے ہی لگا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی
بج اٹھی تو اس کے اٹھتے ہوئے قدم رک گئے اور وہ مڑ کر دوبارہ اپنے
کمرے کی طرف چل پڑا۔

"یس"۔ صفدر نے حسب عادت اپنا نام لینے سے گریز کرتے
ہوئے کہا۔

"ایکسٹو"۔ دوسری جانب سے ایکسٹو کی غزاہٹ بھری آواز سنائی
دی تو صفدر بری طرح سے چونک پڑا۔

"اوہ، یس چیف۔ صفدر بول رہا ہوں"۔ صفدر نے بڑے مؤدبانہ
اور حیرت زدہ لہجے میں کہا۔ کیونکہ ایکسٹو نے آج تک اسے شاذونادر
ہی ڈائریکٹ کال کی تھی۔ کسی بھی کیس کے لئے اسے عموماً جولیا ہی
فون کرتی تھی اور ایمرجنسی کے وقت ایکسٹو اگر اس سے رابطہ کرتا تھا
تو صرف واچ ٹرانسمیٹر پر۔ اس لئے اس وقت ٹیلی فون پر ایکسٹو کی آواز

سن کر وہ حیران رہ گیا تھا۔

" صفدر، تم کیا کر رہے تھے "۔ ایکسٹو نے غراہٹ بھرے لہجے میں پوچھا۔

" میں چیف آؤٹنگ کے لئے باہر جا رہا تھا۔ صبح سے گھر پر ہی تھا "۔ صفدر نے جواب دیا۔

" تمہارے ساتھ اور کون ہے "۔ ایکسٹو نے پوچھا۔

" کوئی نہیں، میں اکیلا ہوں چیف "۔ صفدر نے کہا۔

" تم فوراً سیون ایف سی روڈ کوٹھی نمبر ایک سو تیس کے پاس پہنچو۔ وہاں جولیا اور تنویر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ تم تینوں نے اس کوٹھی پر ریڈ کرنا ہے "۔ ایکسٹو نے تیز لہجے میں کہا۔

" یس چیف۔ میں ابھی وہاں پہنچتا ہوں "۔ صفدر نے مستعد انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس نے یہ غیر ضروری سوال کرنے پسند نہیں کئے تھے کہ کیا کوئی نیا کیس شروع ہو چکا ہے۔ یا مس جولیا نے اسے فون کر کے اطلاع کیوں نہیں دی تھی۔

" گڈ، اور ہاں عمران کے بارے میں کچھ پتہ ہے وہ کہاں ہے "۔ ایکسٹو نے کہا۔

" نہیں چیف، عمران صاحب کو ہم پچھلے کئی روز سے ٹریس کر رہے ہیں۔ مگر ان کا کوئی پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں "۔ صفدر نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے، تم فوراً جولیا اور تنویر کے پاس پہنچو۔ عمران کو میں خود تلاش کر لوں گا "۔ ایکسٹو نے کہا اور ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا۔

صفدر نے بھی فون بند کیا اور پھر اس نے کمرے میں موجود الماری کھول کر اس میں سے اپنا مشین پسٹل اور میگزین لئے اور تیزی سے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

چند ہی لمحوں بعد اس کی کار سیون ایف سی روڈ کی جانب اڑی جا رہی تھی اور پھر اس نے جیسے ہی سیون ایف سی روڈ کی طرف اپنی کار موڑی۔ اسے دور سے ایک طرف جولیا کی کار کھڑی دکھائی دے گئی۔ صفدر نے اپنی کار جولیا کی کار کے پیچھے لے جا کر روک دی۔ تنویر اور جولیا کار میں موجود تھے۔ صفدر کو آتے دیکھ کر وہ دونوں کار سے نکل آئے۔

" آؤ صفدر، ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے "۔ صفدر کار سے نکل کر جولیا اور تنویر کی طرف بڑھا تو جولیا نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

" لگتا ہے کوئی نیا کیس شروع ہو گیا ہے "۔ سلام و دعا کے بعد صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" معلوم تو یہی ہوتا ہے "۔ جولیا نے کہا تو صفدر چونک پڑا۔

" معلوم ہوتا ہے۔ کیا مطلب، کیا چیف نے آپ کو کیس کی تفصیلات نہیں بتائیں "۔ صفدر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" نہیں، چیف نے مجھے فون کر کے یہاں پہنچنے کے لئے کہا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ تنویر اور تمہیں میرے پاس بھیج رہے ہیں۔ ہمیں سیون ایف سی روڈ پر موجود ماڈل کالونی کی ایک کوٹھی پر ریڈ کرنا ہے۔ میں نے کیس کی تفصیلات پوچھنا چاہیں تو چیف نے سختی

سے مجھے ڈانٹ دیا تھا۔ تنویر اتفاق سے میرے فلیٹ میں ہی موجود ت
میں اسے ساتھ لے آئی اور ہم یہاں تمہارا انتظار کر رہے تھے "۔ جو
نے کہا۔

" حیرت ہے۔ پہلے تو چیف کیس کی تفصیلات کم از کم آپ کو
دیتے تھے۔ اس بار انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا"۔ صفدر نے حیر
زدہ لہجے میں کہا۔

" چیف نے یہ تک نہیں بتایا کہ ہمیں اس کوٹھی پر حملہ کیو
کرنا ہے۔ اس کوٹھی میں کون لوگ موجود ہیں۔ انہوں نے حکم د
ہے کہ کوٹھی میں ہمیں نظر آنے والے ہر شخص کا خاتمہ کرنا ہے۔ یہا
تک کہ کوٹھی کے ملازمین تک کو زندہ نہیں چھوڑنا"۔ جولیا نے کہا۔

" اس کوٹھی میں ظاہر ہے کوئی دشمن عناصر ہی ہوں گے جن
چیف نے ہمیں خاتمے کا حکم دیا ہے۔ بلاوجہ اور عام لوگوں کو مارنے
حکم تو نہیں دے دیا انہوں نے جس کے لئے تم پریشان ہو رہی ہو
تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" بات پریشانی کی نہیں ہے تنویر"۔ جولیا نے کہا۔

" تو پھر"۔ تنویر نے کہا۔

"چیف کو ان لوگوں کے بارے میں ہمیں کوئی ٹپ تو دینی چاہ
تھی اور پھر ملازموں کو مارنے والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ا
اس کوٹھی میں کوئی مجرم چھپا بیٹھا ہے تو ہم اس کے خلاف کاررو
کر سکتے ہیں۔ اگر وہاں عام اور مقامی ملازمین ہوئے تو"۔ جولیا۔

کہا۔

" تب آپ کیا کرنا چاہتی ہیں۔ کیا چیف کے حکم پر آپ عمل نہیں
کرنا چاہتیں"۔ تنویر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" نہیں خیر یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ چیف کے حکم کی تعمیل نہ کرنے
کا مطلب جانتے ہو ناں تم"۔ جولیا نے جلدی سے کہا۔

" تو پھر، حکم حاکم مرگ مفاجات کے مصداق ہمیں کام کرنا ہی
ہوگا۔ آیئے ایسا نہ ہو ہم یہاں باتیں کرتے رہ جائیں اور مجرم وہاں سے
اڑن چھو ہو جائیں"۔ تنویر نے کہا۔

" چلو"۔ جولیا نے سر جھٹک کر کہا اور دوبارہ کار میں بیٹھ گئی۔

" دن کا وقت ہے کیا اس وقت اس علاقے میں کوٹھی پر حملہ کرنا
مناسب ہوگا مس جولیا"۔ صفدر نے جولیا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

" کیا مناسب ہے اور کیا غیر مناسب یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔
تم چلو۔ میری کار میں ہی بیٹھ جاؤ"۔ جولیا نے کہا تو صفدر سر ہلا کر جولیا
کی کار کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ تنویر جولیا کے ساتھ فرنٹ
سیٹ پر پہلے ہی بیٹھ چکا تھا۔

" ہمیں کوٹھی کی طرف جانے سے پہلے کوئی جامع منصوبہ بندی کر
لینی چاہئے"۔ صفدر نے کہا۔

" جامع منصوبہ بندی کی کیا ضرورت ہے۔ ہم وہاں ڈائریکٹ
ایکشن کریں گے۔ جو بھی نظر آیا اسے اڑا دیں گے"۔ تنویر نے اپنی
فطرت کے مطابق کہا۔

"وہاں موجود مجرم خالی ہاتھ نہیں ہوں گے۔ اگر وہ مقابلے پر اتر آئے تو۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے وہاں دشمنوں کی تعداد کتنی ہے"۔ صفدر نے کہا۔

"کوٹھی کا جائزہ لے لیں پھر جو مناسب ہوگا کر لیں گے"۔ جولیا نے کہا تو تنویر اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ جولیا نے کار ماڈل کالونی کی جانب موڑی اور کوٹھیوں کے نمبر دیکھتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ نیا اور جدید طرز کا بنا ہوا خوبصورت علاقہ تھا جہاں بڑی اور شاندار کوٹھیاں قطار در قطار بنی ہوئی تھیں۔ ان پر باقاعدہ ترتیب میں نمبرز موجود تھے۔ جس کی وجہ سے کوٹھی نمبر ایک سو تیس ڈھونڈنے میں انہیں دقت نہ ہوئی تھی۔

کوٹھی خاصی بڑی اور شاندار تھی۔ براؤن رنگ کے آہنی گیٹ کے پاس ایک باوردی گن بردار محافظ کھڑا تھا۔ گیٹ کے پاس ماربل کی ایک نیم پلیٹ تھی جس پر ڈاکٹر اے آر رندھاوا لکھا ہوا تھا۔ جولیا سرسری انداز میں کوٹھی کو دیکھتی ہوئی کار آگے بڑھا لے گئی۔

"یہاں تو باقاعدہ پہرے دار موجود ہے"۔ صفدر نے کہا۔

"مجرموں کے اڈوں پر پہرے دار نہیں ہوں گے تو اور کہاں ہوں گے"۔ تنویر نے جلدی سے کہا۔

"میرا مطلب ہے وہ عام سا سیکورٹی مین لگتا ہے۔ اس کے چہرے پر کوئی پیشہ ور غنڈے یا مجرموں والی کوئی بات نظر نہیں آ رہی تھی"۔ صفدر نے کہا۔

"ہونہہ، تم نجانے کس الجھن کا شکار ہو۔ مجھے تو وہ شکل وصورت سے ہی چھٹا ہوا بدمعاش اور غنڈہ دکھائی دے رہا تھا"۔ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر اے آر رندھاوا۔ یہ نام کچھ جانا پہچانا سا لگتا ہے"۔ جولیا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"نام تو میرا بھی جانا پہچانا اور سنا ہوا ہے"۔ صفدر نے جولیا کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایک نام کے ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ ہیں اس دنیا میں"۔ تنویر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ جولیا نے کار ایک جانب موڑی۔ وہ اردگرد کے علاقے کا جائزہ لے رہی تھی مگر کوٹھی نمبر ایک سو تیس دوسری کوٹھیوں میں گھری ہوئی تھی۔ اس کوٹھی کے پچھواڑے بھی کوٹھیاں موجود تھیں۔ وہاں ایسا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا جہاں سے وہ چھپ چھپا کر اس کوٹھی میں داخل ہو سکتے۔

"کیا کہتے ہو صفدر"۔ جولیا نے ایک جگہ کار روکتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں پچھلی کوٹھی سے اس کوٹھی میں داخل ہونا پڑے گا۔ تاکہ دشمنوں کو ہم پوری طرح گھیر سکیں"۔ صفدر نے کہا۔

"جبکہ میرا خیال ہے کہ ہمیں مین گیٹ سے ہی اندر جانا چاہیئے۔ مجرم سوائے مین گیٹ کے کسی اور طرف سے بھاگنے کی کوشش نہیں کر سکتے"۔ تنویر نے کہا۔

"تنویر ٹھیک کہہ رہا ہے صفدر۔ چیف نے ہمیں کلنگ آرڈر دیا

ہے۔ہمیں واقعی کوٹھی کے سیدھے راستے سے اندر داخل ہونا چاہیئے۔ جو بھی ہمارے راستے میں آئے ہمیں اس کو اڑانا ہوگا"۔جولیا نے کہا تو اس کی بات سن کر تنویر کا چہرہ یکلخت دمک اٹھا۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔صفدر نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"آؤ، میں اس پہرے دار سے بات کرتی ہوں۔ یہ علاقہ بالکل خاموش ہے۔اس کوٹھی کے سوا کسی اور کوٹھی کے گیٹ پر پہرے دار دکھائی نہیں دے رہا۔ہم اسے آسانی سے کور کر لیں گے"۔جولیا نے کہا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر وہ تینوں کار سے نکل آئے اور ایک ساتھ کوٹھی نمبر ایک سو تینس کی جانب بڑھنے لگے۔

ان تینوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کوٹھی کا محافظ مستعد ہو گیا اور غور سے ان کی جانب دیکھنے لگا۔خاص طور پر اس کی نظریں جولیا پر جمی ہوئیں تھیں۔کیونکہ وہ سوئس نژاد تھی اور تنویر اور صفدر سے الگ ہی نظر آ رہی تھی۔

"فرمایئے"۔پہرے دار نے انہیں قریب آتے دیکھ کر خوش اخلاقی سے پوچھا۔

"ہم ڈاکٹر رندھاوا صاحب سے ملنا چاہتے ہیں"۔جولیا نے کہا تو پہرے دار چونک پڑا کیونکہ جولیا اس سے مقامی زبان میں بات کر رہی تھی اور ایک غیر ملکی لڑکی کو اتنی صاف مقامی زبان میں بات کرتے دیکھ کر پہرے دار حیران رہ گیا تھا۔

"آپ لوگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں"۔پہرے دار نے اپنی

حیرت مٹاتے ہوئے جلدی سے پوچھا۔

"میرا نام مس مارتھا ہے۔ڈاکٹر صاحب مجھے جانتے ہیں۔ مجھے انہوں نے خود یہاں بلایا ہے"۔جولیا نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا، آپ رکیئے۔میں اندر انٹرکام پر انہیں اطلاع کر کے آتا ہوں"۔پہرے دار نے کہا۔اس نے پلٹ کر گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا۔

"چلو"۔جولیا نے بیگ سے اپنا مشین پسٹل نکالتے ہوئے کہا۔ تنویر اور صفدر نے کوٹ کی جیبوں سے اپنے پسٹل نکالے اور تیزی سے کھلے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔انہیں اندر آتے دیکھ کر پہرے دار جو کوٹھی کے سائیڈ پر بنے کیبن کی طرف بڑھ رہا تھا یکلخت چونک کر رک گیا۔

"ارے ارے، میں نے آپ کو باہر رکنے کے لئے کہا تھا"۔اس نے تیز لہجے میں کہا۔پھر اس کی نظر ان کے ہاتھوں میں موجود پسٹلز پر پڑی تو وہ بوکھلا کر اپنی گن سیدھی کرنے ہی لگا تھا کہ ٹھک کی آواز کے ساتھ تنویر کی مشین پسٹل سے ایک گولی نکل کر عین اس محافظ کی کھوپڑی میں جا لگی۔پہرے دار کی کھوپڑی کے پرخچے اڑ گئے تھے۔وہ منہ سے آواز نکالے بغیر الٹ کر گر پڑا۔

"تمہاری گن پر سائیلنسر لگا ہوا ہے۔گڈ"۔جولیا نے کہا۔اسی لمحے اسے دائیں طرف سے کسی کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔تنویر تیزی سے پلٹا۔ایک بہت بڑا اور سیاہ رنگ کا بلڈاگ ایک درخت کے

پاس سے اٹھ کر بھونکتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ تنویر کی گن سے ایک اور شعلہ نکلا اور کتا فضا میں اچھل کر دور جا گرا اور بری طرح سے تڑپنے لگا۔

کوٹھی بے حد وسیع تھی۔ دائیں بائیں وسیع لان تھا۔ جہاں درخت اور گھاس دکھائی دے رہی تھی۔ سامنے رہائشی عمارت تھی۔ عمارت سے مین گیٹ تک اینٹوں سے بنا ہوا راستہ موجود تھا۔ رہائشی عمارت کے سامنے دو نئے ماڈل کی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ان کے قریب مشین گنوں سے مسلح چار افراد موجود تھے۔ کتے کے بھونکنے او ان تینوں کو دیکھ کر وہ بری طرح سے چونک پڑے۔ دوسرے ہی لمحے انہوں نے اپنی گنیں سیدھی کیں اور تڑاتڑ ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ لیکن جولیا، صفدر اور تنویر تینوں اپنی جگہ چھوڑ چکے تھے۔ صفدر چھلانگ لگا کر کیبن کی آڑ میں ہو گیا تھا جبکہ جولیا اور تنویر دوڑ کر درختوں کے پیچھے چلے گئے تھے۔

"کون ہو تم لوگ۔ سامنے آؤ ورنہ تمہیں بھون کر رکھ دیں گے" ایک محافظ نے دور سے چیختے ہوئے کہا۔ فائرنگ کی آواز سن کر عمارت کی دوسری طرف موجود چار اور گن بردار محافظ بھی بھاگتے ہوئے اس طرف آ گئے"۔ ان کے ہاتھوں میں بھی مشین گنیں تھیں۔ جولیا نے تنویر کو اشارہ کیا تو تنویر نے اثبات میں سر ہلایا اور اس نے اچانک درخت کے پیچھے سے نکل کر کاروں کی طرف فائرنگ کرتے ہوئے ایک دوسرے درخت کی طرف چھلانگ لگا دی۔ پہرے

داروں نے اسے بھاگتے دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے اس درخت کی طرف گنوں کا رخ کر کے مسلسل فائرنگ شروع کر دی۔ جولیا اور صفدر کے لئے یہ موقع کافی تھا۔ وہ دونوں اپنی جگہوں سے نکلے اور انہوں نے یکدم ان پہرے داروں پر فائرنگ کر دی۔ فضا خوفناک دھماکوں کے ساتھ انسانی چیخوں سے بری طرح سے گونج اٹھی تھی۔ پہرے دار بوکھلاہٹ میں چاروں طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایسا ماحول بن گیا جیسے وہاں دو دشمن پارٹیاں ایک دوسرے سے ٹکرا گئی ہوں۔

جولیا، تنویر اور صفدر درختوں کی آڑ لیتے ہوئے اور زمین پر لوٹ لگا لگا کر ان کو اپنا نشانہ بنا رہے تھے۔ چند ہی لمحوں میں وہ آٹھ کے آٹھ محافظوں کو ہلاک کر لینے میں کامیاب ہو گئے۔

"میرا خیال ہے یہاں یہی آٹھ محافظ تھے۔ صفدر تم یہیں رکو میں اور تنویر اندر جاتے ہیں۔ ہمیں جلد سے جلد اپنا کام ختم کرنا ہے۔ یہ رہائشی علاقہ ہے۔ فائرنگ کی وجہ سے کسی بھی وقت پولیس یہاں آ سکتی ہے ہمیں ان کے آنے سے پہلے یہاں سے نکلنا ہے"۔ جولیا نے تیز لہجے میں کہا۔ صفدر نے اثبات میں سر ہلایا تو تنویر اور جولیا احتیاط سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے عمارت کی جانب دوڑتے چلے گئے۔ کاریڈور میں بے شمار کمروں کے دروازے نظر آ رہے تھے جو دو راستوں پر مشتمل تھے۔ ایک راستہ دائیں طرف جاتا تھا اور دوسرا بائیں طرف۔

"مس جولیا آپ دائیں طرف جائیں میں بائیں طرف جاتا ہوں"۔

تنویر نے کہا۔ جولیا نے اثبات میں سرہلایا اور دائیں طرف چلی گئی۔
جیسے ہی وہ راہداری میں داخل ہوئی۔ سامنے اسے ایک محافظ دکھائی
دیا۔ جولیا بجلی کی سی تیزی سے پلٹ کر دیوار کے ساتھ لگ گئی۔
کیونکہ اس محافظ نے اسے دیکھتے ہی اس پر فائرنگ کر دی تھی۔ اگر
جولیا ایک لمحہ مخالف سمت میں چھلانگ لگانے کی دیر کرتی تو جانے
کتنی گولیاں اس کے جسم میں اتر جاتیں۔ جولیا کے دوسری طرف
کودتے ہی محافظ نے فائرنگ روک دی تھی۔ کودتے ہوئے جولیا نے
اس محافظ کی پوزیشن دیکھ لی تھی۔ وہ سامنے ایک ستون کی اوٹ میں
تھا۔ جولیا نے مشین پسٹل دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا۔ اس نے
ایک دو لمحے انتظار کیا اور پھر اس نے اچانک راہداری کی طرف
چھلانگ لگاتے ہوئے مسلسل اس ستون کی طرف فائرنگ کرنا
شروع کر دی جہاں دشمن چھپا ہوا تھا۔ جولیا کو دیوار کی طرف کودتے
دیکھ کر وہ ستون کی آڑ سے باہر آگیا تھا اور یہی وہ لمحہ تھا جب جولیا نے
راہداری میں چھلانگ لگاتے ہوئے اس کی طرف فائرنگ کی تھی۔
محافظ گولیاں کھا کر پیچھے ستون سے ٹکرایا اور پھر ایک دھماکے سے
نیچے گر گیا اس کے حلق سے نکلنے والی چیخیں بے حد دلدوز تھیں۔ وہ
زمین پر گر کر چند لمحوں کے لئے تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا۔

اسی لمحے دوسری راہداری سے گولیاں چلنے اور انسانی چیخوں کی
آوازیں سنائی دیں۔ شاید دوسری طرف کچھ اور محافظ موجود تھے جن کو
تنویر نشانہ بنا رہا تھا۔ اس راہداری میں شاید یہی ایک محافظ تھا۔ جولیا

محافظ کو گولیاں مار کر کروٹ بدل کر تیزی سے دیوار کے ساتھ جا لگی
تھی۔ مگر دوبارہ نہ اس پر فائرنگ ہوئی تھی اور نہ ہی کوئی اس طرف آیا
تھا۔

جولیا اٹھی اور پھر وہ احتیاط سے کمروں کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ چند
کمروں کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ ان میں کوئی نہیں تھا۔ دو کمروں
کے دروازے البتہ بند تھے۔ جولیا نے احتیاط کے ساتھ ایک دروازے
پر لات مار کر دروازہ توڑا اور تیزی سے پیچھے ہٹ کر دیوار سے چپک
گئی۔ اس نے سن گن لی مگر اندر سے کوئی آواز سنائی نہ دی۔ جولیا چند
لمحے وہیں رکی رہی پھر اس نے اندر جھانکا تو اسے وہاں کاٹھ کباڑ کا ڈھیر
نظر آیا۔ جولیا تیزی سے اندر داخل ہو گئی مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ جولیا
نے دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا تو اسے وہاں دو ملازم دکھائی دیئے جو
شاید فائرنگ کے خوف سے وہاں چھپے ہوئے تھے۔ جولیا جیسے ہی اندر
داخل ہوئی ان دونوں ملازموں کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل
گئیں اور دونوں گھبرا کر ایک دوسرے سے چمٹ گئے تھے۔

" خبردار، اگر کوئی حرکت کی تو گولی مار دوں گا" ۔ جولیا نے ان سے
کرخت لہجے میں کہا۔ اس کی تیز نظریں پورے کمرے کا جائزہ لے رہی
تھیں۔

" نن، نہیں۔ نہیں ہم کوئی حرکت نہیں کریں گے۔ آپ نے جو
کچھ لوٹنا ہے لوٹ لو" ۔ ایک ملازم نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

" بکو مت۔ دوسری طرف منہ کرکے کھڑے ہو جاؤ" ۔ جولیا غرائی

تو وہ دونوں الگ ہو کر جلدی سے دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے ۔ان کے جسم واضح طور پر کانپ رہے تھے ۔جولیا نے دیکھ لیا تھا کمرے میں ان دونوں کے سوا کوئی موجود نہیں تھا۔

جولیا احتیاط سے آگے بڑھی اور اس نے ان ملازموں کے پیچھے جا کر یکے بعد دیگرے ان کے سروں پر گن کے دستے مار کر انہیں بے ہوش کر دیا اور پھر کمرے سے باہر نکل آئی ۔اس نے ایک بار پھر احتیاط کمروں میں جھانکا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔وہ راہداری کے سرے پر آئی تو تنویر بھی اس طرف آ گیا۔

" میں نے سب کو ماردیا ہے مس جولیا "۔تنویر نے کہا۔

" ٹھیک ہے چلو "۔جولیا نے اثبات میں سرہلا کر کہا پھر وہ تیزی سے عمارت سے باہر آ گئے ۔صفدر نے انہیں عمارت سے نکلتے دیکھا تو وہ درخت کی اوٹ سے نکل کر ان کے سامنے آ گیا۔

" کوئی آیا تو نہیں "۔جولیا نے صفدر سے پوچھا۔

" نہیں، میں نے آپ کے اندر جانے کے بعد چاروں طرف دیکھ لیا تھا۔ان آٹھ نو افراد کے سوا یہاں کوئی نہیں تھا۔میں نے باہر بھی جا کر دیکھا تھا۔گولیوں کی آواز سن کر لوگ اپنے گھروں میں ہی دبکے ہوئے ہیں۔کسی میں باہر آنے کی ہمت تک نہیں ہو رہی "۔صفدر نے کہا۔

" تو پھر نکلو یہاں سے "۔جولیا نے کہا اور پھر وہ تینوں تیزی سے کوٹھی سے نکلتے چلے گئے ۔باہر واقعی بدستور خاموشی چھائی ہوئی تھی

موقع اچھا تھا وہ تینوں بھاگتے ہوئے وہاں سے نکلتے چلے گئے ۔جولیا نے صفدر کو اس کی کار کے پاس ڈراپ کیا اور پھر دونوں کاریں مین روڈ کی طرف دوڑتی چلی گئیں۔جیسے ہی وہ مین روڈ پر پہنچے انہیں کئی پولیس گاڑیاں اس طرف آتی دکھائی دیں اور پھر پولیس کی گاڑیاں ان کے قریب سے گزرتی چلی گئیں۔وہ چونکہ اس ایریئے سے خاصے دور آ گئے تھے اس لئے کسی نے ان کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

جیسے ہی سگریٹ زمین پر گر کر پھٹا اور وہاں دھواں پھیلا عمران
نے یکلخت چھلانگ لگا دی۔ جیسے ہی عمران نے اپنی جگہ سے چھلانگ
لگائی اسی لمحے شی کاؤ، جیلر چوہدری شہباز اور وہاں موجود سیاہ پوشوں
نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ کمرہ دھماکوں کی شدید آوازوں سے
گونج اٹھا تھا۔ اگر چھلانگ لگانے میں اسے ایک لمحے کی بھی دیر ہو جا
تی تو اس کا جسم مکھیوں کا چھتہ بن جاتا۔

عمران چھلانگ لگا کر دیوار کی طرف آیا پھر مسلسل جمناسٹک
مظاہرہ کرتے ہوئے وہ قلابازیاں کھاتا ہوا اس موٹے گدے پر جا
جس پر وہ اوپر سے گرا تھا۔

گدے پر آتے ہی اس نے لوٹ لگائی اور گدے کی دوسری طرف
گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اندرونی جیب سے مشین پسٹل نکال
ہاتھ میں لے لیا اور پھر اس نے گدے کے پیچھے سے نکل کر یکلخت ا

طرف تڑتڑا گولیاں برسانا شروع کر دیں جس طرف مشین گن بردار
سیاہ پوش موجود تھے۔ کمرہ گولیوں کے دھماکوں کے ساتھ انسانی
چیخوں سے بری طرح سے گونجنے لگا تھا۔ سگریٹ کا دھواں اس قدر
کثیف تھا کہ ہال نما کمرے میں جیسے مکمل طور پر اندھیرا چھا گیا تھا۔
اس دھویں کے اندھیرے میں گولیاں چلنے سے جو شعلے چمکتے ہیں وہ
بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے جس سے عمران کو بھی اس بات کا
اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا کہ گولیاں کہاں کہاں سے چل رہی تھیں۔
اس دھویں کی وجہ سے البتہ شی کاؤ، جیلر چوہدری شہباز اور مشین
گن بردار سیاہ پوشوں نے بری طرح سے کھانسنا شروع کر دیا تھا جس
کی وجہ سے عمران کو ان کا نشانہ لینے میں آسانی ہو رہی تھی۔ وہ یہی
کوشش کر رہا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس موٹے گدے کے پیچھے
رہے ورنہ اندھیرے میں چلنے والی گولیاں یقینی طور پر اس کا مزاج
پوچھ سکتی تھیں۔

" زمین پر لیٹ جاؤ۔ وہ اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر ہمیں نشانہ بنا رہا
ہے"۔ اچانک شی کاؤ نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

" گدے کی طرف فائرنگ کرو۔ وہ گولیوں سے بچنے کے لئے
گدے کے پیچھے ہو گیا ہو گا"۔ شی کاؤ نے پھر چیخ کر کہا تو عمران اس کی
ذہانت کا قائل ہو گیا۔ وہ گدے کے ساتھ بری طرح سے چپک گیا
کیونکہ اچانک گدے پر زبردست فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ فائرنگ
اس قدر تیز اور شدید تھی کہ عمران کو ان پر جوابی فائرنگ کرنے کا

موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔

عمران چند لمحے انتظار کرتا رہا لیکن جب اسے فائرنگ کرنے کا موقع نہ ملا تو اس نے اپنے دائیں پیر کے بوٹ کو مخصوص انداز میں زمین پر مارا تو بوٹ کی ایڑی ذرا سی کھسک گئی۔ عمران نے پیر موڑ کر جلدی سے ایڑی کو انگلیوں سے گھمایا۔ بوٹ کی ایڑی میں بنے ہوئے خانے میں سے عمران نے ایک چھوٹا سا کیپسول نکالا اور اسے کمرے کی دوسری طرف اچھال دیا۔ زمین پر ٹکرا کر کیپسول ایک ہلکے سے دھماکے سے پھٹا۔ جیسے ہی کیپسول پھٹا کمرے میں ہونے والی فائرنگ یکدم رک گئی۔ کیپسول کی زود اثر گیس نے وہاں موجود تمام افراد کو ایک لمحے سے بھی کم وقفے میں بے ہوشی کی دنیا میں پہنچا دیا تھا۔ عمران نے کیپسول پھینکتے ہی اپنا سانس روک لیا تھا۔ وہ چند لمحے اسی طرح دبکا رہا پھر بوٹ کی ایڑی درست کر کے وہ احتیاط کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ کمرے میں یکلخت موت کی سی خاموشی چھا گئی تھی۔

عمران نے کچھ دیر سانس روکے رکھا پھر اس نے آہستہ آہستہ سانس لینا شروع کر دیا۔ گیس کا اثر جلد ہی ختم ہو گیا تھا اور اب کمرے سے سیاہ دھواں بھی زائل ہوتا جا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے کمرے میں پھر سے روشنی بھرتی جا رہی تھی۔ عمران نے دیکھا جیلر چوہدری شہباز اور سیاہ پوش وہاں لیٹے پڑے تھے۔ ان میں کچھ ہلاک ہو چکے تھے اور کچھ بے ہوش پڑے تھے جو افراد ہلاک ہو چکے تھے ان کے گرد خون کے تالاب بنے ہوئے تھے مگر شی کاؤ وہاں کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ شاید

موقع کا فائدہ اٹھا کر وہاں سے نکل گیا تھا۔ عمران آگے بڑھ کر ان سیاہ پوشوں کے نقاب نوچنے لگا۔ وہ سب کے سب مقامی غنڈے تھے۔ جن میں سے عمران کسی ایک کو بھی نہیں پہچانتا تھا۔

ان دنوں عمران چونکہ بالکل فارغ تھا۔ اس کے پاس کوئی کیس نہیں تھا اس لئے وہ سارا سارا دن اپنے فلیٹ میں ہی گھسا رہتا تھا اور فلیٹ میں اسے سوائے کتابیں پڑھنے، آرام کرنے اور چائے پینے کے ساتھ ساتھ سلیمان سے نوک جھونک کرنے کے کوئی کام نہیں تھا۔ پھانسی کے مجرم عبدالشکور کے بارے میں اسے سلیمان نے ہی بتایا تھا۔ سلیمان کی جب سنٹرل جیل کے جیلر چوہدری شہباز سے بات ہوئی تو اس نے کہا کہ وہ عمران صاحب سے کہے کہ عبدالشکور نامی ایک پیشہ ور قاتل جسے کل صبح پھانسی دی جانے والی تھی۔ اپنی آخری خواہش کے تحت عمران سے ملنا چاہتا تھا۔ وہ مرنے سے پہلے عمران کو کوئی اہم پیغام یا راز کی بات بتانا چاہتا تھا۔ عمران نے اخبارات میں اس مجرم کے بارے میں خاصی تفصیلات پڑھ رکھی تھی۔ وہ حیران ہو رہا تھا کہ پھانسی کے مجرم کو اس سے کیا کام ہو سکتا ہے۔ وہ مرنے سے پہلے اس سے ملنے کی کیوں خواہش کر رہا ہے اور وہ اسے کون سی اہم بات بتانا چاہتا ہے اور سب سے اہم بات کہ وہ اسے کس طرح اور کس حیثیت سے جانتا ہے۔ فون چونکہ سنٹرل جیل کے ذمہ دار جیلر کی طرف سے آیا تھا اور معاملہ بھی عمران کی سمجھ سے باہر تھا اس لئے اس نے اس مجرم سے ملنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور ان دنوں اس کی کوئی

مصروفیت بھی نہیں تھی۔ فلیٹ میں رہ رہ کر اور خشک موضوعات
کی کتابیں پڑھ پڑھ کر اس کا دماغ بھی چونکہ خشک ہو چکا تھا اس لئے
اس نے خود کو فریش کرنے کے لئے جان بوجھ کر ٹیکنی کلر لباس پہنا تھا
اور پھر وہ پورے طمطراق کے ساتھ سنٹرل جیل جا پہنچا تھا۔ سر سلطان
کا وزیٹنگ کارڈ اور اس جیسے کارڈز کی اس کی جیب میں کوئی کمی نہیں
تھی۔ اپنے ایجاد کردہ سائنسی ہتھیار اور مشین پسٹل وہ ہر وقت اپنے
ساتھ رکھتا تھا جن کی اس کو کبھی بھی اور کسی بھی وقت ضرورت پیش
آسکتی تھی۔

جیل میں آتے ہی اس کے ذہن میں عجیب سے خدشات سر
ابھارنے لگے تھے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے یہاں اسے کسی خاص
مقصد کے لئے بلایا گیا ہے مگر وہ مقصد کیا تھا یہی جاننے کے لئے
عمران ہر قسم کی احتیاط بالائے طاق رکھ کر اس بیرک میں چلا گیا تھا۔
حالانکہ جس مجرم کو دیوار کے ساتھ زنجیروں سے جکڑ کر باندھا گیا تھ
عمران نے اس کے بال اور داڑھی مونچھیں دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ وہ
نقلی ہیں۔ مگر پھر اس کے پیروں کے نیچے سے زمین ہٹا کر اسے اس تہہ
خانے میں پھینک دیا گیا اور اس کے سامنے شی کاؤ آیا تو عمران سوچ
میں پڑ گیا۔ شی کاؤ کو دیکھ کر عمران چونک پڑا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھ
جیسے وہ اس شخص کو جانتا ہو۔ شی کاؤ کا چہرہ، اس کی آنکھیں اور اس کے
بات کرنے کا انداز اس بات کا پتہ دیتا تھا کہ وہ انتہائی چالاک، عقلمند
اور نہایت خطرناک مجرموں میں سے ایک ہے۔

شی کاؤ کے کہنے کے مطابق اسے عمران کی ہلاکت کا مشن دیا گیا تھا۔
وہ یہاں صرف عمران کو ہلاک کرنے کے لئے آیا تھا مگر عمران کا ذہن
اس بات کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ اگر شی کاؤ کا مقصد اسے ہلاک
کرنے کا ہی تھا تو اسے اتنا لمبا کھڑاگ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس
نے خود کو ڈیتھ ماسٹر بتایا تھا پھر تو وہ اسے کہیں بھی ہلاک کر سکتا تھا
اور سب سے بڑی بات کہ بیرک کا فرش ہٹا کر انہوں نے جس طرح
اسے نیچے پھینکا تھا اگر وہ نیچے موٹا گدا نہ رکھتے تو عمران کے ٹکڑے ہو
سکتے تھے۔ پھر انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ یہی باتیں عمران کے
لئے الجھن کا باعث بنی ہوئی تھیں۔ عمران کو اس بات پر بھی حیرت ہو
رہی تھی کہ اس نے دھوئیں کی تاریکی میں خود شی کاؤ کی آواز سنی تھی۔
پھر جب اس نے بے ہوش کرنے والی گیس کا کیپسول پھینکا تو سب
بے ہوش ہو گئے تھے صرف وہاں سے شی کاؤ غائب ہوا تھا۔ جس کا یہی
مطلب ہو سکتا تھا کہ وہ کیپسول پھٹنے سے قبل ہی وہاں سے نکل گیا
تھا۔

مرنے والوں میں جیلر چوہدری شہباز بھی شامل تھا۔ عمران نے
نفرت زدہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر سر جھٹک کر وہ
دروازے کی طرف چل دیا۔

عمران نے آگے بڑھ کر دروازے کا ہینڈل پکڑ کر کھینچا تو دروازہ
کھلتا چلا گیا۔ شی کاؤ نے باہر سے دروازہ بند نہیں کیا تھا۔ سامنے ایک
طویل راہداری نظر آ رہی تھی جہاں روشنی کا بھی انتظام تھا۔ عمران

مشین پسٹل ہاتھ میں لئے اس راہداری میں چلنے لگا۔ سرنگ
راہداری خاصی طویل تھی۔ مگر وہاں دور دور تک کوئی نظر نہیں آ
تھا۔ چلتے چلتے عمران راہداری کے سرے پر آ گیا۔ وہاں بھی ایک درو
موجود تھا۔ عمران نے احتیاط سے دروازہ کھولا اور تیزی سے سائیڈ
دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ مگر دوسری طرف سے کوئی رد عمل ظاہر نہ
تو وہ احتیاط سے سر نکال کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ وہ ایک چھوٹا
کمرہ تھا جو بالکل خالی تھا۔ عمران کمرے میں آیا تو اسے ایک طرف
سیڑھیاں اوپر جاتی ہوئیں نظر آئیں۔ وہ تیزی سے اوپر چڑھنے لگا۔ ا
ایک اور دروازہ تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور باہر آ گیا۔ وہ ایک پرا
طرز کا چھوٹا سا مکان تھا جو بالکل خالی تھا۔

"حیرت ہے۔ یہ میں کن بھول بھلیوں میں الجھ گیا ہوں"۔ عمر
نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

مکان سے باہر آ کر اس نے دیکھا وہ اس وقت سنٹرل جیل سے ک
دور ایک متوسط علاقے میں موجود تھا۔ دور سے اسے سنٹرل جیل ک
گیٹ دکھائی دے رہا تھا۔ جہاں وہی دو سنتری مستعد کھڑے تھے
البتہ وہاں عمران کی کار دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس کی کار کو
شی کاؤ لے گیا تھا یا پھر احتیاط کے پیش نظر جیلر چوہدری شہباز نے ا
کہیں غائب کرا دیا تھا۔

عمران چند لمحے سوچتا رہا پھر وہ دوبارہ مکان کے اندر آ گیا۔
ایریئے میں وہ موجود تھا وہاں سے کچھ ہی دور صدیقی رہائش پذیر

عمران نے واچ ٹرانسمیٹر پر اسے کال کر کے اپنے پاس بلانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ایک تو وہ اپنے ٹیکنی کلر لباس سے جان چھڑانا چاہتا تھا دوسرے وہ میک اپ کر کے سنٹرل جیل کے عملے سے بات چیت کر کے جیلر چوہدری شہباز اور شی کاؤ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مکان میں آ کر اس نے اپنی ریسٹ واچ کا ونڈ بٹن کھینچا ہی تھا کہ اس کے اردگرد دو ہلکے ہلکے دھماکے ہوئے عمران دھماکوں کی آواز سن کر بری طرح سے اچھل پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی سانس روکتا اس کا ذہن زور سے چکرایا اور یکلخت اس کے ذہن پر اندھیرا سا چھاتا چلا گیا۔ عمران نے سر جھٹک کر اندھیرا دور کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ دوسرے ہی لمحے وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی مانند زمین پر گرتا چلا گیا۔

"میرا خیال ہے یہی ہے وہ کار۔اس کا رنگ، اس کا ماڈل اور اس
نمبر بھی وہی ہے جو چیف نے بتایا تھا"۔خاور نے ہوٹل وائٹ روز
پارکنگ میں سیاہ رنگ کی ایک نئے ماڈل کی کار کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے کہا تو صدیقی اور نعمانی نے چونک کر اس کار کو دیکھا اور اثبات
میں سر ہلا دیا اور پھر وہ تینوں اپنی کار سے نکل کر باہر آگئے اور اس
کے قریب آگئے جس کے بارے میں خاور نے بتایا تھا۔

"ہاں، یہی ہے وہ کار"۔صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہو
کہا۔اسی لمحے پارکنگ کا سیکورٹی مین تیز تیز چلتا ہوا ان کے قریب آگیا

"آپ میں سے صدیقی کس کا نام ہے"۔سیکورٹی مین نے ا
تینوں کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں ہوں"۔صدیقی نے آگے بڑھ کر کہا۔

"آپ کے ساتھیوں کا کیا نام ہے"۔سیکورٹی مین نے سنجیدگی

پوچھا تو صدیقی نے اسے خاور اور نعمانی کا نام بتا دیا۔

"ٹھیک ہے۔یہ لیجئے اس کار کی چابی۔ایک صاحب نے اس کار کی
چابی دیتے ہوئے مجھ سے کہا تھا کہ یہاں تین صاحبان آئیں گے۔
انہوں نے مجھے آپ تینوں کے نام بتائے تھے اور کہا تھا کہ میں آپ
لوگوں سے آپ کے نام پوچھ کر چابی آپ کے حوالے کر دوں"۔
سیکورٹی مین نے جیب سے ایک چابی نکال کر صدیقی کی طرف بڑھاتے
ہوئے کہا۔

"جس شخص نے تمہیں اس کار کی چابی دی تھی اس نے اپنا نام
بتایا تھا تمہیں"۔صدیقی نے اس سے چابی لیتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔انہوں نے اپنا نام علی عمران بتایا تھا"۔سیکورٹی مین
نے جواب دیا تو صدیقی، نعمانی اور خاور عمران کا نام سن کر بری طرح
سے چونک پڑے اور حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"اوہ، ٹھیک ہے تم جاؤ۔ہم اس کار کو لے جاتے ہیں"۔صدیقی
نے کہا تو سیکورٹی مین انہیں سلام کر کے ایک طرف چلا گیا۔

"حیرت ہے، عمران صاحب کو کار یہاں لا کر پارک کرنے کی کیا
ضرورت تھی۔وہ اس کار کو ہم میں سے کسی ایک کے حوالے بھی تو کر
سکتے تھے"۔خاور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں، حیرانی کی تو بات ہے لیکن ہو سکتا ہے عمران صاحب کسی
اہم معاملے میں الجھے ہوئے ہوں اور وہ ہم میں سے کسی کے سامنے نہ
آنا چاہتے ہوں۔پھر چیف نے بھی تو ہمیں یہیں سے اس کار کو حاصل

کرنے کا حکم دیا تھا۔ لگتا ہے پھر کوئی نیا پراسرار چکر شروع ہو گیا ہے"۔ صدیقی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"کیا معاملہ ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے عمران صاحب بھی ہمارے سامنے آنے سے کترا رہے ہیں اور چیف ہمیں پراسرار انداز میں اس کار کو حاصل کرنے کے احکامات دے رہے ہیں اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ اس بار چیف نے ہمارے سپرد کام بھی کس قدر انوکھا کیا ہے۔ ہونہہ"۔ خاور نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چپ رہو خاور۔ یہ جگہ ایسی باتیں کرنے کے لئے مناسب نہیں ہے"۔ نعمانی نے تیز لہجے میں کہا۔ صدیقی نے کار کا لاک کھولا اور اندر سے ڈگی کھولنے کا بٹن پریس کر دیا۔

"نعمانی دیکھو ڈگی میں بیگ موجود ہیں"۔ صدیقی نے کہا تو نعمانی نے سر ہلا کر ڈگی کھول لی۔ وہاں تین بڑے بڑے چرمی بیگ موجود تھے

"ہاں، تین بیگ موجود ہیں"۔ نعمانی نے کہا۔

"نکال لو انہیں اور کار میں بیٹھو"۔ صدیقی نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ نعمانی اور خاور نے ڈگی سے بیگ نکال لئے۔ نعمانی نے ڈگی بند کی اور پھر وہ بیگ لے کر کار میں بیٹھ گئے۔

"خاصے وزنی بیگ ہیں"۔ خاور نے کہا۔ صدیقی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے چابی اگنیشن میں لگا کر کار اسٹارٹ کی اور اسے بیک کرنے لگا۔ پھر وہ کار کو گیئر بدل کر تیزی سے ہوٹل کی پارکنگ سے باہر نکالتا لے گیا۔

"ہاں اب بتاؤ، کیا کہہ رہے تھے تم"۔ صدیقی نے کار مین روڈ پر لاتے ہوئے خاور سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"کیوں، اب کیوں۔ پہلے کیا تھا"۔ خاور نے کہا۔

"اس وقت ہم ایک ہوٹل کی پارکنگ میں تھے۔ کوئی ہماری باتیں سن لیتا تو"۔ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، وہاں کون ہماری باتیں سن سکتا تھا۔ سیکورٹی مین کار کی چابی دے کر واپس چلا گیا تھا"۔ خاور نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"وہاں اور کاریں بھی تو موجود تھیں۔ کیوں بھولتے ہو کاروں کے بھی کان ہو سکتے ہیں"۔ نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

"ہونہہ، کاروں کے کان"۔ خاور نے بدستور منہ بناتے ہوئے کہا۔

"خیر تو ہے آج تم بات بات پر منہ بنا رہے ہو۔ تنویر کی خاصیت تم میں تو منتقل نہیں ہو گئی۔ منہ بنانے اور جلے کٹے رہنے کی عادت تو اس کی ہے"۔ صدیقی نے مسکرا کر کہا۔ اس کی بات سن کر نعمانی کے ساتھ اس بار خاور بھی ہنس دیا تھا۔

"یہ بات نہیں ہے۔ تم خود سوچو ہم سیکرٹ ایجنٹ ہیں اور ہمارا کام غیر ملکی دشمنوں یا ملک کے مفاد کے خلاف کام کرنے والے مجرموں کی بیخ کنی ہے جو ہم کرتے آئے ہیں۔ لیکن اس بار چیف ہم سے مجرموں والے کام کرانا چاہ رہا ہے۔ ہمیں ان بیگوں میں دو دو

طاقتور بم دیئے گئے ہیں مجھے ان بموں کو ہوٹل گولڈ سٹار میں لگانے کا
حکم دیا گیا ہے۔ دو بم تم نے کہیں لگانے ہیں اور دو صدیقی نے۔ اس
کے بعد ہم تینوں کو اکٹھے ہو کر زیرو کالونی میں موجود ایک عمارت کو
میزائلوں سے اڑانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ مجرمانہ کارروائیاں نہیں ہیں
تو اور کیا ہیں"۔ خاور نے جلدی جلدی سے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے چیف ہمیں مجرم بنا رہا ہے۔ جن عمارتوں
میں ہمیں بم لگانے اور ایک عمارت کو میزائلوں سے اڑانے کا حکم دیا
گیا ہے کیا ان سے پاکیشیائی عوام یا حکام کو کوئی خطرہ پہنچ سکتا ہے۔
ان عمارتوں میں بم لگانے کا چیف کا کوئی اہم مقصد ہو گا اور جس
عمارت کو ہمیں میزائلوں سے اڑانے کا حکم دیا گیا ہے اس میں یقیناً
دشمن عناصر ہوں گے۔ چیف اور عمران صاحب ملک و قوم کی بقاء کے
لئے جان تو دے سکتے ہیں کسی بے گناہ اور معصوم انسان خاص طور
پر پاکیشیا کے تحفظ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے"۔

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہوٹل گولڈ سٹار بھی مجرموں کا کوئی اڈہ ہے
اور جن عمارتوں میں تم نے بم لگانے ہیں وہ بھی بڑے بڑے مجرموں
کے مسکن ہوں گے"۔ خاور نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے انگلسن روڈ پر ایک فوجی اڈے پر بم لگانے ہیں"۔ صدیقی نے
کہا۔

"اور مجھے چیف نے وزارت دفاع کے دفتر میں بم لگانے کا حکم دیا
ہے"۔ نعمانی نے جلدی سے کہا۔

"تو اب بتاؤ۔ فوجی اڈے اور وزارت دفاع کے دفتر میں بم لگانے
کا تم مطلب جانتے ہو۔ کیا وہاں بھی دشمن عناصر کی موجودگی ممکن ہو
سکتی ہے"۔ خاور نے کہا تو نعمانی اور صدیقی کے چہرے یکلخت زرد پڑ
گئے۔

"اوہ، واقعی یہ تو ہم نے سوچا ہی نہیں تھا۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر اور
وزارت دفاع کے دفتر میں بم لگانے کا چیف کا کیا مقصد ہو سکتا ہے"۔
صدیقی نے پریشانی کے عالم میں کہا اور اس نے ایک سڑک پر سائیڈ
میں کار لے جا کر روک دی۔

"تم لوگ اخبار نہیں پڑھتے شاید۔ ہوٹل گولڈ سٹار دارالحکومت کا
سب سے بڑا اور شاندار ہوٹل ہے جہاں ملکی اور غیر ملکی سیاست دانوں
کو ٹھہرایا جاتا ہے اور بعض اوقات اس ہوٹل کے کانفرنس ہال میں
ملکی معاملات بھی طے کئے جاتے ہیں اور ان دنوں پاکیشیا میں سارک
کانفرنس منعقد ہونے والی ہے جس میں غیر ملکی وزراء خاص طور پر
شرکت کرنے آ رہے ہیں اور اطلاعات کے مطابق وہ تمام وزراء اسی
ہوٹل میں قیام کریں گے اور انہیں صدر مملکت کی جانب سے پہلا
عشائیہ بھی اسی ہوٹل میں دیئے جانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ ان حالات
میں اگر وہاں ان بموں کا دھماکہ ہو جائے تو بتاؤ پاکیشیا کا کیا حال
ہو گا"۔ خاور نے کہا اور اس کی بات سن کر صدیقی اور نعمانی کی آنکھیں
واقعی حیرت کی زیادتی سے پھیلتی چلی گئیں۔

"اور سنو، زیرو کالونی میں موجود ہمیں جس عمارت کو راکٹوں اور

میزائلوں سے اڑانے کا حکم دیا گیا ہے وہ ہمارے ملک کے مایہ ناز سائنسدان سی ایم منیر کی ہے جنہوں نے حال ہی میں پاکیشیا کو اہم اور قیمتی میزائل بنا کر دیئے ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق اس کوٹھی کے نیچے انہوں نے ایک بڑی اور شاندار لیبارٹری قائم کر رکھی ہے۔ جہاں وہ میزائلوں پر جدید تجربات کرتے رہتے ہیں۔ چیف نے ایک لحاظ سے ہمیں پروفیسر سی ایم منیر اور ان کی جدید لیبارٹری کو تباہ کرنے کا حکم دیا ہے"۔ خاور نے کہا اور صدیقی اور نعمانی ہکا بکا رہ گئے۔ وہ دونوں خاور کی جانب ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے انہیں خاور کے ذہنی توازن کے بارے میں شک ہو۔

"اوہ، اوہ یہ تو مجرمانہ کارروائیاں ہیں۔ سراسر مجرمانہ کارروائیاں۔ اگر ایسا ہو گیا تو واقعی پاکیشیا کی سالمیت اور اس کی بقاء کا جنازہ نکل جائے گا۔ سات وزراء اعظموں کے قتل کا نتیجہ ملک و قوم کی تباہی کے سوا اور کیا نکل سکتا ہے"۔ صدیقی نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے یا تو چیف غدار ہو گیا ہے یا پھر" خاور کہتے کہتے رک گیا۔

"یا پھر"۔ صدیقی اور نعمانی کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"یا پھر ہمیں یہ حکم دینے والا چیف نہیں کوئی اور ہے"۔ خاور نے کہا تو صدیقی اور نعمانی بری طرح سے اچھل پڑے۔

"چیف کی آواز میں کوئی اور ہمیں کیسے حکم دے سکتا ہے۔ اور

بھی ہمارے سپیشل نمبروں پر"۔ صدیقی نے کہا۔

"ہونہہ، یہ بتاؤ چیف نے تمہیں کس وقت کال کی تھی"۔ خاور نے پوچھا۔

"دو بجے"۔ صدیقی نے جواب دیا۔

"اور تمہیں"۔ خاور نے نعمانی سے پوچھا۔

"تقریباً سوا دو بجے"۔ نعمانی نے جواب دیا۔ وہ دونوں حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے جو نجانے ان سے کیا کہنا چاہ رہا تھا۔

"اور مجھے چیف نے سب سے آخر میں یعنی ڈھائی بجے فون کیا تھا۔ سب سے پہلا فون چیف نے صدیقی کو کیا تھا۔ پھر نعمانی کو اور پھر مجھے صدیقی کے بعد ہم دونوں کو چیف نے پندرہ پندرہ منٹ کے وقفے کے بعد فون کیا تھا اور میرے حساب سے چیف نے ہم میں سے کسی کے ساتھ پندرہ منٹ تک بات نہیں کی ہو گی۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں"۔ خاور نے بڑے پراسرار انداز میں کہا۔

"ہاں، چیف نے مجھ سے دو تین منٹ سے زیادہ بات نہیں کی تھی"۔ صدیقی نے کہا۔

"مجھ سے بھی چیف نے دو منٹ بات کی تھی"۔ نعمانی نے بھی جلدی سے کہا۔

"اور مجھ سے بھی دو چار منٹ سے زیادہ بات نہیں ہوئی ہو گی۔ اب سنو چیف کو ہم میں سے کسی کے نمبر معلوم نہیں تھے۔ ہم تینوں نے اتفاقاً کچھ ہی روز قبل اپنے اپنے ٹھکانے تبدیل کئے ہیں اور جب

بھی ہم ٹھکانے تبدیل کرتے ہیں اس دوران اگر چیف کو ہماری ضرورت پڑ جائے تو وہ ہمیں عموماً واچ ٹرانسمیٹر پر کال کرتا ہے۔ عام ٹیلی فونوں پر نہ چیف ہمیں خود کال کرتا ہے اور نہ ہمیں کوئی کال کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ جب تک کہ ان ٹیلی فون کو چیف سپیشل ایکس چینج میں ٹرانسفر نہ کرا دے۔ مت بھولو کہ چیف نے ہمیں انہی عام فونز پر اس قدر خطرناک کام کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر ٹیلی فون سپیشل ایکس چینج میں ٹرانسفر ہو چکے ہوتے تو ان کی ٹونز بدل چکی ہوتیں۔ ہم تینوں کے پہلے نمبرز ٹریس کئے گئے ہیں اور پھر ہمیں باری باری فون کر کے الگ الگ ہدایات دی گئی ہیں"۔ خاور نے انتہائی ذہانت آمیز انداز میں کہا۔

" اوہ، اس کا مطلب ہے کسی نے ہمیں چیف بن کر دھوکہ دیا ہے۔ ہمارے ایڈریسز کی بناء پر ہمارے نمبرز ٹریس کر کے ہمیں ان وقفوں میں فون کیا گیا ہے"۔ نعمانی نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

" ہونہہ، مگر ایسا کون سا شخص ہو سکتا ہے جو ہم تینوں کو جانتا ہے۔ نہ صرف ہمیں بلکہ چیف کے لب و لہجے سے بھی وہ واقف ہو۔ ہم نے اپنے پتے ٹھکانے میک اپ کر کے اور خاموشی سے بدلے تھے۔ اتنی جلدی ہمارے ٹھکانوں کے بارے میں بھلا کون جان سکتا ہے"۔ صدیقی نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

" شاید کوئی بھی نہیں اور ہم لوگوں کو اس طرح ٹریس کر لینا اتنا آسان نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اب تک ہم کئی مجرموں کا شکار

بن چکے ہوتے۔ ہم ہر دو تین ماہ بعد اپنے ٹھکانے بدل لیتے ہیں اور ہمارے ٹھکانوں کے بارے میں چیف، عمران صاحب اور سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبروں کے سوا کسی کو کچھ پتہ نہیں ہوتا"۔ نعمانی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" تب پھر تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ کیا واقعی ان مجرمانہ کارروائیوں کا حکم ہمیں چیف نے ہی دیا ہے"۔ خاور نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

" یہ بھی ممکن نہیں۔ چیف اور ہم سے مجرمانہ کارروائیاں کرائے میرا دل نہیں مانتا"۔ نعمانی نے جواب دیا۔

" تم کیا کہتے ہو صدیقی"۔ خاور نے صدیقی سے پوچھا۔

" میرا خیال ہے کوئی ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے"۔ صدیقی نے کہا تو اس کی بات سن کر نعمانی اور خاور دونوں چونک پڑے۔

" کیا مطلب"۔ انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

" ان دنوں سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کیس نہیں ہے۔ ہم آوارہ گردی اور سیر سپاٹے کے علاوہ کچھ نہیں کرتے۔ کبھی ہم سب ایک ساتھ ہوٹلنگ کرتے ہیں اور کبھی اکیلے اکیلے ادھر ادھر نکل جاتے ہیں۔ اکٹھے سے مراد میں، نعمانی، خاور، صفدر، تنویر اور مس جولیا سے ہے۔ ہم سب کئی روز سے کوشش کر رہے ہیں کہ سیر و سیاحت اور پکنک منانے کے لئے عمران صاحب بھی ہمارے ساتھ ہوں۔ لیکن پچھلے کئی روز سے عمران صاحب ہم سے نہیں مل رہے۔ حالانکہ ہمیں یہ

بھی یقین ہے کہ عمران صاحب اپنے فلیٹ کے سوا کہیں نہیں جاتے۔ میرا خیال ہے کہ فراغت کی وجہ سے عمران صاحب ہی ہمیں بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں"۔ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ، تم یہ بات اس قدر یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو"۔ خاور نے پوچھا۔

" کئی وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ ہم فارغ ہیں، دوسرے یہ کہ عمران صاحب کو ہمارے پتے ٹھکانوں کا علم ہے، تیسری اہم بات یہ کہ ہم میں سے عمران صاحب ہی ایسے انسان ہیں جو دوسروں کی آوازوں کی نقل نہایت آسانی اور کامیابی سے کر لیتے ہیں اور سب سے اہم اور بڑی بات تو ہم بھول رہے ہیں"۔ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" وہ کیا"۔ نعمانی اور خاور نے ایک ساتھ کہا۔

" یہ کار ہمیں کہاں سے حاصل کرنے کے لئے کہا گیا تھا"۔ صدیقی نے اسی انداز میں پوچھا۔

" ہوٹل وائٹ روز کی پارکنگ سے"۔ نعمانی نے جلدی سے کہا۔

" اور سکیورٹی مین نے کیا بتایا تھا۔ اس کار کو وہاں ہمارے لئے کس نے چھوڑا تھا"۔ صدیقی نے ان کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور وہ دونوں اچھل پڑے۔

" اوہ، اوہ عمران صاحب۔ انہوں نے ہی اس کار کو وہاں پہنچایا تھا۔

اوہ، اوہ اس کا مطلب ہے عمران صاحب ہم سے کھیل رہے ہیں"۔ نعمانی نے کہا اور پھر وہ تینوں عمران کی اس انوکھی اور حیرت انگیز شرارت پر دل کھول کر ہنسنے لگے۔

" اس کا مطلب ہے ہمیں جو بم دیئے گئے ہیں وہ بھی نقلی ہیں"۔ خاور نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ظاہر ہے"۔ صدیقی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ خاور نے جلدی سے ایک بیگ کھولا اور اس میں موجود وزنی ڈبوں کو کھولنے لگا۔

" اوہ، یہ۔ یہ تو اصلی بم ہیں"۔ خاور نے ڈبوں میں موجود بموں کو دیکھ کر اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

" کیا، کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ صدیقی نے کہا اور پھر اس نے اور نعمانی نے ان بموں کو دیکھا تو ایک بار پھر ان کے رنگ اڑ گئے۔ انہوں نے دوسرے بیگ کھولے تو ان میں بھی انہیں اصلی اور انتہائی طاقتور بم دکھائی دیئے۔ اب تو ان کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے تھے۔ وہ ایک دوسرے کی جانب پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اسی لمحے صدیقی کی کلائی پر ضربیں لگنا شروع ہو گئیں اور وہ بری طرح سے اچھل پڑا۔

" کیا ہوا"۔ خاور نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" چیف کی کال ہے"۔ صدیقی نے ریسٹ واچ پر ایک نمبر کو سپارک کرتے دیکھ کر بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور چیف کا نام سن کر ان کے رنگ سرسوں کے پھول کی طرح زرد پڑتے چلے گئے۔

فریگن جیسے ہی ہوٹل گرانڈ میں موجود اپنے کمرے میں داخل ہوا اس کے کمرے میں موجود ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

" یس شی کاؤ سپیکنگ "۔فریگن نے آگے بڑھ کر جلدی سے فون کا رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

" براڈ بول رہا ہوں "۔دوسری طرف سے ماسٹر کاسٹرو کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اس کی آواز سن کر فریگن کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی۔

" تو بولتے رہیں۔ میں نے بولنے سے کب منع کیا ہے آپ کو "۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تم اس وقت میرے سامنے ہوتے تو تمہارے گنجے سر پر میں گن کر پورے سو جوتے مارتا احمق اور ننانوے پر بھول کر پھر سے شروع ہو

جاتا "۔ماسٹر کاسٹرو کی غصیلی آواز سنائی دی۔

" کیوں، میں نے کیا کیا ہے جو آپ اپنے سر کی بجائے میرے سر پر جوتے مارنے کا سوچ رہے ہیں "۔فریگن نے اسی انداز میں کہا۔

" کہاں غائب تھے تم "۔ماسٹر کاسٹرو نے غراتے ہوئے کہا۔

" میں کرکٹ کھیلنے گیا ہوا تھا "۔فریگن نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

" کرکٹ کے بچے، فوراً مجھے سپیشل کال کرو "۔ ماسٹر کاسٹرو نے دھاڑتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا۔ فریگن نے بھی مسکراتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس نے واپس جا کر کمرے کا دروازہ لاک کیا اور پھر وارڈ روب کی جانب بڑھ گیا۔ اس نے وارڈ روب کھول کر اس میں سے اپنا سفری بیگ نکالا اور پھر اسے کھول کر اس کے ایک خفیہ خانے سے اس نے ایک چھوٹا سا آلہ باہر نکال لیا۔

وہ آلہ ایک جدید اور انتہائی وسیع حیطہ عمل کا ٹرانسمیٹر تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن دبا کر اسے آن کیا اور فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کے لئے مختلف بٹن دبانے لگا اور پھر اس نے ایک اور بٹن دبا دیا تو ٹرانسمیٹر سے ہلکی ہلکی ٹوں ٹوں کی آواز نکلنے لگی۔ فریگن نے ایک بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر کو منہ کے قریب کر لیا۔

" ہیلو، ہیلو ایف کالنگ۔ اوور "۔ اس نے کہا۔

" یس، ماسٹر سی اٹنڈنگ یو۔ تم کہاں تھے اب تک احمق انسان "۔دوسری طرف سے ماسٹر کاسٹرو کی غصیلی آواز سنائی دی۔

"ارے خفا کیوں ہو رہے ہو باس۔ آپ ہی نے تو مجھے عمران کے پیچھے لگایا تھا۔ اوور"۔ فریگن نے ماسٹر کاسٹرو کو زیادہ غصے میں آتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔

"عمران کے پیچھے۔ اوہ تو کیا تم عمران کی نگرانی کر رہے تھے۔ اوور"۔ اس کی بات سن کر ماسٹر کاسٹرو نے چونکتے ہوئے کہا۔

"نگرانی نہیں باس۔ میں تو عمران کے ساتھ بلی چوہے کا کھیل کھیل رہا تھا۔ اوور"۔ فریگن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بلی چوہے کا کھیل۔ کیا مطلب۔ اوور"۔ دوسری طرف سے ماسٹر کاسٹرو کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"باس میں نے عمران کا بڑا برا حشر کیا ہے۔ آپ سنیں گے تو ہنس ہنس کر اپنا پیٹ پکڑ کر ناچنا شروع کر دیں گے۔ اوور"۔ فریگن نے کہا۔

"بکو مت۔ بتاؤ کیا کیا ہے تم نے عمران کے ساتھ۔ اوور"۔ ماسٹر کاسٹرو نے بدستور غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں نے اس کا سر گنجا کر کے اسے کچرے کے ایک ڈرم میں پھینک دیا ہے۔ اوور"۔ فریگن نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا، کیا کہا تم نے۔ اوور"۔ ماسٹر کاسٹرو نے بری طرح سے چونک کر کہا۔

"ہونہہ، ایک تو آپ بالکل ہی عقل کے اندھے ہیں۔ جب تک آپ کو پوری بات نہ بتائی جائے آپ کو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ خیر

سنیئے۔ میں نے اخبار میں ایک قتل کے مجرم کے بارے میں پڑھا تھا جسے اگلی صبح پھانسی پر چڑھایا جانے والا تھا۔ اس شخص کا نام عبدالشکور تھا اور اس پر آٹھ افراد کے قتل کا الزام تھا۔ میرے ذہن میں ایک انوکھا خیال آیا میں نے عمران کو احمق بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ میں نے عبدالشکور کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور سنٹرل جیل میں پہنچ گیا۔ سنٹرل جیل کا جیلر جس کا نام چوہدری شہباز تھا بے حد لالچی اور رشوت خور تھا۔ میں نے اسے دس ہزار ڈالر دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس نے میرے کہنے پر عمران کے فلیٹ پر فون کر کے کہا کہ پھانسی کا مجرم عبدالشکور آخری خواہش کے تحت اس سے ملنا چاہتا ہے۔ اس کے پاس چند راز ہیں جو وہ صرف علی عمران کو بتانا چاہتا ہے۔ مگر عمران وہاں موجود نہیں تھا۔ میری معلومات کے مطابق عمران کا زیادہ لنک وزارت خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان کے ساتھ تھا۔ میں نے جیلر سے کہہ کر اسے بھی فون کروا دیا اور درخواست کی کہ وہ پھانسی کے مجرم سے ملنے ضرور آئے۔

میں نے جیلر سے عمران کو ایک کال کوٹھڑی میں قید کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ مگر جیلر نے جب بتایا کہ جیل کے نیچے ایک بہت بڑا تہہ خانہ ہے اور انہیں جس مجرم کو غائب کرنا ہوتا ہے وہ ایک کال کوٹھڑی سے اس تہہ خانے میں مجرم کو نیچے پھینک دیتے ہیں۔ تہہ خانہ خاصی گہرائی میں تھا اوپر سے جس مجرم کو اس تہہ خانے میں پھینکا جاتا تھا اس کی ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ جاتی تھیں۔ میں نے اس تہہ

خانے کا سروے کیا وہاں واقعی بے شمار انسانوں کی ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ میں نے جیلر کو مزید دولت کا لالچ دے کر اس تہہ خانے کو صاف کرایا اور اس کال کوٹھڑی جس میں سے مجرم کو تہہ خانے میں پھینکا جاتا تھا کے نیچے ایک موٹا گدا رکھوا دیا۔

عمران میری توقع کے مطابق وہاں پہنچ گیا۔ میں نے وہاں ایسا انتظام کیا تھا کہ عمران کو کسی طرح کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ جس بیرک سے تہہ خانے کا راستہ کھلتا تھا وہاں میں نے میک اپ کر کے خود کو زنجیروں سے بندھوا لیا تھا کہ عمران بنا شک کئے اندر آ جاتا۔

عمران جیل میں جوکروں کے سے انداز میں آیا تھا۔ اس کا حلیہ اور اس کا لباس دیکھ کر ایک لمحے کے لئے میں بھی سٹپٹا گیا تھا۔ لیکن بہرحال میں اس کی اصلیت جانتا تھا کہ وہ دراصل کس قدر تیز اور خطرناک انسان ہے۔ میں نے پروگرام کے مطابق اسے تہہ خانے میں پھینک دیا۔ تہہ خانے میں موٹے گدے پر گرنے کی وجہ سے اسے کوئی چوٹ نہیں آئی تھی۔ وہاں جیلر اور بیس مشین گن بردار سیاہ پوش غنڈوں نے اسے گھیر لیا۔ جنہیں میں نے ہائر کر کے پہلے ہی وہاں پہنچا دیا تھا۔ عمران کے بارے میں، میں نے بہت سنا تھا کہ وہ بڑا زبردست اور خوفناک فائٹر ہے۔ میں اصل میں اس تہہ خانے میں اس سے فائٹ کرنا چاہتا تھا۔ مگر عمران کا انداز اور اس کا احمقانہ پن اس بات کا غماز تھا کہ اس کا نام یونہی دنیا میں مشہور ہے۔ اس جیسا

انسان ایک معمولی چڑیا کا بچہ نہیں مار سکتا تو وہ بھلا میرا کیا مقابلہ کرے گا۔ اس لئے میں نے اس کا وہیں خاتمہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر اس سے پہلے کہ میں اور میرے ساتھی اس پر گولیاں برساتے اس نے اپنے احمق پن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک سائنسی حربہ استعمال کرتے ہوئے تہہ خانے میں سیاہ دھواں چھوڑ دیا۔ دھواں اس قدر تیز اور کثیف تھا کہ پورے تہہ خانے میں اندھیرا سا چھا گیا تھا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ عمران جیسا احمق انسان اچانک اتنی بڑی چال چل سکتا ہے۔ میں نے عمران پر فائرنگ کا حکم دیا تو عمران نے میرے آدمیوں پر جوابی فائرنگ شروع کر دی۔ تب مجھے اندازہ ہوا کہ عمران کس قدر خطرناک، تیز اور چالاک انسان ہے۔ میں وہاں کے ایک خفیہ راستے سے باہر نکل گیا۔ اس راستے کو میں نے جان بوجھ کر کھلا چھوڑ دیا تھا۔ اس راستے کا اختتام ایک پرانے مکان میں ہوتا تھا۔ میں نے اس مکان کی چھت پر چھپ کر عمران کے باہر آنے کا انتظار کیا۔ جب عمران آیا تو میں نے اس پر گیس پسٹل سے فائرنگ کر کے اسے بے ہوش کر دیا۔ اس وقت میں عمران کو آسانی کے ساتھ ہلاک کر سکتا تھا۔ مگر مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ میرا عمران کے ساتھ مقابلہ نہیں ہوا تھا۔ میں اس کے ساتھ باقاعدہ فائٹ کرنا چاہتا تھا۔ عمران کو بہرحال میں نے وقتی طور پر زندہ چھوڑ دیا ہے۔ میں نے اس کا سر گنجا کیا اور اسے وہاں موجود کچرے کے ایک ڈرم میں پھینک کر واپس آ گیا۔ اوور "۔ فریگن نے ماسٹر کاسٹرو کو ساری تفصیل

بتاتے ہوئے کہا۔

" ہونہہ، تم میں واقعی عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ فضول اور انتہائی احمقانہ حرکتیں کی ہیں تم نے۔ اگر عمران تمہارے ہاتھ لگ ہی گیا تھا تو تم نے اس کو زندہ کیوں چھوڑ دیا۔ وہ نام کا نہیں سچ مچ کا عفریت ہے۔ اب وہ بھوت کی طرح تمہارے پیچھے لگ جائے گا اور پھر وہ تمہارا کیا حشر کرے گا اس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ اوور"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

" عمران میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا باس۔ فریگن دی گریٹ جب چاہے اس جیسے انسان کا خاتمہ کر سکتا ہے ابھی تو فریگن نے شی کاؤ بن کر عمران کو اپنا چہرہ دکھایا ہے۔ اب فریگن دی گریٹ اس کے سامنے جائے گا اور عمران کا کیا حشر کرے گا یہ عمران تو کیا آپ بھی نہیں سوچ سکتے۔ اوور"۔ فریگن نے بے حد فاخرانہ لہجے میں کہا۔

" نہیں، اب تم عمران کے خلاف کوئی کام نہیں کرو گے۔ اس کے خاتمے کی ذمہ داری میں نے لی تھی۔ اب اس کا خاتمہ میں خود کروں گا۔ تم ان معاملات سے دور رہو۔ اب تم وہی کرو گے جس کا میں تمہیں حکم دوں گا سمجھے۔ اوور"۔ ماسٹر کاسٹرو نے غراتے ہوئے کہا اور فریگن برے برے منہ بنانے لگا۔

" ہونہہ، آپ مجھے مرغی کے انڈوں پر بٹھا کر انہیں سینچنے کے سوا اور کیا کام دے سکتے ہیں۔ اوور"۔ فریگن نے بے حد کڑوے لہجے میں کہا۔

" پھر بکواس شروع کر دی تم نے۔ میری بات غور سے سنو۔ تم یہاں سے نکل کر سیدھے ہارڈ کلب جاؤ۔ وہاں تمہیں کارٹر ملے گا۔ کارٹر تمہیں سیاہ رنگ کی ایک کار دے گا۔ اس کار کو تم نے ہوٹل وائٹ روز کی پارکنگ میں پہنچانا ہے۔ وہاں کے سیکورٹی مین کو اس کار کی چابی دے کر کہنا کہ اس کار کو خاور، نعمانی اور صدیقی تین اشخاص لینے آئیں گے۔ کار کی چابی وہ ان کو دے دے۔ تم سیکورٹی مین کو اپنا نام علی عمران بتانا اور وہاں سے نکل آنا اور ہاں اپنا میک اپ کر کے گرانڈ ہوٹل کو چھوڑ کر اس وائٹ روز ہوٹل میں شفٹ ہو جاؤ۔ میں نے مسٹر شی چی کے نام سے اس ہوٹل میں تمہارے لئے ایک کمرہ بک کرا لیا ہے۔ اب تم وہیں رہو گے اور وہیں رہ کر میری ہدایات کا انتظار کرو گے۔ اوور اینڈ آل"۔ ماسٹر کاسٹرو نے تیز لہجے میں کہا۔ اس سے پہلے کہ فریگن کوئی بات کرتا ماسٹر کاسٹرو نے رابطہ منقطع کر دیا۔

" ہونہہ، یہ ماسٹر کاسٹرو نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے۔ فریگن دی گریٹ سپر ایجنسی کا چیف۔ اب ماسٹر کاسٹرو کے لئے چھوٹے چھوٹے کام کرے گا اور اپنا منہ چھپا کر ہوٹل کے کسی کمرے میں چھپا رہے گا۔ نہیں کاسٹرو، فریگن تمہاری ہدایات پر عمل نہیں کرے گا۔ تم یہاں میرے حکم سے آئے ہو اور تمہیں وہی کچھ کرنا ہو گا جو میں چاہوں گا"۔ فریگن نے ٹرانسمیٹر بند کر کے یکلخت بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر یکلخت چٹانوں جیسی سختی ابھر آئی تھی۔

دو دھماکے ہوئے دھماکے سن کر عمران بے اختیار اچھل پڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا سانس روکتا اس کے ذہن پر اندھیرا مسلط ہو گیا تھا اور پھر اس کے بعد اب اسے کچرے کے ڈرم میں ہوش آیا تھا۔ یہ چونکہ غیر آباد علاقہ تھا اس لئے ڈرم خالی پڑا ہوا تھا۔ خود کو کچرے کے ڈرم میں دیکھ کر اور اپنا سر گنجا دیکھ کر عمران کی حالت واقعی دیکھنے کے قابل ہو گئی تھی۔ وہ بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں کچرے کے ڈرم سے نکلا تھا۔

"یہ شی کاؤ میرے ساتھ کیا کھیل کھیلنا چاہتا ہے"۔ عمران نے حیرت بھرے انداز میں سوچا۔ جس جگہ وہ کھڑا تھا وہ ایک مضافاتی علاقہ تھا۔ ارد گرد کھیت تھے اور مکان دور دور نظر آرہے تھے۔ ایک تو سڑک دور تھی اور وہاں سے کوئی گاڑی بھی گزرتی ہوئی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ شی کاؤ نے اس کا پورا پورا بندوبست کیا تھا ایک تو اس کا سر گنجا کر دیا تھا۔ دوسرے اسے کچرے کے ڈرم میں پھینک دیا تھا اور تیسرے نمبر پر اس نے اسے شہر سے دور نجانے کہاں لا پھینکا تھا۔ اس کی ساری جیبیں بھی خالی تھیں۔ یہاں تک کہ اس کی ریسٹ واچ بھی اتار لی گئی تھی اور اس کے پیروں کے جوتے بھی غائب تھے۔

"شکر ہے اس کمبخت نے میرے کپڑے نہیں اتار لئے ورنہ بغیر لباس کے چلتے ہوئے خود میں بھی اپنا منہ چھپاتا پھرتا"۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر وہ دور نظر آنے والے مکانوں کی طرف چل پڑا۔

نیا علاقہ تھا اور جدید انداز میں ڈویلپ ہو رہا تھا جس کی وجہ سے وہاں آبادی نہ ہونے کے برابر تھی۔ کوٹھیوں اور بنگلوں جیسے گھر بے حد بڑے بڑے اور شاندار تھے۔ لیکن اکثر گھر بند تھے اور ان کے دروازوں پر بڑے بڑے تالے لگے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ عمران نے سوچا کہ اسے کسی سے مدد لینی چاہئے وہ یہاں سے لباس بدل کر جانا چاہتا تھا۔ مگر جب اس نے بند گھر دیکھے تو وہ ایک گھر کی دیوار پھاند کر اندر چلا گیا۔ گھر خاصا بڑا اور خوبصورت تھا۔ اس گھر کو دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ یہاں لوگ رہتے ہیں۔ شاید کسی ضروری کام کے سلسلے میں وہ باہر گئے ہوئے تھے۔ گھر میں استعمال کی چیزیں موجود تھیں اور گیٹ کے پاس گاڑیوں کے ٹائروں کے نشان بھی نظر آرہے تھے۔

کمروں کے دروازوں کو کھولنا عمران کے لئے کچھ مشکل نہیں تھا۔ ایک کمرے میں داخل ہو کر اسے وارڈروب نظر آیا۔ وارڈروب کھولا تو اس میں باقاعدہ مردانہ لباس ہینگروں میں ٹنگے ہوئے تھے۔ عمران نے ایک لباس نکالا اور کمرے کے اٹیچ باتھ روم میں گھس گیا۔ نہا دھو کر وہ لباس بدل کر باہر آیا تو خاصا ہشاش بشاش نظر آرہا تھا۔ لباس اسے خاصا ڈھیلا تھا مگر اس ٹیکنی کلر لباس سے ہزاروں گنا بہتر تھا۔

عمران اطمینان سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور شی کاؤ کے بارے میں سوچنے لگا۔ شی کاؤ کا چہرہ اسے رہ رہ کر یاد آرہا تھا۔ انتہائی کوششوں کے باوجود اسے یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ شی کاؤ کو پہلے سے جانتا ہے۔

اسے اب تک اس بات پر شدید حیرت ہو رہی تھی کہ شی کاؤ کا مقصد اگر اسے ہلاک ہی کرنا تھا تو بے ہوش کرنے کے بعد وہ اسے آسانی سے ختم کر سکتا تھا پھر اس نے اسے گنجا کر کے اتنی دور لا کر کچرے کے ڈرم میں کیوں پھینک دیا تھا۔ پھر اس نے اس کی ریسٹ واچ اور جوتے تک اتار لئے تھے اور اس کی ساری جیبیں بھی خالی کر دی تھیں۔ آخر وہ اس سے چاہتا کیا تھا۔

عمران جوں جوں سوچ رہا تھا الجھتا جا رہا تھا پھر وہ کسی خیال کے تحت اٹھا اور دوسرے کمروں میں جھانکنے لگا۔ ایک کمرے میں اسے ٹیلی فون دکھائی دیا تو وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھ گیا۔ سب سے پہلے اس نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو فون کر کے سنٹرل جیل کی انتظامیہ کے بارے میں انفارم کیا کہ وہاں کیا کیا کھیل کھیلے جا رہے ہیں۔ اس نے جیلر کی ہلاکت اور سیاہ نقاب پوشوں کے متعلق من گھڑت کہانی کر فیاض کو بتا دی تھی تاکہ وہ وہاں کارروائی کر کے کریڈٹ حاصل کر سکے۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض کو فون کرنے کے بعد عمران جولیا کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ مگر دوسری طرف مسلسل بیل بجنے کی آواز سنائی دیتی رہی جولیا نے فون اٹنڈ نہیں کیا۔ عمران نے کریڈل پر ہاتھ مار کر صفدر کے نمبر پر رنگ کیا لیکن شاید صفدر بھی فلیٹ پر موجود نہیں تھا۔ باری باری عمران نے سبھی ممبروں کو کال کرنے کی کوشش کی۔ کسی نے بھی اس کی کال رسیور نہیں کی۔

"ہونہہ لگتا ہے ان لوگوں پر اب ہر وقت پکنک اور سیر و تفریح کا بھوت سوار رہنے لگا ہے۔ ہر وقت فلیٹوں سے غائب رہتے ہیں۔ ان پر کچھ سختی کرنا ہی پڑے گی"۔ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے دانش منزل کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ایکسٹو"۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں"۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کون عمران"۔ دوسری طرف سے ایکسٹو کی کرخت آواز سنائی دی اور عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"حال میں بے حال، ٹنڈ منڈ علی عمران، بے زبان لٹت سر عبدالرحمان"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ کون ہو تم اور یہاں فون کیوں کیا ہے"۔ ایکسٹو نے غراتے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"یہاں میرے دادا کا باپ بلکہ اس کے باپ کا بھی باپ رہتا ہے۔ جس کے سر پر سینگ ہیں اور پشت پر چار فٹ لمبی دم ہے۔ میری اس سے بات کرا دیں پلیز"۔ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ بلیک زیرو اس سے اس لئے اصل لہجے میں بات نہیں کر رہا کہ عمران اسے عام نمبروں سے فون کر رہا تھا۔ وہ شاید تصدیق کر رہا تھا کہ واقعی عمران ہی اس سے بات کر رہا ہے یا نہیں۔

"لگتا ہے پاگل خانے سے کوئی پاگل بول رہا ہے"۔ دوسری طرف

سے ایکسٹو نے غصیلے لہجے میں کہا اور فون بند کر دیا۔

"کیا مطلب ہوا۔ یہ بلیک زیرو اس قدر احتیاط کیوں برت رہا ہے۔ دانش منزل میں اس کے سوا اور تو کوئی ہو نہیں سکتا جو طاہر کو میرے ساتھ بات کرنے میں احتیاط برتنی پڑے"۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ اس کا ذہن اس بات پر اٹکا ہوا تھا کہ بلیک زیرو عام کال کی وجہ سے اسے جان بوجھ کر اگنور کر رہا تھا۔ ورنہ بلیک زیرو اسے نہ پہچانے یہ کیسے ممکن ہے۔

عمران چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے رسیور اٹھا کر دانش منزل کے سپر کمپیوٹر کے نمبر ملانے شروع کر دیئے۔ اس کمپیوٹر کے ذریعے عمران کی کال سو فیصد محفوظ ہو جاتی تھی۔

"ایکسٹو"۔ رابطہ ملتے ہی بلیک زیرو نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"لگتا ہے بے کار بیٹھے بیٹھے تمہاری کھوپڑی میں خشکی ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے جلد سے جلد تم بھی اپنا سر منڈوا لو۔ نہ کنگھی کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ ہی تیل لگانے کا جھنجھٹ۔ نہ سکری نہ خشکی"۔ عمران کی زبان ایک بار پھر رواں ہو گئی۔

"تم بار بار کال کر کے میرا وقت کیوں ضائع کر رہے ہو احمق"۔ ایکسٹو نے اسی طرح کرخت لہجے میں کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"میں عمران بول رہا ہوں"۔ عمران نے اس بار واقعی غصے میں

آتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ بلیک زیرو کا بدلا ہوا انداز اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"اور میں کہہ چکا ہوں میں کسی عمران کو نہیں جانتا"۔ ایکسٹو نے کرخت لہجے میں کہا تو عمران کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ کیونکہ اس بار ایکسٹو کی آواز خاصی بدلی ہوئی تھی اور وہ آواز کسی بھی طرح بلیک زیرو کی نہیں تھی۔

"کیا مطلب، کون ہو تم"۔ عمران کے حلق سے اٹکے ہوئے انداز میں نکلا۔

"ایکسٹو"۔ ایکسٹو نے کہا۔ اس کے لہجے میں زخمی بھیڑیوں جیسی غراہٹ اور طنز تھا۔

"نہیں، تم ایکسٹو نہیں ہو سکتے۔ کون ہو تم"۔ عمران کے حلق سے جواباً غراہٹ بھری آواز نکلی۔ دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سن کر سنسنی کی تیز لہر اس کے رگ و پے میں سرایت کرتی چلی گئی تھی۔

"کیوں، میں ایکسٹو کیوں نہیں ہو سکتا۔ مسٹر علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) عرف ایکسٹو"۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر کسی نے منوں وزنی گرز دے مارا ہو۔ اس کے دل و دماغ میں بھونچال سا آ گیا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ سچ سچ بتاؤ کون ہو تم"۔ عمران نے غصے کی شدت سے لرزتے ہوئے کہا۔ اسے اپنے لہجے میں کھوکھلا پن خود ہی

محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی بات سن کر دوسری طرف سے ایک زوردار قہقہے کی آواز سنائی دی۔

"عمران میں جانتا ہوں تم ماسٹر کمپیوٹر کے توسط سے مجھ سے بات کر رہے ہو۔ اس لئے تمہاری یہ کال کسی اور ذریعے سے سنی ہی نہیں جا سکتی۔ اس لئے میں تم سے کھل کر بات کر سکتا ہوں۔ سنو، میرا نام کاسٹرو ہے۔ ماسٹر کاسٹرو اور میں فائی لینڈ سے یہاں تمہاری سرکوبی کے لئے آیا تھا۔ میرا مشن تمہارا، پاکیشیائی سیکرٹ سروس اور چیف یعنی ایکسٹو کے خاتمے کا تھا۔ میں نے تم تک اور تمہارے ساتھیوں تک پہنچنے کے لئے سب سے پہلے تمہارے چیف ایکسٹو پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ اس لئے میں نے ایکریمی سفیر مسٹر وینڈل پال کا سہارا لیا تھا۔

مسٹر وینڈی پال کے ذریعے ہم نے ایکسٹو کو اس کے بل سے نکالنے کے لئے ایک اچھوتا منصوبہ بنایا تھا۔ ایکسٹو کسی بھی طرح اپنے بل سے باہر نہیں آتا تھا اور نہ ہی کسی کو اس کے اصل ہیڈ کوارٹر کے بارے میں علم تھا۔ مخبر ایجنسیوں کو صرف اس حد تک معلومات حاصل تھیں کہ ایکسٹو عموماً صدر مملکت سے ایمرجنسی سلسلے میں بات کرنے کے لئے ایوان صدر آتا ہے اور ایوان صدر تک آنے کے لئے وہ ایک خاص رنگ اور ماڈل کی کار استعمال کرتا ہے۔ اس کار کے بارے میں جب تمام تفصیل مجھے مل گئی تو میں اس کار کی تکنیک کے بارے میں سمجھ گیا اور مسٹر وینڈی پال کو میں نے استعمال کرتے

ہوئے صدر مملکت کے پاس ایک من گھڑت کہانی بتا کر بھیج دیا۔ جس کی وجہ سے صدر مملکت خصوصی طور پر ایکسٹو کو اپنے پاس بلانے پر مجبور ہو گئے اور پھر جیسے ہی ایکسٹو کی کار کو ایوان صدر کی طرف آتے دیکھا گیا میں نے اور میرے آدمیوں نے اسے گھیر لیا اور پھر میرے لئے ایکسٹو کو اغوا کرنا کچھ مشکل ثابت نہیں ہوا تھا۔ میں ایکسٹو کو اغوا کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ میں نے ایکسٹو کی برین سکیننگ کی اور اس سے تمام اصلیت اگلوا لی۔ تمہارے ڈمی ایکسٹو عرف بلیک زیرو عرف طاہر نے جب مجھے بتایا کہ وہ صرف ایکسٹو کی ڈمی کے طور پر کام کرتا ہے اور اصل ایکسٹو دنیا کا احمق ترین انسان عمران ہے تو میں واقعی حیران رہ گیا۔ بہرحال بلیک زیرو نے مجھے تمہارے بارے میں، سیکرٹ سروس کے ممبروں کے بارے میں اور اپنے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں تمام تفصیل سے آگاہ کر دیا تو میں نے تمہارے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر کے خود ایکسٹو کی سیٹ سنبھال لی ہے۔ اب پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف تم اور بلیک زیرو نہیں ہیں بلکہ ماسٹر کاسٹرو ہے۔ اب تمہیں اور تمہارے تمام ساتھیوں کو ماسٹر کاسٹرو کی انگلیوں پر ناچنا پڑے گا۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے نئے چیف ماسٹر کاسٹرو دی گریٹ کی انگلیوں پر"۔ دوسری طرف سے فاخرانہ لہجے میں کہا گیا اور اس کی باتیں سن کر عمران کو سچ مچ اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ ہو گیا تھا اور آنکھیں اس قدر سرخ ہو گئی تھیں جیسے ان میں انگارے بھر گئے ہوں۔

"کاسٹرو، تم نے ایکسٹو کا راز جان کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ تم نے بھڑکتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگا دی ہے۔ جہاں تم جل کر بھسم ہو جاؤ گے۔ ڈھونڈنے سے بھی تمہاری راکھ نہیں ملے گی"۔ عمران نے انتہائی خوفناک انداز میں پھنکارتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر دوسری طرف موجود ماسٹر کاسٹرو قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"اس آگ میں، میں نے نہیں چھلانگ لگائی۔ اس آگ میں، میں نے تمہیں دھکیلا ہے۔ تم دنیا کے شاطر، عیار اور پراسرار ترین انسان بنے پھرتے ہو۔ تم نے بڑے بڑے نامی گرامی اور نامور مجرموں اور سیکرٹ ایجنٹوں کی گردنیں اپنے ہاتھوں سے توڑی ہیں۔ آؤ اگر ہمت ہے تو آ کر میری گردن بھی توڑ دو۔ مجرم ایکسٹو کی گردن۔ ہا۔ ہا۔ ہا۔ میں تمہارے ہیڈ کوارٹر میں ہی موجود ہوں۔ آؤ اور مجھ سے اپنا ہیڈ کوارٹر آزاد کرا لو"۔ ماسٹر کاسٹرو نے زور زور سے قہقہے لگاتے ہوئے کہا اور عمران کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"کاسٹرو"۔ عمران کے حلق سے غراہٹ نما آواز نکلی۔

"کاسٹرو نہیں۔ کاسٹرو دی گریٹ کہو۔ تمہارا نیا چیف ایکسٹو"۔ ماسٹر کاسٹرو نے ہنستے ہوئے انتہائی طنزیہ لہجے میں کہا اور عمران غرا کر رہ گیا۔

"عمران، اس وقت تمہارا راز، بلیک زیرو اور تمہارا ہیڈ کوارٹر میرے قبضے میں ہے۔ میں چاہوں تو تمہیں ایک لمحے میں برباد کر سکتا ہوں۔ میں نے دانش منزل کا تمام سیٹ اپ تبدیل کر دیا ہے۔ تم

چاہو بھی تو کسی بھی طرح مجھ تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ میرے خلاف کوئی کارروائی کر سکتے ہو۔ تمہارے ساتھی، جولیا، صفدر، تنویر، نعمانی، خاور اور صدیقی بھی میرے اشاروں پر ناچ رہے ہیں۔ وہ ممبر جو پاکیشیا کی سلامتی اور مفاد کے لئے کام کرتے تھے اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لئے پھرتے تھے آج میرے حکم پر اپنے ہی ملک کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ آج میں نے ایکسٹو بن کر تمہارے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کیا ہے کل میں تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس پورے ملک پر قبضہ کر لوں گا۔ اس ملک پر ماسٹر کاسٹرو کا راج ہو گا۔ بہت جلد"۔ ماسٹر کاسٹرو نے فاخرانہ انداز میں کہا اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے اٹھا کر ہزاروں فٹ کی بلندی سے سر کے بل نیچے گرا دیا ہو اور زمین سے ٹکرا کر اس کا سر پاش پاش ہو گیا ہو۔

ماسٹر کاسٹرو کا ایک ایک لفظ اس کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی طرح پڑ رہا تھا۔ جس سے اس کے کان ہی نہیں اس کے دل و دماغ کا خون بھی لاوے کی طرح ابلنا شروع ہو گیا تھا۔ نفرت اور قہر کی آگ نے اس کا چہرہ مسخ کر دیا تھا وہ اس وقت کسی خونخوار اور سفاک درندے سے کم نظر نہیں آ رہا تھا۔

"کاسٹرو، تم نے یہ باتیں کر کے اپنی موت کو اور زیادہ اذیت ناک اور بھیانک بنا لیا ہے۔ میں تمہیں چیر کر رکھ دوں گا اور تمہارا ایسا عبرتناک حشر کروں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے"۔ عمران نے انتہائی غضبناک لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر ماسٹر کاسٹرو

ایک بار پھر ہنس پڑا تھا۔

"رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا۔ عمران تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ موت میری نہیں تمہاری بھیانک ہو گی۔ لیکن اب میں تمہیں ایک دم نہیں بلکہ دھیرے دھیرے ماروں گا۔ تڑپا تڑپا کر اور سسکا سسکا کر اور پھر میں تمہاری لاش کو خود اپنے ہاتھوں سے جلاؤں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے ماسٹر کاسٹرو کا وعدہ"۔ ماسٹر کاسٹرو نے بھی اس بار غضب بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ غصے اور نفرت کی شدت سے عمران کا جسم بدستور لرز رہا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ تھا اور آنکھیں انگارے برسا رہی تھی اور اس کا دماغ لاوے کی طرح سے پک رہا تھا۔

ماسٹر کاسٹرو نے اپنے بارے میں عمران کو خود ہی سب کچھ بتا دیا تھا۔ ماسٹر کاسٹرو جیسے انٹرنیشنل ایجنٹ کے بارے میں عمران پہلے ہی سے بہت کچھ جانتا تھا۔ ماسٹر کاسٹرو فائی لینڈ کی سپر ۲ ایجنسی سے منسلک تھا۔ بے حد چالاک، سفاک اور انتہائی عیار اور خطرناک حد تک تیز ذہن رکھنے والا ماسٹر کاسٹرو جو لومڑی سے زیادہ چالاک، شیر سے زیادہ خونخوار اور سانپ سے زیادہ تیز رفتار تھا۔ وہ نہ صرف میک اپ کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ انسانوں کے ساتھ ساتھ وہ جانوروں کی آوازیں نکالنے کا بھی ماہر تھا۔ اس جیسا طاقتور اور شیطانی ذہن رکھنے والا انسان شاید ہی اس روئے زمین پر کہیں موجود ہو۔ ماسٹر کاسٹرو کا تعلق فائی لینڈ کی ایک مجرم تنظیم سپر ۲ ایجنسی سے تھا۔ جو جرائم کی دنیا

میں سب سے بڑی اور خوفناک ایجنسی سمجھی جاتی تھی۔ اس ۲ ایجنسی کو فائی لینڈ کی باقاعدہ سرکاری حیثیت حاصل تھی لیکن اس کے باوجود اس ۲ ایجنسی نے سوائے مجرمانہ کارروائیوں کے اور کچھ نہیں کیا تھا۔ بڑی بڑی رقموں سے اس ۲ ایجنسی کو ہائر کر کے سپر پاورز عام ممالک کے خلاف استعمال کرتی تھیں۔ اس ۲ ایجنسی کا کام حکومتوں کے تخت الٹنا، ملکوں اور شہروں میں شرانگیزی پھیلانا، تباہی اور بربادی کے ساتھ ساتھ قتل عام ان کا خاص پیشہ تھا۔ بڑی بڑی شخصیات کو ہلاک کرنا، سائنسی فارمولے چوری کرنا اور حکومتی سطح پر ہلچل مچانا ان کے لئے معمولی بات تھی۔

عمران کی اطلاع کے مطابق ماسٹر کاسٹرو ایک خطرناک حد تک لڑاکا اور سائنسدان بھی تھا اور ہر قسم کی سچوئیشن کو ہینڈل کرنا خوب اچھی طرح سے جانتا تھا۔ اپنی ایجاد کردہ چیزوں سے وہ ایک لمحے میں سچوئیشن بدلنے کا ماہر تھا۔ دنیا کے بڑے بڑے مجرم حتیٰ کہ سپر پاورز ممالک بھی ماسٹر کاسٹرو اور سپر ۲ ایجنسی کا نام سن کر ایک بار کانپ اٹھتے تھے۔

ماسٹر کاسٹرو اور سپر ۲ ایجنسی کو جس ملک میں دیکھ لیا جاتا اس ملک پر واقعی موت کے مہیب سائے پھیل جاتے تھے۔ اس ملک میں یا تو تباہی اور بربادی پھیل جاتی یا پھر وہاں کی حکومت فوری طور پر تبدیل ہو جاتی تھی اور اس ملک میں برسر اقتدار آنے والی حکومت سپر ۲ ایجنسی کے مقرر کردہ افراد ہوتے تھے۔

ماسٹر کاسٹرو اور اس کی سپر ایجنسی کے خلاف جس ملک نے بھی کام کرنے کا بیڑہ اٹھایا تھا ماسٹر کاسٹرو اور سپر ایجنسی نے اس ملک میں ایسی خوفناک تباہیاں پھیلائی تھیں کہ اس ملک کے لوگ ماسٹر کاسٹرو کا نام لیتے ہوئے بھی کانپ اٹھتے تھے۔وہی خطرناک، سفاک، عیار اور خوفناک مجرم اب پاکیشیا میں موجود تھا۔

ماسٹر کاسٹرو پاکیشیا میں کب اور کیسے آیا تھا اس کی عمران کو ہوا تک نہیں لگی تھی۔یہی نہیں ماسٹر کاسٹرو نے پاکیشیا میں آتے ہی سب سے پہلے ایکسٹو کے وقار اور اس کے مرتبے پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ایکسٹو کے جس راز کو عمران نے اپنے سائے سے بھی چھپا رکھا تھا اس راز کو ماسٹر کاسٹرو نے نہ صرف جان لیا تھا بلکہ اس کی جگہ بھی سنبھال لی تھی۔ بلیک زیرو اور دانش منزل پر اب اس کا قبضہ تھا۔ دانش منزل جہاں عمران کا سب کچھ تھا۔دانش منزل میں ان تمام سیکرٹ ایجنٹوں کی فائلیں تھیں جو غیر ممالک میں فارن ایجنٹ کے طور پر کام کرتے تھے۔ حکومتی سطح کی بے شمار فائلوں کے ساتھ ساتھ ملک میں تیار ہونے والی سائنسی ایجادات اور بے شمار سائنسی فارمولے اور ملکی مفاد اور سلامتی کے بارے میں ریکارڈز موجود تھے۔جو ماسٹر کاسٹرو جیسے خطرناک انسان کے ہاتھ لگنے کا مطلب سوائے تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

بلیک زیرو جو اس کی جگہ ایکسٹو کا رول ادا کرتا تھا کے ذہن سے، ساری انفارمیشن حاصل کر لینے کا مطلب تھا کہ اس وقت ایکسٹو کے،

ساتھ ساتھ پاکیشیا کی سلامتی بھی ماسٹر کاسٹرو جیسے بین الاقوامی مجرم کے ہاتھ میں تھی۔عمران نے بلیک زیرو کے ذہن کو ہپناٹزم کے زیر اثر کر کے لاک کر رکھا تھا مگر جو تفصیل ماسٹر کاسٹرو نے بتائی تھیں اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے بلیک زیرو کے ذہن کا لاک توڑ دیا ہے اور ایسا اس نے یقینی طور پر اپنی کسی سائنسی مشین کا سہارا لے کر کیا ہو گا۔ ماسٹر کاسٹرو کے مطابق سیکرٹ سروس کے ممبر بھی پوری طرح سے اس کی مٹھی میں تھے۔ سیکرٹ سروس کے ممبروں کو بھی ایکسٹو کی اصلیت نہیں معلوم تھی۔وہ تو ایکسٹو کی آواز کے ذریعے اس کے حکم کے پابند تھے اور ماسٹر کاسٹرو نے جس طرح ایکسٹو کے انداز میں عمران سے بات کی تھی عمران کو اس پر در حقیقت معمولی سا بھی شک نہیں ہوا تھا اور یہ ماسٹر کاسٹرو کی بہت بڑی فتح تھی اس سے عمران کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ ماسٹر کاسٹرو اس کے لئے اور پاکیشیا کے لئے کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔اب عمران کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ شی کاؤ نے عمران کو صرف الجھانے کے لئے وہ سب ڈرامہ کیا تھا تاکہ اس کی غفلت کا فائدہ اٹھا کر ماسٹر کاسٹرو اپنا کام کرتا رہے اور عمران شی کاؤ کے جال میں الجھا رہے۔ عمران کو اس بار واقعی اپنی حماقت پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ بعض اوقات اس کی حماقتیں اس کے لئے کس قدر مصیبت کا باعث بن سکتی ہیں اس کا اندازہ اسے آج ہو رہا تھا۔وہ کئی گھنٹے وہاں بیٹھا رہا اور اس کا ذہن سوچ کی آماجگاہ بنا رہا۔

”ہونہہ، میں خود کو بڑا تیس مار خاں سمجھتا تھا۔اب مجھ سے بڑا

چالیس مار خاں آ گیا ہے۔ اب اس کا خوب سوچ سمجھ کر مقابلہ کرنا پڑے گا۔ ورنہ وہ سچ مچ مجھے لے ڈوبے گا"۔ عمران نے خود کو ٹھنڈا کرتے ہوئے کہا۔ ماسٹر کاسٹرو جیسے چالاک اور خطرناک انسان سے واقعی جوش اور جذبات سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس جیسے انسان کے ساتھ عمران کو خوب سوچ سمجھ کر اور ٹھنڈے دماغ سے مقابلہ کرنا تھا اور سب سے پہلے ماسٹر کاسٹرو کو ایکسٹو کے ہیڈ کوارٹر دانش منزل سے نکالنا بہت ضروری تھا ورنہ وہ واقعی کچھ بھی کر سکتا تھا۔ دانش منزل کا سارا سیٹ اپ عمران نے کر رکھا تھا۔ اس کی پیچیدہ مشینری اور حفاظتی سسٹم عمران نے اپنی اور سرداور کی کاوشوں سے وہاں ایڈجسٹ کیا تھا جو اب مکمل طور پر ماسٹر کاسٹرو کے قبضے میں تھا۔ اس نے یقینی طور پر سارا سیٹ اپ تبدیل کر دیا ہو گا اور عمران کے لئے اس نے یقینی طور پر دانش منزل میں داخلے کے تمام راستے سیل کر دیئے ہوں گے۔ ماسٹر کاسٹرو کو دانش منزل سے نکالنے بغیر عمران واقعی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ اس وقت عمران نجانے کیوں خود کو بے بس اور قطعی طور پر تھکا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

"ماسٹر کاسٹرو۔ ماسٹر کاسٹرو"۔ ماسٹر کاسٹرو کا نام اس کے دل و دماغ میں ہتھوڑے کی طرح برس رہا تھا۔ وہ سر جھٹک جھٹک کر اس نام کو ذہن سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا مگر یہ نام اس کے دماغ میں کسی کنکھجورے کی طرح چپک گیا تھا۔ جس کی سینکڑوں نوکیلی اور زہریلی ٹانگیں اسے اپنے دماغ کی ہر رگ میں اترتی ہوئی محسوس ہو رہی

تھیں۔ وہ بے اختیار سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اسی لمحے اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ وہ یکلخت اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔

"اوہ، اوہ"۔ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ کسی خیال کے تحت اس کی آنکھیں یکلخت چمک اٹھی تھیں۔ دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے فون کی طرف جھپٹا اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے ایک نمبر پریس کرنے لگا۔ لیکن ابھی اس نے دو تین نمبر ہی پریس کیئے ہوں گے کہ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور اس کے سامنے پڑا ہوا ٹیلی فون سیٹ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا۔ دھماکے اور ٹیلی فون کے ٹکڑے ہوتے ہی عمران بے اختیار اچھل پڑا تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے پلٹا تھا اور پھر اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے چوڑی ہوتی چلی گئیں۔

"تت، تم"۔ عمران کے منہ سے نکلا۔

صدیقی قدرے سیٹ کے نیچے جھک گیا۔اس نے ریسٹ واچ کے
ونڈ بٹن کو کھینچ لیا۔

" یس صدیقی سپیکنگ ۔ اوور"۔ صدیقی نے بڑے مؤدب اور
پریشانی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

" ایکسٹو۔اوور"۔ دوسری طرف سے ایکسٹو کی غراہٹ بھری آواز
سنائی دی اور ایکسٹو کی اس قدر غراہٹ بھری آواز سن کر صدیقی، خاور
اور نعمانی بری طرح سے بوکھلا اٹھے تھے۔

"یس، یس چیف۔اوور"۔صدیقی نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

" صدیقی۔تو تم لوگ میرے خلاف بغاوت پر اتر آئے ہو۔اوور"۔
ایکسٹو نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔ایکسٹو کی بات سن کر صدیقی،
خاور اور نعمانی کے رنگ اور زیادہ پھیکے پڑ گئے تھے۔

" بغاوت نن، نہیں چیف۔ہم، ہم ...." صدیقی نے اور بری

طرح سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

" ہونہہ، تمہارا کیا خیال تھا تم تینوں جو باتیں کر رہے تھے میں
ان سے لاعلم تھا۔اوور"۔ایکسٹو نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

" نن، نہیں چیف۔ وہ ہم۔ ہم ...." صدیقی کے منہ سے خوف
کے مارے آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔ایکسٹو کی بات سن کر نعمانی
اور خاور بھی بری طرح سے لرز اٹھے تھے۔ ایکسٹو کے کہنے کا صاف
مطلب تھا کہ وہ تینوں جو باتیں کر رہے تھے وہ ان کی باتیں سن رہا
تھا۔ وہ خوف اور شدید گھبرائے ہوئے انداز میں ایک دوسرے کی
طرف دیکھنے لگے تھے۔

" تم لوگوں نے طے بھی کر لیا ہے کہ میں ملک سے غداری کر رہا
ہوں اور اب میں تم سے مجرمانہ کارروائیاں کرانا چاہتا ہوں۔اوور"۔
ایکسٹو کے لہجے میں اس قدر شدید غصہ تھا کہ صدیقی، نعمانی اور خاور
کے جسموں میں باقاعدہ تھرتھری دوڑ گئی تھی۔

" ہم معافی چاہتے ہیں چیف۔ہم سے غلطی ہو گئی تھی۔اصل میں
آپ نے ہمیں جو ٹارگٹ دیئے ہیں۔ہم ان کے بارے میں سوچ سوچ
کر الجھ رہے تھے ۔اوور"۔ صدیقی نے خود کو سنبھالنے کی کوشش
کرتے ہوئے کہا۔

" تم لوگوں نے میرے احکامات کے بارے میں اب سوچنا بھی
شروع کر دیا ہے۔ہونہہ لگتا ہے تم سب کا اس دنیا سے دل بھر چکا
ہے۔اوور"۔ایکسٹو کے لہجے میں زخمی ناگ کی سی پھنکار تھی۔

"نن، نہیں۔ نہیں چیف۔ ایسی بات نہیں ہے۔ ہم آپ کے حکم کی سرتابی کرنے کے بارے میں کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے۔ اوور"۔ صدیقی نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا۔

"صدیقی، خاور اور نعمانی میں نے تم لوگوں کی باتیں سنی ہیں۔ تم تینوں میری ذات پر شک کر رہے ہو۔ ایکسٹو کی ذات پر اور ایکسٹو کی ذات پر شک کرنے کا مطلب تم اچھی طرح سے جانتے ہو۔ میں تمہیں لاسٹ وارننگ دے رہا ہوں۔ آئندہ میں نے تم لوگوں کی زبان سے ایسی بات سنی جس سے میرا وقار مجروح ہوتا ہو تو میں تمہیں بھیانک اور عبرتناک سزا دوں گا سمجھے تم۔ اوور"۔ ایکسٹو نے غرا کر کہا۔

"یس چیف، ہم سمجھ گئے۔ آئندہ ہم سے غلطی نہیں ہوگی۔ اوور"۔ صدیقی نے جلدی سے کہا۔

"تو جلد سے جلد میرے حکم کی تعمیل کرو۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں ملکی مفاد کی بہتری کے لئے کر رہا ہوں اور میں وہی کرتا ہوں جس کی مجھے ضرورت ہوتی ہے۔ اوور اینڈ آل"۔ ایکسٹو نے بدستور غراہٹ بھرے لہجے میں کہا اور پھر رابطہ منقطع کر دیا۔ صدیقی نے بھی تھکے تھکے انداز میں واچ ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور پھر وہ دونوں خاور کو گھورنے لگے۔

"مم، مجھے کیوں گھور رہے ہو۔ مم، میں نے کیا کیا ہے"۔ خاور نے انہیں اپنی طرف گھورتا پا کر بوکھلاتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں"۔ صدیقی نے منہ بنا کر کہا۔ اس نے اس وقت کوئی بات کرنی مناسب نہیں سمجھی تھی کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ

چیف مسلسل انہیں مانیٹر کر رہا ہے اور وہ ان کی آوازیں سن رہا ہے۔

"کچھ بھی ہو میں چیف کے احکام کی تعمیل نہیں کروں گا"۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد خاور نے سر جھٹک کر آئی کوڈ میں صدیقی اور نعمانی سے کہا تو وہ ایک بار پھر پریشان ہو گئے۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے خاور۔ چیف کے احکام کی تعمیل نہ کرنے کا مطلب جانتے ہو تم"۔ نعمانی نے آنکھوں کے مخصوص اشاروں سے اسے بری طرح سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میرا نہیں، آج چیف کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میرا دل اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہو رہا کہ چیف کا یہ حکم ملک کے مفاد میں ہے"۔ خاور نے بگڑے ہوئے تیور دکھاتے ہوئے کہا۔

"تم غلط سوچ رہے ہو خاور۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ ہم برسوں سے چیف کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ آج تک چیف نے ہم سے کبھی کوئی غلط کام نہیں کرایا۔ پھر اس بار وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے اور کیوں"۔ صدیقی نے کہا۔

"تمہاری ان باتوں کا اس وقت میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ لیکن........" خاور کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا"۔ نعمانی نے پوچھا۔

"میں یہ کام نہیں کروں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ چاہے سزا کے طور پر چیف میرے ٹکڑے کر دے"۔ خاور نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ صدیقی اور نعمانی اسے روکتے وہ کار کا دروازہ

کھول کر باہر نکل گیا۔

" اسے کیا ہو گیا ہے۔ یہ ایسا کیوں کر رہا ہے"۔ صدیقی نے ہونٹ چباتے ہوئے نعمانی سے کہا۔ بات اس نے آئی کوڈ میں ہی کی تھی۔

" معلوم نہیں، میں تو خود حیران ہوں۔ اب اسے چیف کے قہ سے ہم میں سے شاید ہی کوئی بچا سکے"۔ نعمانی نے بھی پریشانی کے عالم میں کہا۔ خاور سڑک کراس کر کے دوسری طرف چلا گیا تھا اور پھر و دیکھتے ہی دیکھتے ایک گلی میں مڑ گیا۔ صدیقی اور نعمانی نے پریشانی سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور پھر صدیقی نے کندھے اچکا کر کا آگے بڑھا دی۔

" جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ہم اپنا کام کرتے ہیں"۔ صدیقی نے آئ کوڈ میں کہا۔

" ہاں، یہی بہتر رہے گا۔ خاور کے حصے کا کام بھی اب ہمیں ہی کر پڑے گا۔ اس احمق کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے اسے بعد میں دیکھ لیں گے"۔ نعمانی نے کہا اور پھر وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے ایکس کے حکم کی تعمیل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

صفدر، تنویر اور جولیا ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔ اپنے کام کو سرانجام دے کر وہ سیدھے اس ریسٹورنٹ میں آ گئے تھے اور وہاں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔

" نجانے مجھے کیوں ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم نے جو کام کیا ہے وہ غلط ہوا ہے۔ بہت غلط"۔ جولیا نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا تو تنویر اور صفدر چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگے۔

" آپ کس کام کی بات کر رہی ہیں مس جولیا"۔ تنویر نے حیرانی سے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

" ڈاکٹر اے آر رندھاوا کی کوٹھی پر ہم نے جو حملہ کیا تھا۔ مجھے لگتا ہے جیسے ہم نے اس ڈاکٹر اے آر رندھاوا کو ہلاک کر دیا ہے جو ہمارے ملک کا بہت بڑا مذہبی پیشوا تھا"۔ جولیا نے سوچتے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ کا خیال غلط ہے مس جولیا۔ ڈاکٹر اے آر رندھاوا بے حد نیک، شریف اور محب وطن شخصیت ہیں۔ ملک اور قوم کے لئے انہوں نے جو کام کئے ہیں وہ قابل ستائش ہیں۔ جس کی وجہ سے ساری قوم ان کی قدر کرتی ہے۔ ایسے وطن پرست اور نیک شخصیت کو ایکسٹو جیسا محب وطن کس طرح موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ آپ تو یوں پریشان ہو رہی ہیں جیسے وہ احکامات ہمیں چیف نے نہیں کسی مجرم نے دیئے ہوں"۔ تنویر کہتا چلا گیا۔

"یہ بھی تو ممکن ہے مس جولیا کہ ڈاکٹر رندھاوا کی کوٹھی میں مجرموں نے قبضہ کر رکھا ہو۔ چیف کو ان کے بارے میں انفارمیشن ملی ہو اور مجرم ایسے ہوں جن کو ہلاک کیا جانا بے حد ضروری ہو"۔ صفدر نے کہا۔

"تم دونوں ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہونے کو کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر پھر بھی میرا دل مطمئن نہیں ہو رہا۔ حالانکہ ایکسٹو کی ذات پر شک کرنا ایسا ہے جیسے ...." ابھی جولیا نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس کی کلائی پر ضربیں لگنا شروع ہو گئیں۔ وہ چونک اٹھی تھی۔

"کیا ہوا"۔ تنویر اور صفدر نے اسے خاموش ہوتے اور چونکتے دیکھ کر جلدی سے پوچھا۔

"کال آ رہی ہے۔ میں ابھی آتی ہوں"۔ جولیا نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے ویٹرس سے واش روم کا پتہ پوچھا اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اس طرف چلی گئی۔ واش روم میں داخل ہو کر اس نے دروازہ

لاک کیا اور واش بیسن کا نل کھول دیا۔ پھر اس نے ریسٹ واچ کا بٹن کھینچ کر بارہ کے ہندسے پر سوئیاں ایڈجسٹ کیں اور ایک بٹن دبا دیا۔

"یس جولیا سپیکنگ۔ اوور"۔ جولیا نے کہا۔

"ایکسٹو۔ اوور"۔ دوسری جانب سے ایکسٹو کی مخصوص غراہٹ بھری آواز سنائی دی۔

"یس چیف۔ اوور"۔ جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"جولیا، کیا تنویر اور صفدر تمہارے ساتھ ہیں۔ اوور"۔ ایکسٹو نے اپنے مخصوص غراہٹ بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یس چیف، وہ دونوں میرے ساتھ ہیں۔ ہم اس وقت ایس آر ریسٹورنٹ میں ہیں۔ یہاں کافی پینے کے لئے رک گئے تھے۔ اوور"۔ جولیا نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم تنویر اور صفدر سے کہو کہ وہ دونوں میک اپ کر کے مختلف ہوٹلوں اور کلبوں میں جا کر ایک دبلے پتلے شوگرانی کو تلاش کریں۔ اس کا نام فریگن ہے مگر وہ زیادہ تر اپنا نام شی کاؤ یا شی چی استعمال کرتا ہے۔ وہ میک اپ کرنے کا ماہر ہے۔ مگر اس کی ایک مخصوص عادت کی وجہ سے اسے آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اس کی مخصوص عادت ہے کہ وہ اپنے دائیں پیر پر قدرے زور ڈال کر چلتا ہے اور اپنے دائیں کان کی لو کو اکثر کھینچتا رہتا ہے۔ اوور"۔ ایکسٹو نے کہا اور جولیا کو فریگن کا حلیہ بتانے لگا۔

"ٹھیک ہے چیف۔ میں تنویر اور صفدر کو ابھی اس مجرم کی تلاش میں لگا دیتی ہوں۔ اوور"۔ جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ان سے کہنا کہ فریگن انہیں جہاں بھی نظر آئے اسے چھیڑنے یا اس کے سامنے آنے کی کوشش نہ کریں۔ وہ جیسے ہی ملے اس کی نگرانی کریں اور فوری طور پر اس کے بارے میں مجھے رپورٹ دیں۔ اوور"۔ ایکسٹو نے کہا۔

"اوکے چیف، اور کوئی حکم۔ اوور"۔ جولیا نے کہا۔

"جولیا، تم سیکرٹ سروس کی ڈپٹی چیف ہو۔ میں نے تمہیں کیس کی تفصیلات نہیں بتائی تھیں۔ اس وقت میں بہت مصروف تھا۔ میں نے جس کوٹھی پر تم سے ریڈ کرایا تھا اس کے بارے میں مجھے اطلاع ملی تھی کہ وہاں چند دشمن عناصر چھپے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے ہمارے ملک کی مایہ ناز شخصیت اے آر ندھاوا کو ہلاک کر دیا تھا اور انہوں نے انہی کی کوٹھی پر قبضہ کر لیا تھا۔ جس کی وجہ سے میں نے تمہیں فوری طور پر اس کوٹھی پر ریڈ کر کے وہاں موجود ہر شخص کو ہلاک کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

اصل میں ان دنوں پاکیشیا میں ایک مجرم تنظیم فری مین کام کر رہی ہے۔ جس کا نیٹ ورک اس وقت پورے پاکیشیا میں پھیلا ہوا ہے۔ فری مین قاتلوں اور دہشت گردوں کا ایک بڑا ٹولہ ہے جس کا کام ملک کی نامور اور اہم شخصیات کو اغوا اور قتل کرنا ہے۔ اس تنظیم کا سربراہ وہی فریگن ہے جس کی تلاش کے لئے میں نے تمہیں احکام

دیئے ہیں۔ فری مین انتہائی فعال اور باوسائل تنظیموں میں شمار ہوتی ہے جو اپنا کام انتہائی مستعدی اور تیزی سے کرتی ہے۔ جن افراد کو انہوں نے اغوا یا قتل کرنا ہوتا ہے ان کے گرد لاکھ پہرے بٹھا دیئے جائیں یا انہیں کہیں بھی چھپا لیا جائے وہ ان تک پہنچ جاتے ہیں۔ فری مین کی کارروائیاں پہلے یورپی ممالک تک محدود تھیں مگر اب انہیں ایشیا بلکہ پاکیشیا میں دیکھا جا رہا ہے اور ایک رپورٹ کے مطابق فری مین کا چیف فریگن خود یہاں موجود ہے اور ان کا مقصد کیا ہے وہ پاکیشیا میں کس مقصد کے لئے آئے ہیں اس کے بارے میں ابھی کچھ معلوم نہیں ہوا ہے۔ لیکن بہرحال وہ پاکیشیا میں بھی کسی اہم شخصیات کو اغوا اور اس کا قتل کر سکتے ہیں اس لئے اہم شخصیات کو خاص پروٹیکشن دی جا رہی ہے۔ ان لوگوں کی حفاظت پر اہم شخصیات کو تعینات کیا جا چکا ہے اور ہمیں فری مین اور اس کی تنظیم کو تلاش کرنے اور ان کے خاتمے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ فری مین فعال ہونے کے ساتھ ساتھ بے رحم، سفاک اور انتہائی حد تک جلاد خصلت کے مالک ہیں۔ اس لئے ان لوگوں سے رو رعایت کرنا ہمارے لئے بے وقوفی ہوگی۔ جس کے لئے میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو پکڑنے دھکڑنے کی بجائے ان کا فوری خاتمہ کر دیا جائے۔ ڈاکٹر اے آر ندھاوا کی کوٹھی میں جن افراد کو تم لوگوں نے ہلاک کیا ہے وہ اصل میں فری مین کے ہی آدمی تھے اور انہوں نے ڈاکٹر اے آر ندھاوا کو ہلاک کر کے اس بات کو کنفرم کر دیا ہے کہ

ان لوگوں کا مقصد اس ملک کی اہم شخصیات کو ختم کرنے کا ہی ہے۔
صفدر اور تنویر فریگن کو تلاش کریں گے تم اور تمہارے دوسرے
ساتھی یعنی خاور، صدیقی اور نعمانی فری مین تنظیم کے ارکان کو تلاش
کریں گے اور جن پر تم لوگوں کو معمولی سا بھی شک ہوا انہیں ایک
لمحے سے پہلے ہلاک کر دو۔ تم سب نائٹ کلبوں، ہوٹلوں اور
ریستورانوں میں جا کر ان افراد کو ٹریس کرو اور مجھے رپورٹ دو۔
اوور"۔ ایکسٹو کہتا چلا گیا۔

" ٹھیک ہے چیف۔ آپ نے کیس کی تفصیلات بتا کر میری بہت
بڑی پریشانی دور کر دی ہے۔ میں ذہنی خلش کا شکار تھی۔ اب ساری
حقیقت مجھ پر واضح ہو گئی ہے۔ میں ابھی اور اسی وقت اپنا کام شروع
کر دیتی ہوں۔ فری مین تنظیم یہاں اپنے ناپاک عزائم پر کبھی عملدرآمد
نہیں کر پائے گی۔ پاکیشیا میں آکر انہوں نے اپنی موت یقینی بنا لی
ہے۔ ہم موت بن کر ان پر جھپٹ پڑیں گے اور اس تنظیم کے افراد کو
چن چن کر ہلاک کر دیں گے۔ اوور"۔ جولیا نے بڑے جوشیلے لہجے میں
کہا۔

" گڈ، ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اوور"۔ ایکسٹو نے کہا۔

" چیف، کیا اس کیس پر عمران ہمارے ساتھ کام نہیں کرے گا۔
اوور"۔ جولیا نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

" نہیں، عمران کو میں نے ایک اور کام کے لئے مخصوص کر رکھا
ہے۔ تم اپنا کام کرو وہ اپنا کام کرے گا۔ ویسے بھی یہ سیکرٹ سروس کا

کیس ہے۔ اس کیس میں عمران کی ضرورت بہرحال نہیں ہے۔ جب
ضرورت ہوگی اسے میں خود ہی تم لوگوں کے ساتھ اٹیچ کر دوں گا۔
اوور اینڈ آل"۔ ایکسٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رابطہ
منقطع کر دیا۔ جولیا پر کیس کی تفصیلات واضح ہو چکی تھیں۔ ایکسٹو
نے اس کی ساری پریشانی دور کر دی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ بالکل
فریش اور مستعد نظر آ رہی تھی۔ وہ چند لمحے سوچتی رہی پھر اس نے
واچ ٹرانسمیٹر پر خاور، نعمانی، صدیقی اور چوہان کو کال کیا اور انہیں
اس ریستورنٹ میں پہنچنے کی ہدایات دیں۔ جہاں وہ تنویر اور صفدر
کے ساتھ موجود تھی۔ پھر اس نے واچ ٹرانسمیٹر بند کیا اور واش روم
سے باہر آ گئی اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اس طرف بڑھتی چلی گئی جہاں
تنویر اور صفدر اس کا انتظار کر رہے تھے۔

ماسٹر کاسٹرو نے مکمل طور پر ایکسٹو کا روپ دھار لیا تھا۔ بلیک زیرو کے ذہن کو سکین کر کے اس نے وہ تمام معلومات اس سے اگلوا لی تھیں جو اس کے ایکسٹو بننے میں اس کے لئے کارآمد اور ضروری تھیں۔

ماسٹر کاسٹرو ایک بے حد چالاک، ذہین اور شاطر انسان تھا۔ اس نے بلیک زیرو کے ذہن سے چھوٹی سے چھوٹی، اہم اور غیر اہم معلومات بھی نکال لی تھیں اور ہر بات کو اس نے پوری طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ بلیک زیرو کے ذہن سے اس نے جو معلومات حاصل کی تھیں وہ باقاعدہ ایک کمپیوٹر میں فیڈ تھیں جن کے پرنٹ نکال کر ماسٹر کاسٹرو نے انہیں کئی بار پڑھا تھا تاکہ کسی مرحلے میں اسے کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس کے بعد وہ وہاں سے سیدھا ایکسٹو کے ہیڈ کوارٹر یعنی دانش منزل میں جا پہنچا تھا۔ دانش منزل کا نظام دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئی

تھیں۔ عمران نے ایکسٹو کے لئے وہاں جو انتظام کر رکھے تھے اسے دیکھ کر ماسٹر کاسٹرو کو کسی بھی طرح یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ وہ ایک ترقی پذیر یا پسماندہ ملک میں موجود ہے۔

دانش منزل کا فول پروف نظام اور وہاں موجود پیچیدہ مشینری کو جس طرح عمران نے وہاں ایڈجسٹ کر رکھا تھا اسے دیکھ کر ماسٹر کاسٹرو دل سے عمران جیسی عظیم شخصیت کا قائل ہو گیا تھا۔ ایسا نظام اس نے سپر پاورز ممالک میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ اگر دانش منزل کے سیٹ اپ کے بارے میں اسے بلیک زیرو نے معلومات فراہم نہ کی ہوتیں تو ماسٹر کاسٹرو کو کسی بھی طرح اس نظام کی سمجھ نہیں آ سکتی تھی۔

ماسٹر کاسٹرو نے دانش منزل میں آکر سب سے پہلے اس سارے سسٹم میں بنیادی ردوبدل کر کے اسے اپنے انداز میں سیٹ کر لیا تھا تاکہ عمران کسی بھی طرح دانش منزل میں داخل نہ ہو سکے۔ اس نے دانش منزل کے تمام خفیہ راستوں کو بھی مکمل طور پر سیلڈ کر دیا تھا۔

ایکسٹو کے بارے میں اسے جو باتیں معلوم ہوئی تھیں اس کے مطابق وہ ایکسٹو بن کر اس پورے ملک پر راج کر سکتا تھا اور پورے ملک میں اپنا سکہ قائم کر سکتا تھا۔ ایکسٹو کی پراسرار شخصیت ایسی تھی کہ یوں لگتا تھا جیسے پاکیشیا پر صدر اور وزیراعظم کا نام بس دکھاوے کے طور پر استعمال ہوتا ہو۔ اصل حکومت جیسے ایکسٹو کی مٹھی میں تھی۔ ایکسٹو کے اختیارات اور وسائل بے پناہ تھے جن کے سامنے صدر

اور وزیراعظم کی حیثیت بھی ایک لحاظ سے زیرو ہو کر رہ جاتی تھی۔
ماسٹر کاسٹرو کو عمران اور سیکرٹ سروس کی ہلاکت کا مشن دیا گیا
تھا۔ مگر ماسٹر کاسٹرو نے یہاں آکر سب سے پہلے پاکیشیا سیکرٹ سروس
کے چیف ایکسٹو پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اس کے لئے اس نے سب سے پہلے
کرائم اور مخبر ایجنسیوں سے رابطہ کر کے ایکسٹو کے بارے میں بنیادی
معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی مگر کسی سے بھی اسے
ایکسٹو کے بارے میں کوئی تفصیل حاصل نہیں ہوئی تھی۔ ان
ایجنسیوں کے مطابق ایکسٹو ایک پراسرار شخصیت تھی جس کے بارے
میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔ یہاں تک
کہ اس ملک کا صدر اور وزیراعظم تک ایکسٹو کی شخصیت سے ناآشنا تھے
ایکسٹو اہم ملکی معاملات میں جب بھی صدر اور وزیراعظم سے ملنے گیا تھا
نقاب پہن کر ان کے سامنے گیا تھا۔ وہ بہت کم باہر دیکھا گیا تھا۔ زیادہ
تر وہ اپنے نمائندے کی حیثیت سے عمران کو ہی سامنے لاتا تھا۔ ایکسٹو
سے رابطے کا ذریعہ ٹیلی فون یا پھر ٹرانسمیٹر تھے۔ اس کے ٹیلی فون نمبرز
اور ٹرانسمیٹر فریکونسیاں بھی آج تک ٹریس نہیں کی جا سکی تھیں۔
ایکسٹو کے بارے میں ماسٹر کاسٹرو کو جب کوئی اہم تفصیل نہ ملی تو وہ
پہلے تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ لاکھ کوشش کرے
ایکسٹو تک پہنچنا تو کجا وہ ایکسٹو کے بارے میں کوئی معمولی سی بھی
ٹپ حاصل نہیں کر سکے گا۔ پھر اچانک ماسٹر کاسٹرو کو ایک ٹپ ملی کہ
ایکسٹو جب کبھی صدر مملکت یا وزیراعظم سے ملنے جاتا ہے تو وہ ایک

سپیشل کار میں جاتا ہے۔ ماسٹر کاسٹرو کو اس کار کی خصوصیات اور اس
کے ماڈل کے بارے میں جب تمام تفصیل کا علم ہوا تو اس نے ایکسٹو
کو اس کے بل سے نکلنے کے لئے ایک انوکھا منصوبہ بنا لیا۔
ماسٹر کاسٹرو نے یورپی ممالک میں سرگرم ایک مجرم تنظیم فری
مین کی ایک سپیشل رپورٹ بنائی اور اپنے خاص ذرائع استعمال
کرتے ہوئے وہ رپورٹ اس نے اسرائیل بھجوا دی اور اسرائیلی حکام
سے درخواست کی کہ وہ اس رپورٹ کو خاص طور پر ایکریمیا اور
ایکریمیا سے پاکیشیائی صدر تک پہنچا دیں۔ اس سلسلے میں اسے خاصی
بھاگ دوڑ کرنا پڑی تھی۔ لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا۔ اس
نے فری مین تنظیم کی جو رپورٹ تیار کی تھی اس کے بعد پاکیشیائی
صدر کا ایکسٹو سے ملنا ناگزیر ہو گیا تھا اور پھر ویسا ہی ہوا جیسا ماسٹر
کاسٹرو چاہتا تھا۔ ایکریمی حکام کے توسط سے رپورٹ پاکیشیا کے سفیر
وینڈی پال تک پہنچ گئی اور مسٹر وینڈی پال اس رپورٹ کو لے کر
خود صدر پاکیشیا کے پاس گیا تھا۔ جیسے ہی رپورٹ پاکیشیا کے صدر
کے پاس پہنچی ماسٹر کاسٹرو جس نے پاکیشیا میں مقامی اور غیر ملکی
مجرموں کو بھاری رقمیں دے کر پورے دارالحکومت میں پھیلا دیا تھا
اور انہیں اس مخصوص کار کو جسے ایکسٹو استعمال کرتا تھا کی تلاش میں
سرگرم کر دیا اور پھر جیسے ہی اسے اس مخصوص اور سپیشل کار کی
اطلاع ملی ماسٹر کاسٹرو فوری طور پر اس جگہ پہنچ گیا جہاں ایکسٹو اس
مخصوص کار میں صدر مملکت سے ملنے جا رہا تھا۔ ماسٹر کاسٹرو نے ایکسٹو

کی کار کو گھیر لیا تھا۔ وہ ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ سائنسی دماغ بھی رکھتا تھا اور اس نے ہر قسم کی سچوئیشن پر قابو پانے کے لئے اپنے پاس خاص سائنسی آلات تیار کر رکھے تھے۔ جس کی وجہ سے اس نے ایکسٹو کو اس کی مخصوص کار سے آسانی سے اغوا کر لیا۔

" ایکسٹو کو اغوا کر کے وہ اسے ایک مخصوص پوائنٹ پر لے گیا تھا۔ جہاں اس نے ایکسٹو کا سر گنجا کر کے پہلے اس کے دماغ کا معمولی آپریشن کیا اور پھر اپنی ایجاد کردہ برین سکیننگ مشین سے اس کا دماغ پوری طرح سے اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ اس طرح ایکسٹو کی شخصیت مکمل طور پر اس کے سامنے بے نقاب ہو گئی کہ اصل ایکسٹو عمران ہے۔ یہ جان کر ماسٹر کاسٹرو کی حالت واقعی غیر ہو گئی تھی۔

بلیک زیرو سے ایکسٹو کے بارے میں تمام معلومات حاصل کر کے اسے ایکسٹو بننے میں کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس نے نہ صرف بلیک زیرو کا میک اپ کر لیا تھا بلکہ دانش منزل کا سارا کنٹرول سنبھال لیا تھا۔ پھر اس نے ایکسٹو کی حیثیت سے صدر مملکت سے بھی بات کی تھی۔ صدر مملکت نے فری مین کی وہ رپورٹ اسے دے دی تھی جو خود اس کی تیار کردہ تھی۔ ماسٹر کاسٹرو نے ایکسٹو کی حیثیت سے صدر مملکت کو یقین دلایا تھا کہ وہ فری مین تنظیم کو کسی بھی طرح ان کے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ وہ فری مین کے ایک ایک مجرم کو ٹریس کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ صدر مملکت کو تسلی دے کر وہ واپس دانش منزل آ گیا تھا اور اس نے

بلیک زیرو کی آواز میں سر سلطان کو بھی رپورٹ دے دی تھی۔ ماسٹر کاسٹرو کو آوازیں بدلنے اور نقل کرنے کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اس نے دانش منزل سے سیکرٹ سروس کے ممبروں کی تفصیل، ان کے پتے اور فون نمبرز بھی حاصل کر لئے تھے۔ وہ چاہتا تو دانش منزل میں بیٹھ کر نہ صرف پاکیشیا سیکرٹ سروس کا آسانی سے خاتمہ کر ڈالتا بلکہ عمران کو بھی آسانی سے ہلاک کر سکتا تھا۔ بلیک زیرو تو پہلے ہی اس کے قبضے میں تھا۔ جسے ہلاک کرنا اس کے لئے کچھ مشکل نہ تھا مگر وہ ابھی ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایکسٹو کی حقیقت جان کر اور اس کی جگہ سنبھال کر اس کا ذہن کسی اور طرف چل نکلا تھا۔

ماسٹر کاسٹرو اب پاکیشیا پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ ایکسٹو کی حیثیت سے وہ آسانی کے ساتھ پاکیشیا پر قبضہ کر سکتا ہے اور سارے پاکیشیا پر اپنا تسلط جما سکتا ہے۔ عمران تو بے وقوف انسان تھا جو اتنی بڑی شخصیت ہونے کے باوجود ایک عام اور سادہ سی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو پاکیشیا تو کیا بڑی بڑی حکومتوں کے تختے الٹ سکتا تھا۔ وہ اس ساری دنیا پر حکومت کر سکتا تھا مگر اسے شاید ملک کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنے کے سوا کچھ نہیں آتا تھا۔ جو کام عمران نے نہیں کیا تھا وہ کام ماسٹر کاسٹرو ایکسٹو بن کر اب خود کرنا چاہتا تھا۔ ایکسٹو کی حیثیت معمولی نہیں تھی۔ بڑی بڑی باوسائل ایجنسیوں کی طرح اس نے بھی اپنے ایجنٹوں کا جال پوری دنیا میں پھیلا رکھا تھا اور جن ایجنسیوں سے اس کے تعلقات

تھے ان کی مدد سے وہ واقعی پوری دنیا پر اپنا تسلط قائم کر سکتا تھا۔

یہ تمام انفارمیشن ماسٹر کاسٹرو کو دانش منزل میں موجود کمپیوٹروں سے حاصل ہوئی تھیں۔ ان کمپیوٹروں میں پوری دنیا کی حکومتوں کی کمزوریاں موجود تھیں۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی مجرموں کی تفصیل اور سیکرٹ ایجنٹوں کی معلومات کے ساتھ ساتھ دنیا کی ہر خاص شخصیت کی تفصیل وہاں موجود تھی۔ ایکسٹو کے پاس ہر قسم کی معلومات کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود تھا جسے دیکھ دیکھ کر ماسٹر کاسٹرو کو عمران پر رشک آرہا تھا۔

ماسٹر کاسٹرو نے پاکیشیا پر قبضہ کرنے کا حتمی پروگرام بنا لیا تھا۔ اس کے لئے اس نے سب سے پہلے ملک میں چند اہم ہستیوں کو ہلاک کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ وہ اس ملک میں خوف و دہشت کی فضا قائم کرنا چاہتا تھا اور حکومت کے خلاف عوام کے دلوں میں نفرت پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے اس نے ایک خاص منصوبہ بندی کی تھی۔ اس نے کئی مجرم تنظیموں کو خرید کر پورے ملک میں پھیلا دیا تھا اور سیکرٹ سروس کے ممبروں کو بھی اپنے طور پر مجرمانہ کارروائیوں پر مامور کر دیا تھا۔ جولیا، تنویر اور صفدر کو اس نے جان بوجھ کر ڈاکٹر اے آر رندھاوا کی ہلاکت کے لئے بھیجا تھا۔ نعمانی، خاور اور صدیقی کے ذریعے وہ ملک کے اہم حصوں پر خطرناک اور طاقتور بم فٹ کر رہا تھا۔ ماسٹر کاسٹرو کو پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبروں کی ذہانت کا پوری طرح سے اندازہ تھا کہ وہ ان مجرمانہ کارروائیوں سے آگاہ ہو

اس کی ذات پر شک کر سکتے تھے اور ممکن تھا کہ وہ اس کے احکامات سے منحرف ہونے کی کوشش کرتے مگر ماسٹر کاسٹرو انہیں چالاکی اور عیاری سے ڈیل کر رہا تھا۔ اس نے جولیا پر فری مین تنظیم کی حقیقت واضح کر دی تھی اور انہیں الجھا کر وہ ان سے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جس میں وہ کافی حد تک کامیاب جا رہا تھا۔ جولیا، صفدر اور تنویر نے ملک کی ایک اہم شخصیت ڈاکٹر اے آر رندھاوا کو ہلاک کر دیا تھا۔ خاور، صدیقی اور نعمانی نے اس کے حکم کے مطابق اہم عمارتوں اور اہم تنصیبات میں بم فٹ کر دیئے تھے اور انہوں نے ملک کے ایک مشہور و معروف سائنسدان سی ایم منیر کو اس کی کوٹھی میں موجود ایک اہم اور بڑی لیبارٹری سمیت راکٹوں اور میزائلوں سے اڑا دیا تھا۔

ماسٹر کاسٹرو نے ملک کی جن اہم شخصیات کا خاتمہ کرنا تھا اس نے ان کی باقاعدہ ایک لسٹ بنائی تھی۔ جن کو ہلاک کرنے کی زیادہ تر ذمہ داری اس نے اپنے آدمیوں کی لگائی تھی اور ان کی طرف سے اسے مسلسل کامیابیوں کی رپورٹس مل رہی تھیں۔ پورے ملک میں اس نے خوف و دہشت کی فضا قائم کر دی تھی۔ جس سے پاکیشیائی حکومت بری طرح سے ہل کر رہ گئی تھی۔

ماسٹر کاسٹرو کو سب سے زیادہ خطرہ عمران کی ذات سے تھا۔ اس نے عمران کو ٹریس کرنے کی بہت کوشش کی تھی مگر کسی طرح اسے عمران کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ پھر اسے جب فریگن نے بتایا کہ اس

نے عمران کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو اسے فریگن پر شدید غصہ آیا کہ اگر اسے موقع مل ہی گیا تھا تو اس نے عمران کو ہلاک کیوں نہیں کیا۔ اس نے فریگن کو ہوٹل بدلنے کے احکامات دے دیئے اور پھر اس کی جب عمران سے بات ہوئی تو ماسٹر کاسٹرو نے اس سے اپنی حقیقت چھپانے کی بجائے اس پر واضح کر دیا کہ اس نے کس طرح ایکسٹو بن کر اس کی جگہ سنبھال لی ہے۔

ماسٹر کاسٹرو جانتا تھا کہ حقیقت جان کر عمران کبھی نچلا نہیں بیٹھے گا۔ وہ یہ جان کر کہ ایکسٹو کی اصلیت بے نقاب ہو چکی ہے ماسٹر کاسٹرو تک پہنچنے اور اس کا خاتمہ کرنے کے لئے اندھا دھند اس طرف دوڑ پڑے گا۔ ماسٹر کاسٹرو نے عمران کو ہلاک کرنے کے لئے دانش منزل میں ہر طرف موت کے جال پھیلا دیئے تھے۔ عمران دانش منزل میں اگر آنے کی کوشش کرتا تو ماسٹر کاسٹرو اسے آسانی کے ساتھ ہلاک کر سکتا تھا۔ اسے اس بات کا خدشہ نہیں تھا کہ عمران سیکرٹ سروس کے ممبروں کو اس کے خلاف بھڑکا سکے گا۔ عمران چونکہ خود ایکسٹو تھا اس لئے وہ کسی بھی صورت میں ان کے سامنے اس کی حقیقت اور اصلیت ظاہر نہیں کر پائے گا۔ عمران اس کے خلاف عیاری اور مکاری کے جال بنے گا۔ عمران نے جس جگہ سے اسے فون کیا تھا۔ دانش منزل کے کمپیوٹر نے اس جگہ کی لوکیشن اور علاقے کے بارے میں اسے پوری معلومات فراہم کر دی تھیں۔ ماسٹر کاسٹرو نے فوری طور پر ایک پیشہ ور قاتلوں کے گروپ ریڈ ڈیتھ کو اس طرف روانہ کر دیا تھا۔

عمران کو ہلاک کرنا اس کے لئے بے حد ضروری تھا۔ ایک عمران ہی تھا جو اس کی شخصیت کا شیرازہ بکھیر سکتا تھا۔ ماسٹر کاسٹرو نے گو عمران سے بچنے کے لئے تمام انتظامات مکمل کر رکھے تھے مگر اسے عمران کی ذہانت کا بھی علم ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ عمران کو اب ہر صورت میں ختم کرنے کا پروگرام بنا چکا تھا۔

بین الاقوامی مجرموں کی ایک فائل میں ماسٹر کاسٹرو کا بھی نام شامل تھا۔ اس کے بارے میں عمران نے خاصی تفصیل جمع کر رکھی تھی جس کی وجہ سے عمران واقعی اس کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ ماسٹر کاسٹرو ان فائلوں کو دوبارہ چیک کرنے لگا تو کمپیوٹر پر اچانک اس کے سامنے ایک تصویر آ گئی۔ اس تصویر کو دیکھ کر ماسٹر کاسٹرو بری طرح سے چونک اٹھا تھا۔ وہ اس کے خاص ملازم فریگن کی تصویر تھی۔ تصویر کے نیچے ڈیتھ ماسٹر اور اس کے نیچے ماسٹر چاؤ لکھا ہوا تھا اور اس کے نیچے فریگن کی تفصیل تھی جسے پڑھتے ہوئے ماسٹر کاسٹرو کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیلتی چلی گئیں۔

تفصیل کے مطابق ڈیتھ ماسٹر یعنی فریگن ماسٹر چاؤ تھا جو اصل میں سپر ٦ ایجنسی کا فائی لینڈ میں پراسرار چیف تھا۔ اس کی شخصیت بھی فائی لینڈ میں ہر خاص و عام سے چھپی ہوئی تھی۔ سپر ٦ ایجنسی جو فائی لینڈ کی سب سے بڑی اور اہم حیثیت کی حامل تھی کی بنیاد اس ماسٹر چاؤ نے ہی رکھی تھی اور وہ فائی لینڈ میں صدر مملکت اور وزیر اعظم کو جوابدہ تھا۔ ان دونوں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ سپر ٦ ایجنسی کا اصل چیف

کون ہے۔ ماسٹر چاؤ کے بعد دوسرے نمبر پر سپر ۶ ایجنسی کا چیف ہارڈمین تھا اور اس کے بعد تیسرا نمبر ماسٹر کاسٹرو کا تھا۔ یعنی ایک لحاظ سے ماسٹر کاسٹرو اصل میں ماسٹر چاؤ کے انڈر تھا اور ماسٹر چاؤ کس چالاکی اور عیاری سے ماسٹر کاسٹرو کا ملازم بنا ہوا تھا۔ اس نے آج تک ماسٹر کاسٹرو جیسے زیرک اور چالاک انسان پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ سپر چیف ہے۔ ماسٹر چاؤ نے یہ پراسراریت پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو سے مرعوب ہو کر اپنائی تھی۔ وہ ماسٹر کاسٹرو کا ملازم بن کر بظاہر اس کا کام کرتا تھا مگر حقیقتاً وہ ماسٹر کاسٹرو کے ساتھ رہ کر اس کی بھرپور نگرانی کرتا تھا بلکہ بہت سے ایسے کام تھے جنہیں اس نے ماسٹر کاسٹرو کے ساتھ مل کر سرانجام دیئے تھے۔

فریگن کی اصلیت جان کر ماسٹر کاسٹرو کا خون کھول اٹھا تھا۔ اسے فریگن یعنی ماسٹر چاؤ پر شدید غصہ آرہا تھا جو اسے ایک عرصے سے بے وقوف بنائے ہوئے تھا۔ ماسٹر چاؤ بظاہر ہارڈمین سے کہلوا کر جان بوجھ کر اس کے ساتھ پاکیشیا آگیا تھا۔ مگر کیوں اور سپر ۶ ایجنسی کا چیف ہونے کے باوجود اس کا ماسٹر کاسٹرو کے ساتھ رہنا کیا معنی رکھتا تھا۔ ماسٹر کاسٹرو نے اس بات کے متعلق بہت سوچا مگر اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا اور اسے فریگن کا پاکیشیا آنے کا مقصد بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے فریگن کو ہوٹل وائٹ روز فون کیا تھا مگر وہ وہاں نہیں پہنچا تھا۔ اس نے البتہ ماسٹر کاسٹرو کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے وہ سیاہ کار ضرور ہوٹل وائٹ روز کی پارکنگ میں پہنچا دی تھی

جسے خاور، صدیقی اور نعمانی نے لے جانا تھا۔ اس کے بعد فریگن کہاں گیا تھا اور کیا کرتا پھر رہا تھا اس کے بارے میں ماسٹر کاسٹرو کو کچھ خبر نہیں تھی۔ اس نے سپیشل ٹرانسمیٹر پر بھی فریگن سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر دوسری طرف سے اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ جس کی وجہ سے ماسٹر کاسٹرو کافی پریشان ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے جولیا سے کہہ کر صفدر اور تنویر کو اس کی تلاش میں لگا دیا تھا۔

اس وقت ماسٹر کاسٹرو دانش منزل کے آپریشن روم میں بلیک زیرو کی مخصوص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اس کے سپیشل ٹرانسمیٹر سے کال آنا شروع ہو گئی۔

"یس ماسٹر کاسٹرو سپیکنگ۔ اوور"۔ ماسٹر کاسٹرو نے ٹرانسمیٹر آن کر کے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ اس کا خیال تھا کہ اسے کال کرنے والا ہارڈمین ہو گا اس لئے اس نے اپنے اصل لب و لہجے میں بات کی تھی اور باقاعدہ اپنا نام لیا تھا۔

"ریڈ کنگ بول رہا ہوں۔ اوور"۔ دوسری طرف سے بھیڑیئے کی طرح غراتی ہوئی ایک آواز سنائی دی اور ماسٹر کاسٹرو بری طرح سے اچھل پڑا۔ اس کا چہرہ یکلخت غصے سے سرخ ہو گیا تھا اور اس کی آنکھوں سے جیسے چنگاریاں اڑنے لگی تھیں۔

"کون ریڈ کنگ۔ میں کسی ریڈ کنگ کو نہیں جانتا۔ اوور"۔ ماسٹر کاسٹرو نے غصے سے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو کاسٹرو۔ میں تمہارا چیف ریڈ کنگ ہوں۔

یہ تم مجھ سے کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔اوور"۔ دوسری جانب
سے ریڈ کنگ کی دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہونہہ، ریڈ کنگ۔ تم ریڈ کنگ ہو، فریگن ہو، ماسٹر چاؤ ہو یا شی
کاؤ۔مجھ پر تمہاری حقیقت عیاں ہو گئی ہے احمق۔اوور"۔ماسٹر کاسٹرو
نے بھی جواباً غراتے ہوئے کہا تو دوسری طرف یکلخت خاموشی چھا گئی۔

"اب کیا ہو گیا ہے تمہیں ریڈ کنگ عرف فریگن دی گریٹ۔
سانپ کیوں سونگھ گیا ہے تمہیں۔بولو، جواب دو۔ تم ماسٹر کاسٹرو کو
کیا سمجھتے ہو۔ کیا ماسٹر کاسٹرو اتنا بڑا بے وقوف، احمق اور گدھا ہے
جس پر تمہاری اصلیت ہی ظاہر نہیں ہو گی۔اوور"۔ماسٹر کاسٹرو نے
بڑے طنزیہ انداز میں کہا اس کے لہجے میں زہریلے ناگ کی سی کاٹ
تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کاسٹرو۔ یہ تم کیا بکواس کر رہے
ہو۔ کون فریگن، کون شی کاؤ۔ میں ریڈ کنگ ہوں۔ ریڈ کنگ۔
اوور"۔چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ریڈ کنگ نے دھاڑتے ہوئے
کہا تو ماسٹر کاسٹرو کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ آ گئی۔

"بس بہت ہو گیا ماسٹر چاؤ۔ تم نے ماسٹر کاسٹرو کا ملازم بن کر اسے
بہت دھوکے دے لئے ہیں۔اب تمہارا کھیل ختم ہو گیا ہے۔ تم کیا
تھے کیا ہو مجھے سب معلوم ہو گیا ہے۔ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ
میرے سیکرٹ چیف تک کیسے پہنچتے تھے اور میری ہر پلاننگ کے
بارے میں چیف کو کیسے خبر ہو جاتی تھی۔ تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے

ماسٹر کاسٹرو کو اور ماسٹر کاسٹرو سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر دھوکہ
دینے والے کو نہیں۔ تم نے میرے اعتماد، میرے وقار اور عزت کو
مجروح کیا ہے۔جس کا حساب تمہیں ہر حال میں دینا ہو گا۔ میں تم
جیسے گھٹیا درجے کے ملازم کو اپنے جوتے کی نوک پر تو رکھ سکتا ہوں
مگر چیف ہونے کا درجہ نہیں دے سکتا۔ کبھی نہیں۔اوور"۔ ماسٹر
کاسٹرو نے غراتے ہوئے کہا۔اس کے لہجے میں شدید نفرت تھی۔

"کاسٹرو، تم ریڈ کنگ کی توہین کر رہے ہو۔اوور"۔ریڈ کنگ نے
بھڑکتے ہوئے کہا۔

"توہین، ہونہہ۔ابھی تو میں صرف تمہاری توہین کر رہا ہوں گھٹیا
ملازم۔اگر تم اس وقت میرے سامنے ہوتے تو میں اپنا جوتا اتار کر
تمہارے سر پر مار مار کر تمہارا سر توڑ دیتا۔اوور"۔ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

"کاسٹرو"۔دوسری طرف سے ریڈ کنگ کی غصے سے کانپتی ہوئی
آواز سنائی دی۔

"ماسٹر کاسٹرو کہو احمق۔اب اگر تم اپنی زندگی اور یہ چاہتے ہو کہ
میں تمہارا راز کسی پر ظاہر نہ کروں تو تمہارے لئے بہتر ہو گا کہ تم
یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ پاکیشیا کو چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر
چھوڑ دو ورنہ تمہاری یہاں سے فائی لینڈ لاش ہی واپس جائے گی اور وہ
بھی ٹکڑوں کی صورت میں۔اوور"۔ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

"تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو کاسٹرو۔ ریڈ کنگ کی اصلیت
جاننے والا زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں اور تم یہاں علی

عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خاتمے کے لئے آئے تھے مگر اب سب سے پہلے میں تمہارا خاتمہ کروں گا۔ میں تمہیں ایسی بھیانک اور لرزا دینے والی موت سے ہمکنار کروں گا کہ مرنے کے بعد بھی تمہاری روح صدیوں تک بلبلاتی رہے گی۔ الٹی گنتی شروع کر دو ماسٹر کاسٹرو۔ تمہاری زندگی اور موت میں بہت کم وقت باقی رہ گیا ہے۔ اوور اینڈ آل"۔ دوسری طرف سے ریڈ کنگ نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"کاؤنٹ ڈاؤن کس کا شروع ہو گیا ہے۔ یہ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا فریگن"۔ ماسٹر کاسٹرو نے غراتے ہوئے کہا اور اپنا ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے پوری قوت سے زمین پر مار کر توڑ دیا۔ غصے اور نفرت کی شدت سے اس کی آنکھیں مسلسل شعلے برسا رہی تھیں۔ اس وقت اگر فریگن اس کے سامنے ہوتا تو وہ واقعی اس کے اپنے ہاتھوں سے ٹکڑے اڑا دیتا۔

عمران کے سامنے شی کاؤ کھڑا تھا۔ وہی شی کاؤ جس نے دھوکے سے اسے سنٹرل جیل میں بلایا تھا اور پھر اس نے اسے جیل کے تہہ خانے میں پھنسوا کر اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہی نہیں اسی شی کاؤ نے اسے بے ہوش کر کے اس کا سر بھی گنجا کر دیا تھا اور اسے اٹھا کر شہر سے دور کچرے کے ڈرم میں بھی پھینک دیا تھا۔

شی کاؤ اسی لباس اور حلیئے میں تھا جس میں وہ عمران سے پہلے ٹکرا چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں لمبے نال والی آٹومیٹک گن تھی جس کے سرے پر سائیلنسر لگا ہوا تھا۔

"مجھے دیکھ کر چونک گئے ناں"۔ شی کاؤ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہیں دیکھ کر میں چونکا ہی نہیں اچھلا بھی ہوں۔ تم نے میرا سر گنجا کر کے مجھے ٹنڈ منڈ کر دیا ہے۔ جبکہ تم پہلے ہی سے ٹنڈ منڈ ہو سمجھ میں نہیں آرہا میں تم سے بدلہ کیسے لوں"۔ عمران نے اپنے سر پر ہاتھ

پھیرتے ہوئے کہا۔

" میں تمہیں اب کسی چالاکی کا موقع نہیں دوں گا عمران "۔ شی کاؤ نے کہا اور پھر ٹھک کی آواز کے ساتھ اس کی گن سے شعلہ نکلا لیکن عمران جس کی نظریں پہلے سے ہی اس کے ہاتھ پر جمی ہوئی تھیں۔ ٹریگر دبتے ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف چھلانگ لگا دی۔ شی کاؤ نے مڑ کر پھر عمران پر فائر کیا اور پھر وہ مسلسل عمران پر گولیاں برساتا چلا گیا لیکن عمران سنگ آرٹ کا بہترین نمونہ پیش کرتے ہوئے اس کی فائرنگ سے بچ نکلا یہاں تک کہ شی کاؤ کی گن خالی ہو گئی۔

" ارے بس، تمہاری گن میں اتنی ہی گولیاں تھیں۔ میرا تو ایکسر سائز کرنے کو دل چاہ رہا تھا "۔ عمران نے اس کی گن خالی ہوتے دیکھ کر اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

" تو تم سنگ آرٹ جانتے ہو "۔ شی کاؤ نے خالی گن ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں زخمی بھیڑیئے کی سی کاٹ تھی۔

" ہاں وہ چچا سنگ ہی نے زبردستی کان اور ناک مروڑ مروڑ کر اپنا فن سکھا دیا تھا "۔ عمران نے شرماتے ہوئے کہا۔ جواب میں شی کاؤ نے غراتے ہوئے عمران پر گن کھینچ ماری۔ جسے عمران نے فضا میں ہی دبوچ لیا تھا۔

" خاصی قیمتی معلوم ہوتی ہے۔ چلو بیچ کر دو چار دن کسی اچھے سے ہوٹل میں ناشتہ ہی کر لوں گا "۔ عمران نے گن بڑے اطمینان سے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ شی کاؤ نے جیب کی سائیڈ سے ایک لمبے

پھل والا خنجر نکال لیا۔ وہ ایک شکاری خنجر تھا جس کے ایک طرف دھار تھی اور دوسری طرف آری جیسے موٹے دندانے تھے۔ شی کاؤ خنجر کو ایک ہاتھ میں نہایت تیزی سے گھمانے لگا۔ اس کی تیز نظریں مسلسل عمران پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ عمران کی نظریں اس کے خنجر کے ساتھ گھوم رہی تھیں جسے شی کاؤ بڑے ماہرانہ انداز میں گھما رہا تھا۔ پھر اچانک اس نے انتہائی مہارت سے خنجر عمران پر پھینکا تھا۔ اگر عمران کی جگہ وہاں کوئی اور ہوتا تو خنجر اس کے سینے میں عین دل کے مقام پر گھس چکا ہوتا۔ مگر جس پھرتی اور تیزی سے شی کاؤ نے عمران پر خنجر پھینکا تھا عمران نے اس سے زیادہ تیزی اور پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس نے اپنے جسم کو ایک خاص انداز میں موڑتے ہوئے اچانک ہاتھ مار کر قریب سے گزرتے ہوئے خنجر کو فضا میں ہی جھپٹ لیا تھا۔ خنجر کا دستہ اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ خنجر کو الٹ پلٹ کر بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

" خاصا تیز ہے۔ سبزیاں کاٹنے کے کام آئے گا سلیمان کے "۔ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا اور خنجر کو بھی کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

" پہلے تم نے گن نکالی تھی پھر خنجر اب تلوار، نیزے اور تیروں کی باری ہے۔ وہ بھی نکال لوں شاید میرے کسی کام آجائیں "۔ عمران نے شی کاؤ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو عمران کی جانب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ شاید وہ عمران کے خنجر فضا میں دبوچنے

کی وجہ سے اس قدر حیران ہوا تھا کیونکہ اس نے جس انداز میں
اچانک عمران پر خنجر پھینکا تھا وہ اس کے جسم میں ہونا چاہئے تھا مگر
عمران نے جس تیزی اور پھرتی کا حیرت انگیز مظاہرہ کرتے ہوئے خنجر
کو ہوا میں دبوچا تھا وہ اس کے لئے واقعی حیران کن تھا۔

" میں یہاں تمہیں ہلاک کرنے کے لئے ہی آیا ہوں عمران۔ تمہیں
ہلاک کرنے کے لئے تیر تلوار تو کیا مجھے کوئی بھی طریقہ کیوں نہ اختیار
کرنا پڑے میں کروں گا۔ آج تمہیں میرے ہاتھوں مرنے سے دنیا کی
کوئی طاقت نہیں بچا سکتی"۔ شی کاؤ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" آخر کیوں تم بلاوجہ میری اکلوتی جان کے دشمن بنے ہوئے ہو۔
قسم لے لو میں نے تمہاری سونے کے انڈے دینے والی مرغی نہیں
چرائی اور نہ ہی میں نے کبھی تمہاری دم پر پاؤں رکھا تھا"۔ عمران نے
پہلے اس کے گنجے سر کو اور پھر اس کے پیچھے دیکھتے ہوئے کہا۔

" تمہارے اس سوال کا جواب دنیا میں ضروری نہیں سمجھتا"۔ شی
کاؤ نے منہ بنا کر کہا۔

" تو جس سوال کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہو اس کے بارے میں
ہی بتا دو میں وہی پوچھ لیتا ہوں"۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

" میرا مقصد تمہاری ہلاکت ہے اور کچھ نہیں"۔ شی کاؤ نے کہا او
پھر اس نے اچانک عمران پر چھلانگ لگا دی۔ اس نے فضا میں
قلابازی کھائی اور جیسے ہی وہ عمران کے قریب آیا عمران تیزی سے
ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ شی کاؤ اس کے سینے پر ٹانگیں

ارنا چاہتا ہے مگر شی کاؤ نے اسے زبردست ڈاج دیا تھا اس نے فضا میں
ی اپنے جسم کو پھرکی کی طرح گھمایا اور عمران کی گردن پر مکا مارتے
وئے قلابازی کھا کر سیدھا ہو گیا۔ گردن پر مکا کھا کر عمران لڑکھڑا
لیا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ شی کاؤ کی طرف پلٹتا شی کاؤ نے خود کو زمین
ر گراتے ہوئے اپنی دونوں ٹانگیں عمران کی ٹانگوں پر مار کر اسے گرا
یا۔ دوسرے ہی لمحے شی کاؤ نے کروٹ بدلی اور عمران کے سینے پر آ
لیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے عمران کی گردن دبوچنا چاہتا تھا مگر عمران
نے بروقت ہاتھوں پر اٹھا کر اسے دور اچھال دیا۔ زمین پر گرتے ہی شی
اؤ بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس بار عمران نے بھی اٹھنے
یں دیر نہیں لگائی تھی۔ شی کاؤ نے اٹھتے ہی ایک بار پھر عمران پر
پھلانگ لگائی مگر اس مرتبہ عمران نے اسے ڈاج دیتے ہوئے اپنے جسم
و گھمایا اور دونوں ہاتھ شی کاؤ کی کمر پر اس انداز میں مارے کہ وہ رول
وتا ہوا دور جا گرا۔ مگر زمین پر گرتے ہی وہ یکلخت یوں اٹھ کھڑا ہوا
یسے اس کا جسم ربڑ کا بنا ہو اور زمین نے اسے یکلخت اچھال دیا ہو۔ وہ
چھل کر ہوا میں اڑتے ہوئے ایک بار پھر عمران کی طرف آیا تھا۔
مران نے دونوں ہاتھوں پر اسے روکتے ہوئے اچھل کر اپنے پیر کی
ضرب عین اس کے پیٹ میں مار دی۔ شی کاؤ کے حلق سے ایک دلدوز
یخ نکلی اور وہ مڑا اور دوہرا ہو کر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ عمران تیزی سے آگے
ڑھا اور اس نے اچھل کر اس کی پشت پر زوردار لات ماری۔ شی کاؤ
یک بار پھر اچھلا اور ایک طرف پڑے ہوئے صوفے سے ٹکرا کر

صوفے سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔شی کاؤ اٹھا تو غصے اور نفرت سے
اس نے ہونٹ بھینچ رکھے تھے جبکہ عمران اطمینان سے کھڑا اس کی
طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

"تمہارے لڑنے کا انداز بالکل بچگانہ ہے پیارے شی کاؤ بلکہ بہت
ہی پیارے ماسٹر چاؤ۔ اس طرح لڑتے رہے تو تم مجھے تو کیا ایک
چوہے کو بھی نہیں مار سکو گے"۔ عمران نے مسکرا کر اسے غصہ
دلاتے ہوئے کہا۔ اس کے منہ سے اپنا اصل نام سن کر شی کاؤ بری
طرح سے چونک پڑا تھا۔ وہ اٹھ کر حیرت بھری نظروں سے اس کی
جانب دیکھ رہا تھا۔

"تم، تم مجھے جانتے ہو"۔شی کاؤ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر
عمران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری شکل مجھے شروع سے ہی جانی پہچانی لگ رہی تھی۔مگر
تمہارا نام اور تمہارے بارے میں مجھے یاد نہیں آرہا تھا مگر اب تم سے
فائٹ کی ہے تو میرے دماغ کی بیٹری چارج ہو گئی ہے۔ مجھے یاد آگیا
ہے کہ تم فائی لینڈ کی سپر ایجنسی کے چیف ماسٹر چاؤ ہو۔ سپر ایجنسی
کے چیف ہونے کے باوجود تم اپنے تھرڈ ایجنٹ ماسٹر کاسٹرو کے ملازم
کی حیثیت سے رہتے ہو۔ ماسٹر کاسٹرو کی ذہانت اس کی طاقت اور اس
کی حیرت انگیز صلاحیتوں کے تم معترف ہو۔ وہ ہے تو تمہاری ایجنسی کا
ایجنٹ مگر اصل میں وہ ایک ڈبل کراس ایجنٹ ہے جس طرف سے
اسے دولت کی زیادہ آفر ہوتی ہے وہ فوری طور پر اس طرف جھک جاتا

ہے۔ کئی اہم اور بڑے بڑے مشنز مکمل کرنے کے باوجود وہ تمہیں اور
فائی لینڈ کی حکومت کو دھوکہ دیتا آیا ہے۔ اہم فائلوں اور دوسرے
ملکوں سے چرائے ہوئے فارمولے وہ تمہارے یا فائی لینڈ کی حکومت
کے حوالے کرنے کی بجائے زیادہ آفر کرنے والے ملکوں یا ایجنسیوں
کو فروخت کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے تم اس کے ملازم کے روپ
میں اس کی نگرانی کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اتنا کافی ہے یا اور کچھ
بتاؤں"۔ عمران نے کہا تو اس کی بات سن کر شی کاؤ کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔

"اوہ، تم تو میرے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ تمہیں میرے
بارے میں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا ہے"۔شی کاؤ نے غراتے ہوئے
پوچھا۔

"یہ میرا پرسنل سیکرٹ ہے۔ جس کے بارے میں بتانا میں بھی
ضرورت نہیں سمجھتا"۔ عمران نے کہا۔

"تم ماسٹر چاؤ کی اصلیت جانتے ہو عمران۔ اس لئے اب تمہارا
خاتمہ میرے لئے اور ضروری ہو گیا ہے"۔ شی کاؤ نے جبڑے بھینچتے
ہوئے کہا۔ اس نے دیوار کے پاس میز پر پڑا ہوا پلاسٹر آف پیرس کا بنا
ہوا گلدان اٹھایا اور مڑ کر اس نے گلدان پوری قوت سے عمران پر کھینچ
مارا۔ عمران نے جیسے ہی جھک کر گلدان سے خود کو بچانے کی کوشش
کی اسی لمحے شی کاؤ نے چھلانگ لگائی اور توپ سے نکلے ہوئے گولے کی
طرح عمران سے آٹکرایا۔ عمران کے سینے پر شی کاؤ نے زبردست ٹکر
ماری تھی۔ جس کے نتیجے میں اس بار عمران خود کو نہ سنبھال سکا تھا

اور اچھل کر پشت کے بل نیچے جا گرا تھا۔ اس سے پہلے کہ عمران اٹھنے
کی کوشش کرتا شی کاؤ طوفانی انداز میں عمران پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس نے
مشینی انداز میں عمران کی پسلیوں پر ٹھوکریں رسید کرنی شروع کر دی
تھیں۔ اس کے اچانک اور تیز رفتار حملے سے ایک لمحے کے لئے عمران
بھی بوکھلا گیا تھا مگر پھر اس نے جلدی سے خود کو سنبھال لیا۔ اس نے
تیزی سے کروٹیں بدلیں اور اپنی ٹانگیں شی کاؤ کی ٹانگوں پر مار کر اسے
نیچے گرا لیا۔ شی کاؤ جیسے ہی گرا عمران نے اپنے پیر موڑ کر زور سے جھٹکے
اور یکلخت اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کر شی
کاؤ پر حملہ کر دیا تھا۔ اس کی ٹھوکروں اور مکوں نے شی کاؤ کو بری طرح
سے چیخنے پر مجبور کر دیا تھا۔ عمران کے زوردار مکوں نے اس کے چہرے
کو لہولہان کر دیا تھا۔ اس کی ناک، کانوں اور منہ سے خون بہنے لگا
تھا۔ پھر عمران نے اس کی گردن اور کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے زوردار
جھٹکے سے اوپر اٹھا لیا اور پھر اسے اچھال کر ایک میز پر اس بری طرح
سے پٹخا کہ شی کاؤ کربناک انداز میں چیخ اٹھا اور بری طرح سے تڑپتے
ہوئے میز سے نیچے جا گرا۔ عمران نے ٹھوکر مار کر میز کو ایک طرف
پھینکا اور اس نے جھپٹ کر شی کاؤ کی کمر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر
اسے اوپر اچھال دیا۔ شی کاؤ کا جسم جیسے ہی اوپر اٹھا عمران نے اس کے
جسم کو جھٹکے کے ساتھ گھمایا اور اپنا ہاتھ موڑ کر پوری قوت سے اس
کی کمر پر مار دیا۔ کڑک کی آواز آئی اور شی کاؤ کے حلق سے لرزہ خیز چیخ
نکل گئی۔ وہ یکبارگی بری طرح سے تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا۔

عمران نے اپنے مخصوص داؤ سے اس کی ریڑھ کی ہڈی کا مہرہ کھسکا دیا تھا
جس کی تکلیف کی شدت برداشت نہ کرتے ہوئے شی کاؤ اس وقت بے
ہوش ہو گیا تھا۔

”ہونہہ، مجھے ہلاک کرنے آیا تھا“۔ عمران کے حلق سے غراہٹ
نکلی۔ وہ تیزی سے ٹیلی فون کی طرف بڑھا اور رسیور اٹھا کر رانا ہاؤس
کے نمبر ملانے لگا۔

”یس جوزف دی گریٹ سپیکنگ“۔ چند لمحوں بعد جوزف کی
مخصوص آواز سنائی دی۔

”جوزف، بلیک زیرو کی طرف سے کوئی کال تو نہیں آئی تمہیں“۔
عمران نے تیز اور انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”نہیں باس، کیوں کوئی خاص بات تھی“۔ جوزف نے مؤدبانہ
لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں، تمہیں میں ایک پتہ بتاتا ہوں۔ رانا ہاؤس سے کار لے کر
فوری طور پر یہاں آجاؤ۔ میں یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں“۔ عمران
نے کہا اور جوزف کو اس علاقے کا پتہ بتانے لگا جہاں وہ موجود تھا۔ وہ
شی کاؤ کو رانا ہاؤس لے جا کر اس سے پوچھ گچھ کرنا چاہتا تھا۔ ماسٹر
کاسٹرو نے دانش منزل پر قبضہ کر لیا تھا اور وہ نہ صرف عمران کی
اصلیت جان گیا تھا بلکہ اس نے ایکسٹو بن کر سیکرٹ سروس کے
ممبروں کو کن مجرمانہ کارروائیوں پر مامور کر دیا تھا جو ایکسٹو کے حکم
کے پابند تھے۔ عمران نے جوزف کو اپنا ایک سوٹ بھی لانے کا حکم

دیا تھا۔

جوزف کو کال کرنے کے بعد عمران شی کاؤ کی جانب بڑھا اور اس کی تلاشی لینے لگا۔ شی کاؤ کی جیب میں ایک پرس، چند کاغذات اور ہوٹل کی چابی اور کارڈ موجود تھا۔ اس کے علاوہ عمران کو اس کی جیب سے اپنی ریسٹ واچ بھی مل گئی۔ ریسٹ واچ دیکھ کر عمران کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اس نے واچ اپنی کلائی میں پہنی اور ونڈ بٹن کھینچ کر اسے مخصوص انداز میں دباتے ہوئے اس کی سوئیاں ایڈجسٹ کرنے لگا۔

"یس جولیا سپیکنگ۔ اوور"۔ دوسری جانب سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو۔ اوور"۔ عمران نے ایکسٹو کے مخصوص انداز میں کہا۔

"اوہ، یس چیف۔ اوور"۔ ایکسٹو کی آواز سن کر جولیا نے مؤدبانہ ہوتے ہوئے کہا۔

"جولیا، میں نے تمہیں جو ہدایات دیں تھیں ان کی تفصیل بتاؤ۔ اوور"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر جولیا حیران تو ضرور ہوئی تھی مگر اس نے بلاچوں چراں کئے عمران کو ماسٹر کاسٹرو کی طرف سے ملی ہوئی ہدایات کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔ جسے سن کر عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

"جولیا، فوری طور پر اپنی واچ ٹرانسمیٹر کی فریکونسی تبدیل کرو۔ اس پر سپیشل تھری ناٹ فائیو ون کی فریکونسی ایڈجسٹ کر لو اور تمام

ممبروں کو بھی سپیشل فریکونسیاں ایڈجسٹ کرنے کا حکم دو۔ اس کے علاوہ میں نے تمہیں جو ہدایات دیں ہیں ان تمام کارروائیوں کو فوری طور پر روک دو اور سب ممبروں کو لے کر زیرو ہاؤس پہنچ جاؤ۔ ایک ایمرجنسی معاملہ ہے۔ میں وہاں تمہارے پاس عمران کو بھیج رہا ہوں اس کی ہدایات پر عمل کرنا۔ اس دوران نہ تو تم مجھے فون کال کرو گی نہ ہی واچ ٹرانسمیٹر پر مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کرو گی۔ اوور"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ، مگر چیف"۔ جولیا نے کچھ کہنا چاہا۔

"جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو فوراً۔ اوور"۔ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"یس، یس چیف۔ میں ابھی آپ کے حکم کی تعمیل کرتی ہوں۔ اوور"۔ جولیا نے ایکسٹو کا سرد لہجہ سن کر بری طرح سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ اوور اینڈ آل"۔ عمران نے کہا اور ونڈ بٹن دبا کر واچ ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ اسی لمحے عمران کو باہر کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ اس سے پہلے کہ عمران باہر نکل کر دیکھتا اچانک ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور عمران اچھل کر دور جا گرا اور پھر اسے یوں محسوس ہوا جیسے کمرے کی چھت اور دیواریں اس پر آ گری ہوں۔

ماسٹر کاسٹرو آپریشن روم میں بیٹھا کافی پی رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ ماسٹر کاسٹرو نے کافی کا مگ میز پر رکھا اور ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھا لیا۔ یہ ڈائریکٹ فون تھا جسے ماسٹر کاسٹرو نے اپنے سپیشل سیٹلائٹ فون سے لنک کر رکھا تھا۔ اس ٹیلی فون پر وہ اپنے مخصوص آدمیوں سے بات کرتا تھا جو اس کے لئے پاکیشیا اور پاکیشیا سے باہر کام کر رہے تھے۔

"یس ماسٹر کاسٹرو سپیکنگ"۔ ماسٹر کاسٹرو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"ڈی ہاور بول رہا ہوں باس فائی لینڈ سے"۔ دوسری جانب سے ایک تیز مگر مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"یس ڈی ہاور۔ کیا رپورٹ ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

"باس میں نے آپ کے حکم سے ہارڈمین کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس

وقت تک اس کی لاش بھی جل کر راکھ ہو چکی ہو گی"۔ ڈی ہاور نے کہا۔

"تفصیل بتاؤ"۔ ماسٹر کاسٹرو نے تیز لہجے میں کہا۔

"باس میں نے آپ کا حکم ملتے ہی دس مسلح افراد کو لے کر جارسن روڈ کی کوٹھی نمبر پانچ سو بیس پر ریڈ کر دیا تھا۔ وہاں ہمارا مسلح افراد سے زبردست مقابلہ ہوا تھا جن کو ہلاک کر کے ہم کوٹھی میں گھس گئے۔ ایک کمرے میں ہارڈمین چھپا ہوا تھا۔ میرے آدمیوں نے کمرے کا دروازہ توڑا تو اس نے مشین گن سے اچانک ان پر فائرنگ کر دی۔ مگر میرے آدمیوں نے آخر کار اس پر قابو پا لیا اور پھر میں نے خود اسے اپنے ہاتھوں گولیاں ماردیں۔ جب ہارڈمین ہلاک ہو گیا تو میں نے اور میرے آدمیوں نے اس کی پوری کوٹھی میں پٹرول پھینک کر وہاں آگ لگا دی اور پھر ہم وہاں سے نکل آئے"۔ ڈی ہاور نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارے ہاتھوں مرنے والا ہارڈمین ہی تھا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے پوچھا۔

"یس باس، ہارڈمین کو میں اچھی طرح سے پہچانتا ہوں۔ وہ مارک کلب کا مالک ہے اور عموماً وہاں آتا جاتا رہتا تھا۔ میری اس سے ایک دو بار ذاتی ملاقاتیں بھی ہو چکی ہیں"۔ ڈی ہاور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آج سے تم سپر ایجنسی کے نمبر ٹو ہو۔ میرے بعد فائی لینڈ میں سپر ایجنسی کا چارج تمہارے پاس رہے گا۔ تم مارک

کلب میں چلے جاؤ میں وہاں کے مینجر مارگم کو تمہارے بارے میں ہدایات دے دیتا ہوں۔ وہ وہاں تمہارا نمبر ٹو ہوگا اور تمہیں تمہاری ذمہ داریاں بھی سمجھا دے گا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

" اوہ، تھینک یو باس۔ تھینک یو ویری مچ۔ آپ نے مجھے سپر ایجنسی کا اتنا بڑا عہدہ دے کر سچ مچ مجھ پر بے پناہ احسان کیا ہے۔ میں آپ کے مفادات کا پوری طرح سے تحفظ کروں گا اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگا دوں گا"۔ ڈی ہاور نے خوشی سے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

ماسٹر کاسٹرو نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے کریڈل پر ہاتھ مار کر رابطہ منقطع کیا اور فائی لینڈ میں موجود مارک کلب کے نمبر ملانے لگا۔

" یس گراہم سپیکنگ فرام مارک کلب"۔ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

" ماسٹر کاسٹرو بول رہا ہوں گراہم۔ مارگم سے بات کراؤ"۔ ماسٹر کاسٹرو نے تیز لہجے میں کہا۔

" اوہ یس ماسٹر۔ ایک منٹ ہولڈ کریں پلیز"۔ دوسری طرف سے گراہم نامی شخص نے ماسٹر کاسٹرو کی آواز پہچان کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ پھر چند لمحوں بعد کلک کی آواز سنائی دی اور پھر ایک قدرے گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

" ماسٹر، کسی نے چیف کی کوٹھی پر حملہ کر کے چیف کو ہلاک

کر کے ان کی ساری کوٹھی کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ میں ابھی ابھی وہاں سے ہو کر آ رہا ہوں۔ کوٹھی میں موجود ہر چیز جل کر راکھ ہو گئی ہے"۔ دوسری طرف سے مارگم نے انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا۔

" میں جانتا ہوں۔ یہ ساری کارروائی ویسٹ کارمن کی مجرم تنظیم فری مین نے کی ہے۔ میں انہی کے خلاف کام کر رہا ہوں۔ تم فوری طور پر سپر ایجنسی کا سیٹ اپ تبدیل کر دو۔ اب سپر ایجنسی کا چیف میں ہوں۔ میرا نمبر ٹو ڈی ہاور ہوگا اور تم اس کے نمبر ٹو بن کر کام کرو گے۔ ڈی ہاور تمہارے پاس پہنچ رہا ہے۔ اپنی تمام تر ذمہ داریاں اس کے حوالے کر دو۔ مارک کلب ہی اب سپر ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر ہوگا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا اور پھر وہ سپر ایجنسی کے سیٹ اپ کی تبدیلی کی ہدایات دینے لگا۔ پھر اس نے فون بند کیا ہی تھا کہ ایکسٹو کے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

" ایکسٹو"۔ ماسٹر کاسٹرو نے ٹیلی فون اٹھا کر ایکسٹو کے مخصوص بھرائے ہوئے اور انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

" سلطان بول رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی تو ماسٹر کاسٹرو چونک پڑا۔ بلیک زیرو کی مائنڈ میموری سے اسے معلوم ہوا تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس وزارت خارجہ کے سیکرٹری کے تحت کام کرتی ہے۔ عمران اور بلیک زیرو سیکرٹری خارجہ سر سلطان کو ہی جوابدہ تھے اور سر سلطان ہی وہ شخص تھے جو ایکسٹو کی اصلیت جانتے تھے۔ ماسٹر کاسٹرو نے بلیک زیرو کے ذہن سے

اس بات کا بھی طریقہ پوچھ لیا تھا کہ وہ سرسلطان سے کس انداز اور کس لہجے میں بات کرتا تھا۔

" اوہ، فرمایئے جناب میں طاہر بول رہا ہوں "۔ ماسٹر کاسٹرو نے بلیک زیرو کی آواز میں مؤدبانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔

" طاہر بیٹے، عمران کہاں ہے "۔ دوسری طرف سے سرسلطان کی پریشانی سے بھرپور آواز سنائی دی۔

" عمران صاحب یہیں موجود ہیں جناب۔ یہ لیجئے بات کیجئے "۔ ماسٹر کاسٹرو نے کسی خیال کے تحت کہا۔

" ہیلو، عزت مآب جناب منم علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) آپ کا برخوردار، تابعدار، پردہ دار بلکہ ان تمام قافیوں کے ساتھ بول رہا ہوں جن کے ساتھ دار آتا ہے "۔ ماسٹر کاسٹرو نے نہ صرف عمران کی آواز کی نقل اتارتے ہوئے کہا بلکہ اس نے انداز بھی عمران کا اختیار کر لیا تھا۔

" عمران، یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ کہاں تھے تم اب تک۔ تمہیں ملکی حالات کی بھی کچھ خبر ہے کہ نہیں "۔ دوسری طرف سے سرسلطان کی غصیلی آواز سنائی دی۔

" لک، کیوں کیا ہوا۔ ملکی حالات تو ویسے ہی ہیں جیسے ہونے چاہئیں۔ ہر طرف آتش بازی ہو رہی ہے، پٹاخے چھوٹ رہے ہیں، پتنگ بازی ہو رہی ہے، باراتوں کے ساتھ بینڈ باجے بج رہے ہیں، ویسے کھائے جا رہے ہیں اور......." ماسٹر کاسٹرو نے عمران کی طرح

احمقانہ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

" عمران میں اس وقت غصے میں ہوں "۔ سرسلطان کی غصیلی آواز سنائی دی۔

" ارے، ارے بڑھاپے میں آپ کو غصہ نہیں کرنا چاہئے سلطان اعظم صاحب۔ بڑھاپے میں غصہ کرنے والے انسان کا بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے۔ بلڈ پریشر ہائی ہو جائے تو چکر آنے لگتے ہیں۔ نروس بریک ڈاؤن ہونے کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اور بعض اوقات تو غصہ سیدھا انسانی ہارٹ پر اٹیک کرتا ہے جس کی وجہ سے عموماً ہارٹ کی بریکیں فیل ہو جاتیں ہیں اور......." ماسٹر کاسٹرو نے جیسے پوری طرح عمران کا روپ دھار لیا تھا۔ وہ جان بوجھ کر عمران کی طرح سرسلطان کو زچ کر رہا تھا۔

" عمران خدا کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ۔ میں بہت پریشان ہوں "۔ سرسلطان نے واقعی اس کی باتوں سے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

" یہ سلطان اعظم کا حکم ہے تو میں سنجیدہ کیا رنجیدہ ہو جاتا ہوں۔ فرمایئے "۔ ماسٹر کاسٹرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" یہ ملک میں اچانک کیا افراتفری مچ گئی ہے عمران بیٹے۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی ہیں۔ بڑے بڑے سائنسدان، سیاست دان، مذہبی رہنما اور ملک کی اہم ہستیوں کا یوں کھلے عام قتل کیا جا رہا ہے۔ کون لوگ ہیں وہ جو اس طرح ہر طرف کھلے عام قتل و غارت کرتے پھر رہے ہیں اور تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو۔ صدر مملکت بری طرح

سے مجھ پر برس رہے ہیں۔ قتل و غارت کی وجہ سے اور اہم ہستیوں کے اس بے دردانہ انداز میں ہلاکتوں کی وجہ سے پورے ملک میں کھلبلی سی مچ گئی ہے۔ ہر خاص و عام پریشان اور سہما سہما سا نظر آتا ہے۔ ہر طرف موت کے مہیب سائے پھیلتے جا رہے ہیں جس سے ملک کی مشینری جام ہو کر رہ گئی ہے۔ ہر کوئی اپنی جان کا تحفظ مانگ رہا ہے۔ تمہارے ہوتے ہوئے یہ سب کیوں اور کیسے ہو رہا ہے۔ تم نے تو طاہر کے ذریعے مجھے بتایا تھا کہ تم نے فری مین اور اس کی تنظیم کو ٹریس کر کے ان کا خاتمہ کر دیا ہے۔ پھر یہ تباہی اور یہ قتل و غارت کیوں ہو رہی ہے۔ پورے ملک میں طوفان آیا ہوا ہے اور تم یہاں اطمینان سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو۔ آخر کیا ہو گیا ہے تمہیں اور تمہاری اس بے پرواہی اور خاموشی کا میں کیا مطلب سمجھوں"۔ سر سلطان نے بری طرح عمران پر برستے ہوئے کہا۔

"آپ فی الحال کوئی مطلب نہ سمجھیں۔ میں کیا کر رہا ہوں اور مجھے کیا کرنا چاہئے یہ آپ مجھ پر ہی چھوڑ دیں۔ میں اپنی ذمہ داریوں کو خوب اچھی طرح سے سمجھتا ہوں"۔ ماسٹر کاسٹرو نے عمران کی طرح قدرے سخت رویہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہو تو پھر اتنے اہم لوگوں کی موت کیوں ہوئی ہے۔ کون ذمہ دار ہے ان کی موت کا"۔ عمران کی بات سن کر سر سلطان کو بھی غصہ آ گیا۔

"اس کے جو ذمہ دار ہیں وہ جلد ہی آپ کے سامنے آ جائیں گے۔ بہتری اسی میں ہے کہ آپ اپنا کام کریں اور مجھے اپنا کام کرنے دیں"۔ ماسٹر کاسٹرو نے تیز لہجے میں کہا۔

"یہ تم مجھے سمجھا رہے ہو یا دھمکی دے رہے ہو"۔ سر سلطان کی غصیلی اور حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"جو چاہے سمجھ لیں۔ میں آپ کے کسی سوال کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہونہہ، تو پھر تم بھی کان کھول کر سن لو۔ مجھے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ان مجرموں کی رپورٹ چاہئے جو ان ساری اموات کے ذمہ دار ہیں۔ ورنہ......"سر سلطان نے بے حد درشت لہجے میں کہا۔

"ورنہ، ورنہ کیا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے عمران کی طرح غرا کر کہا۔

"ورنہ میں ساری سیکرٹ سروس اور تمہارا کورٹ مارشل کروا دوں گا"۔ سر سلطان نے دھاڑتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی انہوں نے غصے سے فون پٹخ دیا۔

"ہونہہ، یہ سیکرٹری خارجہ ضرورت سے زیادہ ہی اڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کا مجھے کچھ انتظام کرنا ہی ہو گا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے فون بند کر کے غراتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہوسٹن کلب"۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک منمناتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ماسٹر کاسٹرو بول رہا ہوں۔ جیگر سے بات کراؤ"۔ ماسٹر کاسٹرو نے غصیلے انداز میں کہا۔

"اوہ، یس سر۔ ہولڈ کیجئے سر"۔ دوسری طرف سے ماسٹر کاسٹرو کا نام سن کر بری طرح سے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا گیا۔ چند لمحوں بعد کسی نے رسیور پکڑ لیا۔

"یس ماسٹر، میں جیگر بول رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے ایک بھاری مگر مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"جیگر اپنے آدمیوں کو لے کر وزارت خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان پر ریڈ کر کے اسے ہلاک کر دو۔ میں ایک گھنٹے کے اندر اندر اس کی ہلاکت کی خبر سننا چاہتا ہوں۔ سر سلطان کو ہلاک کرنے کے لئے تمہیں وزارت خارجہ کی ساری عمارت ہی کیوں نہ تباہ کرنا پڑے کر دو"۔ ماسٹر کاسٹرو نے سرد لہجے میں کہا۔

"حکم کی تعمیل ہوگی جناب۔ میں میزائلوں سے اس پوری عمارت کو اڑا دیتا ہوں۔ سر سلطان کا آفس اس عمارت کے چھٹے یا ساتویں فلور پر ہے۔ جہاں سخت سیکورٹی ہوتی ہے۔ وہاں داخل ہونا یا سر سلطان کو ان کے آفس سے باہر نکالنا ہمارے لئے مشکل ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہم اس عمارت پر میزائلوں سے حملہ کریں گے تو سر سلطان کسی بھی صورت میں نہیں بچ سکے گا"۔ جیگر نے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ابھی اور اسی وقت روانہ ہو جاؤ۔ اور ہاں میں نے

تمہیں مضافاتی علاقے میں جس مکان پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا تھا اس کا کیا ہوا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے پوچھا۔

"اس مکان پر میں نے ہینڈ گرنیڈ برسا کر اسے پوری طرح سے تباہ کر دیا ہے ماسٹر۔ مکان میں اگر معمولی چیونٹی بھی ہوگی تو وہ بھی اس تباہی کی زد سے نہ بچ سکی ہوگی"۔ جیگر نے فاخرانہ لہجے میں جواب دیا۔

"مکان میں کسی آدمی کی موجودگی کا پتہ کیا تھا تم نے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے پوچھا۔

"یس باس، میں نے وی ٹی ویژن سے پہلے مکان میں جھانکا تھا۔ مکان میں دو افراد موجود تھے۔ دونوں ہی گنجے تھے۔ ایک تو وہی تھا جس کا آپ نے مجھے حلیہ بتایا تھا دوسرا البتہ ایک شوگرانی تھا۔ چھریرے بدن کا تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا چست لباس پہن رکھا تھا۔ وہ زمین پر بے ہوش پڑا تھا جبکہ دوسرا شخص حرکت کر رہا تھا۔ وہ شاید مکان سے باہر آ رہا تھا میں نے فوری طور پر اندر ہینڈ گرنیڈ پھینک دیا تھا۔ جس کے پھٹنے سے وہ کمرہ پوری طرح تباہ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے تین اور بم مار کر اس مکان کو پوری طرح سے منہدم کر دیا تھا"۔ جیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ شوگرانی کا حلیہ سن کر ماسٹر کاسٹرو چونک پڑا تھا۔

"اس شوگرانی کا حلیہ مجھے تفصیل سے بتاؤ"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا تو جیگر اسے ایک بار پھر اس شوگرانی کا حلیہ بتانے لگا۔

"ہونہہ، ٹھیک ہے۔ جاؤ اپنا کام کرو"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا اور

فون بند کر دیا۔

" اس کا مطلب ہے اس مکان میں فریگن بھی موجود تھا۔ مگر وہ وہاں کیسے جا پہنچا تھا۔ کیا وہ عمران سے ملنے گیا تھا یا عمران کا خاتمہ کرنے "۔ ماسٹر کاسٹرو نے حیرانی کے عالم میں سوچتے ہوئے کہا۔ وہ کافی دیر تک سوچتا رہا مگر فریگن کا اس مکان میں عمران کے ساتھ ہونے کا مقصد اسے کسی طرح سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اس نے زور سے سر جھٹک دیا۔

" ہونہہ، شاید اس کی موت اسے وہاں کھینچ کر لے گئی تھی۔ اچھا ہے عمران کے ساتھ اس کا بھی کانٹا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکل گیا ہے۔ ورنہ اس جیسا چالاک اور خطرناک انسان جس نے اتنے عرصے تک مجھ جیسے انسان کو بے وقوف بنائے رکھا تھا میرے لئے پریشانی کا باعث بنا رہتا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا اور پھر مطمئن انداز میں کافی کا مگ اٹھا کر کافی کے سپ لینے لگا۔ اس کے چہرے پر بلا کا سکون اور آسودگی تھی۔ عمران اور فریگن کی ہلاکت کا سن کر اس کے چہرے پر بے پناہ مسرت اور اطمینان آگیا تھا۔ اب دانش منزل پر مکمل طور پر اس کی اجارہ داری قائم ہو چکی تھی۔

عمران کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ہسپتال کے ایک کمرے میں پڑے پایا۔ اس کے جسم کے مختلف حصوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور اسے کئی ڈرپس لگی ہوئی تھیں۔ عمران کو اپنے جسم کے ہر حصے سے ٹیسیں اٹھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ ہوش میں آتے ہی اس کے ذہن میں پچھلا منظر کسی فلم کی طرح گھوم گیا تھا۔

شی کاؤ جس طرح ہلاک کرنے کے لئے اس مکان میں آیا تھا عمران نے اس کے ساتھ زبردست مقابلہ کیا تھا اور اسے بری طرح سے شکست سے دوچار کر کے بے ہوش کر دیا تھا۔ عمران نے وہیں سے سیکرٹ سروس کے ممبروں کو واچ ٹرانسمیٹر پر کال کر کے انہیں اپنی فریکونسیاں بدلنے کی ہدایات دی تھیں اور انہیں سختی سے حکم دیا تھا کہ وہ اسے یعنی ایکسٹو کو کسی بھی صورت میں نہ کال کریں گے اور نہ واچ ٹرانسمیٹر پر اس سے رابطہ کریں گے۔ اس نے تمام ممبروں کو

مجرم ایکسٹو کے احکامات پر عمل کرنے سے بھی روک دیا تھا اور ان سب کو زیرو ہاؤس پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔ پھر اس نے جوزف کو رانا ہاؤس فون کر کے اس جگہ پہنچنے کو کہا تھا جہاں وہ موجود تھا۔ وہ شی کاؤ کو زیرو ہاؤس میں لے جا کر اس سے پوچھ گچھ کرنا چاہتا تھا۔ پھر اچانک اسے باہر کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ باہر جانے ہی لگا تھا کہ یکلخت ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی ان دیکھی طاقت نے اسے اٹھا کر دور پھینک دیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی اسے خود پر کمرے کی چھت اور دیواریں گرتی ہوئیں محسوس ہوئی تھیں اور پھر اس کا ذہن تاریکی کی عمیق گہرائیوں میں ڈوب گیا تھا۔ اس کے بعد اب اسے یہاں ہوش آیا تھا۔ دھماکہ لامحالہ کسی ہینڈ گرنیڈ کے پھٹنے کا تھا۔ مگر وہاں ہینڈ گرنیڈ کس نے پھینکا تھا۔ شی کاؤ تو اس کے ساتھ کمرے میں موجود تھا۔ اگر اس کے آدمی مکان سے باہر موجود تھے تو وہ شی کاؤ کی موجودگی میں مکان میں بم نہیں مار سکتے تھے۔ جس خوفناک انداز میں دھماکہ ہوا تھا اس سے اس مکان کی بنیادیں تک اکھڑ گئی ہوں گی اور جس طرح عمران پر چھت اور دیواریں گری تھیں اس سے تو عمران کا اس مکان تلے پس کر قیمہ بن جانا چاہئے تھا۔ پھر وہ زندہ کیسے تھا اور اسے ہسپتال میں کس نے پہنچایا تھا۔ کمرے کی ساخت سے ہی عمران کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کسی سرکاری یا نیم سرکاری ہسپتال میں نہیں تھا بلکہ کسی اعلیٰ درجے کے پرائیویٹ ہسپتال میں موجود تھا اور اس کے جسم پر جس

طرح پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ شدید زخمی ہے۔ عمران مسلسل سوچے چلے جا رہا تھا۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر ڈاکٹر کے ساتھ جوزف اندر آ گیا۔ جوزف کو دیکھ کر عمران سمجھ گیا تھا کہ اسے ہسپتال لانے والا وہی ہے۔

" اوہ تھینک گاڈ باس کو ہوش آ گیا"۔ عمران کو ہوش میں دیکھ کر جوزف نے مسرت بھرے انداز میں چیختے ہوئے کہا اور تیزی سے عمران کی طرف بڑھ آیا۔ عمران کو ہوش میں دیکھ کر ڈاکٹر کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

" میں نے کہا تھا ناں کہ عمران صاحب کو کچھ نہیں ہوا ہے۔ انہیں جلد ہی ہوش آ جائے گا۔ دیکھ لو"۔ ڈاکٹر نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

" اوہ باس، تم ٹھیک ہو ناں"۔ جوزف نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے بے تابانہ لہجے میں پوچھا۔

" ٹھیک کہاں ہو سکتا ہوں میں۔ آنکھیں بند تھیں تب بھی میرے سامنے اندھیرا تھا آنکھیں کھلی ہیں تب بھی اندھیرا ہی نظر آ رہا ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے جوزف کی سیاہ رنگت کا مذاق اڑایا تھا جسے سمجھ کر ڈاکٹر بے اختیار ہنس پڑا تھا۔ جبکہ جوزف عمران کی بات سمجھا تو نہیں تھا مگر اس کے باوجود اس نے دانت نکوس دیئے تھے۔

" اوہ، سر پر بھی چوٹ لگی ہے اس لئے آپ کی آنکھوں کے سامنے

اندھیرا ابھی تک آرہا ہے"۔ جوزف نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا اور اس کی سادگی دیکھ کر اس بار ڈاکٹر کے ساتھ عمران بھی بے اختیار ہنس دیا تھا۔

"عمران صاحب اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ آپ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ جس وقت جوزف آپ کو یہاں لایا تھا آپ کی حالت دیکھ کر تو میں بھی گھبرا گیا تھا۔ زخموں سے چور آپ کا سارا جسم خون سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن تھینک گاڈ کہ آپ صرف زخمی ہوئے تھے کوئی فریکچر نہیں ہوا تھا"۔ ڈاکٹر نے کہا۔

"ہاں باس، آپ نے جس جگہ مجھے بلایا تھا اس مکان کی جگہ میں ملبے کا ڈھیر دیکھ کر بوکھلا گیا تھا اور پھر میں نے پاگلوں کی طرح اس ملبے کو ہٹانا شروع کر دیا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے آپ اسی ملبے کے نیچے ہی کہیں موجود ہیں۔ ملبہ ہٹاتے ہوئے میں نے ایک صوفے کو ہٹایا تو اس کے نیچے آپ مڑے تڑے پڑے تھے۔ آپ کے سر اور جسم کے مختلف حصوں سے خون بہہ رہا تھا اور آپ کی نبضیں بھی ڈوب رہی تھیں مگر اس کے باوجود آپ بار بار کسی ماسٹر کا نام لے رہے تھے میں نے آپ کو فوری طور پر گاڑی میں ڈالا اور یہاں لے آیا۔ اس وقت ڈاکٹر فاروقی صاحب بھی آپ کی حالت دیکھ کر گھبرا گئے تھے۔ مگر تھینک گاڈ۔ صوفے کے الٹنے کی وجہ سے اور اس کے نیچے آنے کی وجہ سے آپ پر مکان کا ملبہ پوری طرح سے نہیں گرا تھا ورنہ نجانے کیا ہو جاتا"۔ جوزف نے عمران کے پوچھنے سے پہلے خود ہی اسے تفصیل بتا

دی۔ عمران کو یاد آگیا کہ دھماکہ ہوتے ہی جس بری طرح وہ اچھل کر گرا تھا وہ کسی چیز سے ٹکرایا تھا اور اس نے جیسے کمرے کی چھت اور دیواریں گرتی محسوس کی تھیں اصل میں وہ صوفہ تھا جس پر وہ اچھل کر گرا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ الٹ گیا تھا اور صوفہ اس پر آگرا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا شروع کر دیا کیونکہ اس بار اسے واقعی قدرت کی عظیم ذات نے بچایا تھا ورنہ عام سے مکان کو بموں سے اڑانے کا صاف مطلب تھا کہ اس کے بھی پرخچے اڑ جاتے۔

"باس، وہ ماسٹر کون تھا۔ جس کا آپ بار بار نام لے رہے تھے" جوزف نے پوچھا۔

"وہ سر مونڈنے کا ماسٹر تھا بے چارہ۔ میں اس سے سر منڈوا رہا تھا کہ اچانک ایک دھماکہ ہوا اور مکان کے ساتھ ساتھ میرے بھی سارے بال بھی اڑ گئے۔ پتہ نہیں اس سر مونڈنے والے کا پریشانی حشر ہوا ہوگا"۔ عمران نے کہا۔ اسے ماسٹر چاؤ کا خیال آگیا تھا۔ اس مکان کے ملبے تلے ہمیشہ کے لئے دب کر رہ گیا ہو۔

"اوہ، اس مکان میں آپ اس ماسٹر سے سر منڈوا رہے تھے تا۔" جوزف نے کہا تو عمران ایک بار پھر ہنس دیا۔

"اس شخص کی حالت بے حد تشویشناک ہے عمران صاحب۔ اس کی تقریباً ساری پسلیاں ٹوٹ چکی ہیں۔ میں نے کوشش تو بہت کی ہے مگر اس کے بچنے کے چانس نہ ہونے کے برابر ہیں"۔ ڈاکٹر فاروقی نے کہا تو عمران بری طرح سے چونک اٹھا۔

"اوہ، کیا وہ یہاں ہے۔ کون لایا ہے اسے"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ جس طرح ماسٹر، ماسٹر کہہ رہے تھے مجھے اس وقت یوں لگا تھا جیسے ملبے کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ آپ کی حالت بے حد خراب تھی پھر بھی میں نے رسک لیتے ہوئے تھوڑا سا ملبہ ہٹایا تو مجھے وہاں ایک اور شخص مل گیا جس کی حالات آپ سے بھی بری تھی۔ بس اس کی سانسیں چل رہی تھیں۔ میں انسانیت کے ناطے اسے بھی آپ کے ساتھ یہاں لے آیا تھا"۔ جوزف نے کہا تو عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"ہاں، جوزف دی گریٹ۔ تم نے اس شخص کو یہاں لا کر میرا دل خوش کر دیا ہے۔ تم نہیں جانتے اس وقت وہ شخص میرے لئے کیا اہمیت رکھتا ہے۔ دل چاہتا ہے میں تمہارا منہ چوم لوں"۔ عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا تو اس کی بات سن کر جوزف کا چہرہ کھل اٹھا۔ عمران کی بات سن کر ڈاکٹر فاروقی بھی بری طرح سے چونک اٹھا تھا۔

"اوہ، اگر اس شخص کی اہمیت آپ کے لئے اس قدر ہے تو پھر مجھے اس کے لئے فوری طور پر کچھ کرنا ہوگا۔ کیا اس کا زندہ رہنا بہت ضروری ہے"۔ ڈاکٹر فاروقی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈاکٹر صاحب، اس وقت وہ شخص میرے لئے بہت اہم ہے۔ اس کے لئے کچھ کر سکتے ہو تو کرو۔ مجھے اس سے بہت کچھ معلوم کرنا

ہے"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"میں دیکھتا ہوں"۔ ڈاکٹر فاروقی نے کہا اور مڑ کر جانے لگا۔

"ایک منٹ"۔ عمران نے کہا تو ڈاکٹر فاروقی رک گیا اور واپس اس کی طرف مڑ گیا۔

"میرے جسم میں کوئی فریکچر تو نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں اٹھ کر چل پھر سکتا ہوں"۔ عمران نے ڈاکٹر فاروقی کی جانب استفہامیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"فریکچر تو واقعی کوئی نہیں ہے۔ لیکن آپ کے جسم پر جو زخم آئے ہیں۔ ان کے لئے آپ کو کم از کم ایک دو روز بیڈ ریسٹ ضرور کرنا پڑے گا"۔ ڈاکٹر فاروقی نے کہا۔

"اوہ نہیں ڈاکٹر صاحب۔ ایک دو روز تو کیا میں ایک دو گھنٹے بھی آرام نہیں کر سکتا۔ آپ نہیں سمجھ سکتے میں اس وقت کس پریشانی سے دوچار ہوں"۔ عمران نے کہا اور جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس طرح اٹھنے کی وجہ سے درد کی شدید لہریں اس کے سارے جسم میں سرایت کر گئی تھیں۔ مگر وہ عمران ہی کیا جو اس تکلیف کی پرواہ کرتا۔ ڈاکٹر فاروقی نے عمران کو سمجھانے اور آرام کرنے کا بے حد زور دیا مگر عمران نے جسم سے ڈرپس کی سوئیاں نکالیں اور بستر سے اتر کر نیچے آ گیا۔

"ڈاکٹر صاحب آپ جا کر اس شخص کو دیکھیں۔ کوشش کریں کہ وہ کسی طرح سے بچ جائے۔ میں جوزف کے ساتھ ایک کام نپٹا کر

ابھی واپس آجاتا ہوں"۔ عمران نے کہا تو ڈاکٹر فاروقی نے بے چارگی کے عالم میں سر ہلا دیا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

"باس، وہ آپ نے اپنا لباس بھی منگوایا تھا"۔ جوزف نے کہا۔

"ہاں، کہاں ہے وہ"۔ عمران نے پوچھا۔

"باہر گاڑی میں موجود ہے۔ لے آؤں"۔ جوزف نے کہا۔

"ہاں جاؤ، جلدی کرو"۔ عمران نے کہا تو جوزف تیزی سے باہر نکل گیا۔ عمران دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس نے کچھ سوچا اور پھر اٹھ کر سیدھا واش روم میں گھستا چلا گیا۔ ریسٹ واچ پر اس نے وقت دیکھا تو اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ چھ سات گھنٹے بے ہوش رہا تھا۔ اس نے سیکرٹ سروس کے ممبروں کو زیرو ہاؤس پہنچنے کی ہدایات دی تھیں۔ وہ یقینی طور پر اس کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ ایکسٹو کی حیثیت سے عمران نے ممبروں کو سختی سے ہدایات دی تھیں کہ وہ عمران سے ملنے سے پہلے نہ ہی چیف کو فون کریں گے اور نہ واچ ٹرانسمیٹر پر اسے کال کریں گے۔

کئی گھنٹے گزر گئے تھے۔ ممکن تھا کہ ممبر عمران کا انتظار کرتے کرتے تنگ آگئے ہوں اور جولیا نے ایکسٹو سے رابطہ کر لیا ہو۔ عمران سیکرٹ سروس کے ممبروں کو ہر حال میں نقلی ایکسٹو سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ جولیا نے اگر ایکسٹو سے رابطہ کر لیا تو عمران کا بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا تھا۔ جس کے لئے عمران واش روم میں جا کر جولیا کو کال کرنا چاہتا تھا۔ عمران نے واش روم میں آکر سپیشل فریکونسی پر جولیا سے

رابطہ ملایا تو جولیا اس پر بری طرح سے برس پڑی کہ وہ کئی گھنٹوں سے اس کا زیرو ہاؤس میں انتظار کر رہے ہیں۔ عمران نے سنجیدگی سے اسے اپنے زخمی ہونے اور ہسپتال میں بے ہوش پڑے رہنے کی تفصیل بتا دی جسے سن کر جولیا کا غصہ قدرے کم ہو گیا۔ عمران نے اس سے کنفرم کر لیا کہ انہوں نے ایکسٹو سے رابطہ نہیں کیا تھا تو اس کے چہرے پر سکون آگیا۔ عمران نے انہیں کچھ دیر مزید انتظار کرنے کی ہدایات دیں اور واچ ٹرانسمیٹر بند کر کے واش روم سے باہر آگیا۔ کمرے میں جوزف اس کا سوٹ لئے کھڑا تھا۔ عمران نے اس سے سوٹ لیا اور ایک بار پھر واش روم میں گھس گیا اور چند لمحوں بعد وہ لباس بدل کر باہر آگیا۔ پھر چند ہی لمحوں بعد وہ دونوں ہسپتال کی ادائیگی کر کے ایک کار میں زیرو ہاؤس کی جانب اڑے چلے جا رہے تھے۔

ماسٹر کاسٹرو فریگن کے لئے پریشان تھا جس کی تلاش میں اس نے
پاکیشیائی سیکرٹ سروس کے ممبروں کی ڈیوٹی لگائی تھی۔ جب سے
اسے معلوم ہوا تھا کہ سپر ایجنسی کا چیف ریڈ کنگ فریگن ہے وہ
پریشان ہو گیا تھا۔ ریڈ کنگ نے اسرائیل سے عمران اور پاکیشیا
سیکرٹ سروس کے خاتمے کا مشن حاصل کیا تھا اور ماسٹر کاسٹرو کے
ساتھ پاکیشیا آ گیا تھا۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ بحیثیت ریڈ کنگ اس
کا پاکیشیا آنے کا مقصد کچھ اور ہے اور اس نے جان بوجھ کر اسے عمران
اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے پیچھے لگا دیا تھا۔ ریڈ کنگ اگر واقعی
فریگن ہی تھا اور وہ یہاں کسی خاص مقصد کے لئے آیا تھا تو اسے
عمران سے الجھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس نے جس احمقانہ طریقے سے
عمران کو ٹریپ کرنے کی کوشش کی تھی اور اسے گنجا کر کے چھوڑ دیا
تھا اس کے پیچھے اس کا کیا مقصد تھا۔ اگر اس کا مقصد کچھ اور تھا

اسے کسی بھی طرح عمران سے نہیں الجھنا چاہئے تھا اور اگر وہ عمران
اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو واقعی یہاں صرف ہلاک کرانا چاہتا تھا تو
اسے اس طرح ہاتھ آئے عمران کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔

اس مشن کو ریڈ کنگ نے حاصل کیا تھا۔ اس مشن کی جزئیات
کیا تھیں اور کن بنیادوں پر ریڈ کنگ نے مشن حاصل کیا تھا اس کے
بارے میں ماسٹر کاسٹرو کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس کے علاوہ ماسٹر کاسٹرو کو
اس بات کی بھی خبر نہیں تھی کہ ریڈ کنگ نے اسرائیل کی کس ہائی
کمان سے مشن حاصل کیا تھا۔ ماسٹر کاسٹرو کی اطلاع کے مطابق فریگن
عمران کے ساتھ اس مکان کے ملبے تلے ہلاک ہو گیا تھا جس پر جیگر
نے بموں سے اٹیک کیا تھا ورنہ ماسٹر کاسٹرو اسے خود اپنے ہاتھوں
ہلاک کرتا۔ اس وقت ماسٹر کاسٹرو کو فریگن پر شدید غصہ تھا۔ پاکیشیا
کی پراسرار شخصیت ایکسٹو کی جگہ جس آسانی سے اس نے سنبھال لی
تھی اس سے ماسٹر کاسٹرو نے ریڈ کنگ کی پراسرار شخصیت کو بھی
اپنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے آدمیوں کو کہہ کر فائی
لینڈ میں موجود ہارڈمین کو بھی ہلاک کرا دیا تھا۔ اب پاکیشیا کے
پراسرار ایکسٹو کے ساتھ ساتھ وہ فائی لینڈ کی بھی سپر ایجنسی کا چیف
تھا۔

دانش منزل پر قبضہ کر کے ایک لحاظ سے پورا پاکیشیا ماسٹر کاسٹرو
کی مٹھی میں آ گیا تھا۔ دانش منزل کے ریکارڈ روم میں پاکیشیا کی اہم
تنصیبات، فوجی ٹھکانوں، اہم پراجیکٹس اور حکومت کے تمام اہم سے

اہم ترین سیکرٹس موجود تھے جن کی وجہ سے ماسٹر کاسٹرو پاکیشیائی حکومت کو بلیک میل کر کے اپنے مفاد حاصل کر سکتا تھا۔ ان اہم سیکرٹ فائلوں کو وہ دشمن ممالک کے ہاتھوں بھاری سے بھاری قیمت پر فروخت کر کے پاکیشیا کی سالمیت اور اس کی بقا کو داؤ پر لگا سکتا تھا۔ پاکیشیا کا شاید ہی کوئی ایسا راز ہو جو دانش منزل کے ریکارڈ روم میں اسے نہ ملا ہو۔یہی وجہ تھی کہ ماسٹر کاسٹرو نے پاکیشیا پر قبضہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ جب چاہتا جسے چاہتا آسانی سے بلیک میل کر سکتا تھا۔

ماسٹر کاسٹرو کو جو فائلیں ملی تھیں وہ کوڈز میں تھیں۔ ان میں چند فائلوں کو تو ماسٹر کاسٹرو نے ڈی کوڈ کر لیا تھا مگر مین پراجیکٹس کی ایسی فائلیں بھی تھیں جنہیں کسی بھی طرح ماسٹر کاسٹرو ڈی کوڈ نہ کر پا رہا تھا اور ان فائلوں کے بغیر ماسٹر کاسٹرو کسی بھی طرح پاکیشیا حکومت کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی ماسٹر کاسٹرو ان فائلوں کو دوسرے ممالک کے ہاتھ فروخت کر کے دولت کما سکتا تھا۔ ان فائلوں کو عمران اور بلیک زیرو نے ذاتی کوڈز بنا کر ترتیب دے رکھا تھا۔ اس لئے ماسٹر کاسٹرو نے ابھی تک بلیک زیرو کو زندہ رکھا ہوا تھا۔ اس نے بلیک زیرو کو برین سکیننگ کے جس پیچیدہ مرحلوں سے نکالا تھا بلیک زیرو کا ذہن پوری طرح سے بلینک ہو چکا تھا۔ اس لئے جب تک بلیک زیرو کا ذہن پوری طرح سے نارمل نہ ہو جاتا وہ اس سے مزید کوئی معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔یہی وجہ

تھی کہ وہ پاکیشیا پر قبضہ کرنے کے لئے ابھی تک کوئی عملی اقدام نہیں کر رہا تھا۔

ماسٹر کاسٹرو کو سب سے زیادہ اس مشن کی فکر تھی جسے ریڈ کنگ نے اسرائیل سے حاصل کیا تھا۔ وہ اس بات کی حقیقت جاننا چاہتا تھا کہ ریڈ کنگ کا اصل مشن کیا تھا۔ اس کے لئے اس نے بحیثیت ریڈ کنگ اسرائیل کی ہائی کمان سے بھی بات کی تھی مگر اسرائیلی ہائی کمان نے ریڈ کنگ کو جاننے سے ہی انکار کر دیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ انہوں نے کسی کو پاکیشیا کے خلاف کسی مشن کے لئے ہائر نہیں کیا۔ اگر اسرائیل نے ریڈ کنگ کو ہائر نہیں کیا تھا تو ہارڈمین نے اس سے کیوں کہا تھا کہ ریڈ کنگ نے خصوصی طور پر اس کے لئے مشن حاصل کیا ہے۔ ماسٹر کاسٹرو بری طرح سے الجھ کر رہ گیا تھا۔ اس نے جلد بازی اور غصے میں آ کر اور سپر ایجنسی کا چیف بننے کے لالچ میں ہارڈمین کو بھی ہلاک کرا دیا تھا اور اس کے گھر میں بھی آگ لگوا دی تھی۔ وہاں اگر کوئی کاغذات بھی ہوتے تو وہ بھی جل کر راکھ ہو چکے ہوتے۔ اصل ریڈ کنگ فریگن بھی مارا گیا تھا جس کی وجہ سے ماسٹر کاسٹرو کو اس کے اصل مشن کا پتہ ہی نہیں چل رہا تھا۔ ایک عجیب سی بے چینی اور خلش تھی جو ماسٹر کاسٹرو کو پریشان کئے ہوئے تھی۔ وہ ہر صورت میں ریڈ کنگ کے اصل مشن کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ ریڈ کنگ ایک عرصہ سے اس کے ملازم کے روپ میں اس کے ساتھ تھا۔ وہ فریگن کی اچھی بری تمام عادتوں سے واقف تھا مگر اب جب ماسٹر کاسٹرو

پر یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ فریگن ہی ریڈ کنگ ہے تو اسے فریگن کی شخصیت اور زیادہ پراسرار محسوس ہونے لگ گئی تھی۔ ماسٹر کاسٹرو کا دانش منزل پر مکمل قبضہ تھا۔ وہ ایکسٹو کے روپ میں آسانی کے ساتھ پاکیشیا کو اپنی مٹھی میں لے سکتا تھا مگر اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک اسے ریڈ کنگ کا اصل مقصد معلوم نہیں ہوگا وہ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائے گا۔ اس نے فریگن کا تمام سامان جو ہوٹل میں موجود تھا یہاں منگوا لیا تھا۔ وہ ایک سوٹ کیس تھا جس میں کپڑوں اور ضرورت کے سامان کے سوا کچھ موجود نہیں تھا۔ ماسٹر کاسٹرو نے فریگن کا ایک ایک لباس ادھیڑ ڈالا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے سوٹ کیس کو بھی پوری طرح کاٹ کر دیکھ لیا تھا مگر اس میں سے بھی اسے کوئی خاص چیز نہیں ملی تھی جس سے ماسٹر کاسٹرو نے یہی اندازہ لگایا کہ فریگن کو پرسنلی طور پر ہی اس مشن کی تفصیلات معلوم تھیں۔ مگر پھر ماسٹر کاسٹرو یہ سوچ کر الجھ جاتا کہ جس مکان میں عمران موجود تھا فریگن وہاں کیوں گیا تھا۔ کیا وہ واقعی عمران سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا۔ کیا وہ واقعی عمران کو اپنے ہاتھوں شکست دینا چاہتا تھا۔ مگر کیوں۔ وہ خود ایسا کیوں کرنا چاہتا تھا۔ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ہلاک کرنے کا مشن تو اس نے اسے دیا تھا۔ پھر وہ خود کیوں کھل کر عمران کے سامنے آگیا تھا اور ماسٹر کاسٹرو کو یہاں تک اطلاع ملی تھی کہ فریگن نے پاکیشیا میں آکر صرف اپنا نام بدلا تھا وہ شی کاؤ بن کر ہوٹل میں ٹھہرا تھا اور اس نام کے ساتھ عمران کے سامنے آیا تھا۔ اس نے نہ

ہی اپنا حلیہ بدلا تھا اور نہ اپنا کوئی دوسرا نام استعمال کیا تھا۔ بہت سی ایسی باتیں تھیں جو ماسٹر کاسٹر کو الجھائے ہوئے تھیں۔ وہ ان باتوں کے متعلق جس قدر سوچتا اتنا ہی الجھ جاتا۔

فریگن کی شخصیت اس کے لئے ایکسٹو سے زیادہ حیرت انگیز اور پراسرار ہو گئی تھی۔ آخر ماسٹر کاسٹرو نے اپنے ایک گروپ کو اس مکان کی طرف روانہ کر دیا جس کے ملبے تلے فریگن کی لاش دبی پڑی تھی۔ ماسٹر کاسٹرو کے ذہن میں خیال آیا تھا کہ شاید فریگن کے پاس ایسی کوئی خاص چیز مل جائے جس سے اس کا اصل مشن اس کے سامنے آ جائے اور وہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکے۔ اس نے کئی بار پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبروں کو بھی کال کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ نہ اسے اپنے فلیٹوں میں مل رہے تھے اور نہ ہی واچ ٹرانسمیٹر پر کسی طرح ان سے رابطہ ہو رہا تھا۔ جس سے ماسٹر کاسٹرو کو اندازہ ہو گیا تھا کہ عمران نے یقینی طور پر انہیں فلیٹوں سے ہٹا دیا ہوگا اور ان کی واچ ٹرانسمیٹروں کی فریکونسیاں بھی بدلوا لی ہوں گی تاکہ وہ ان سے مزید مجرمانہ کارروائیاں نہ کروا سکے۔ دانش منزل میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبروں کے کوائف اور ان کے فوٹو گراف بھی موجود تھے۔ ماسٹر کاسٹرو نے ایک ڈیتھ گروپ کو ان کے فوٹو گراف دے کر ان کے پیچھے لگا دیا تھا مگر ابھی تک اسے کوئی حوصلہ افزا رپورٹ موصول نہیں ہوئی تھی۔ ماسٹر کاسٹرو نے واچ ٹرانسمیٹر پر عمران سے بھی کئی بار رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر اس کی بھی فریکونسی بدل چکی تھی جس

کی وجہ سے ماسٹر کاسٹرو کو اس کی بھی کوئی خبر نہیں مل رہی تھی۔ ماسٹر کاسٹرو کو یقین تھا کہ عمران چونکہ اصل ایکسٹو ہے اور وہ اپنی اس شخصیت کو کسی بھی طرح ممبروں کے سامنے بے نقاب نہیں کرے گا اس لئے وہ انہیں کبھی نہیں بتائے گا کہ دانش منزل میں اصل ایکسٹو نہیں بلکہ مجرم ایکسٹو موجود ہے۔ ایسا کر کے وہ خود اپنے گلے میں پھندہ ڈال لیتا۔ سیکرٹ سروس کے ممبروں کو جواب دینا اس کے لئے مشکل ہو جاتا۔ ماسٹر کاسٹرو کے خیال کے مطابق عمران یقینی طور پر ممبروں کو سائیڈ پر کر کے اکیلا اس کے خلاف کام کرے گا۔ اس نے دانش منزل کے حفاظتی سسٹم کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے عمران کسی بھی صورت میں دانش منزل میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ نہ ہی وہ اس کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتا تھا۔

وہ اس وقت آپریشن روم میں بیٹھا کافی پی رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کرخت لہجے میں کہا۔

"مارٹن بول رہا ہوں باس"۔ دوسری طرف سے ایک سخت مگر بے حد مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"یس مارٹن کیا رپورٹ ہے۔ اس شوگرانی کی لاش ملی جس کی میں نے تمہیں ہدایات دی تھیں"۔ ماسٹر کاسٹرو نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"نہیں چیف، اس مکان کے ملبے کے نیچے کوئی لاش موجود نہیں

ہے۔ وہاں فائر بریگیڈ اور پولیس نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔ سارے کا سارا ملبہ ہٹا لیا گیا ہے مگر وہاں سے کسی کی لاش دستیاب نہیں ہوئی ہے۔ البتہ وہاں خون کافی مقدار میں موجود ہے۔ کچھ لوگوں کے مطابق جب مکان کو بم مار کر تباہ کیا گیا تھا تو وہاں پولیس اور فائر بریگیڈ کے آنے سے پہلے ایک نیگرو کو دیکھا گیا تھا جس نے ملبہ ہٹا کر دو آدمیوں کو شدید زخمی حالت میں نکالا تھا اور پھر وہ ان دونوں کو کار میں ڈال کر نجانے کہاں لے گیا تھا"۔ مارٹن نے جواب دیا۔

"اوہ، اس کا مطلب ہے کہ وہ دونوں ابھی زندہ ہیں"۔ ماسٹر کاسٹرو نے مارٹن کی بات سن کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ فریگن کے زندہ ہونے کی خبر سن کر اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔

"یس باس"۔ ماسٹر کاسٹرو کی بڑبڑاہٹ دوسری طرف موجود مارٹن نے سن لی تھی۔

"اس نیگرو اور اس کی کار کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور معلوم کرو کہ وہ ان دونوں زخمیوں کو کہاں لے گیا ہے۔ مجھے وہ دونوں آدمی زندہ چاہئیں ہر صورت میں، ہر حال میں"۔ ماسٹر کاسٹرو نے تیز لہجے میں کہا۔

"میں نے اس کار کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں باس۔ وہ کار کسی رانا تہور علی صندوقی کی ملکیت ہے اور نیگرو کے بارے میں مجھے جو معلوم ہوا ہے وہ یہاں کے سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمان کے بیٹے علی عمران کا ملازم بتایا جاتا ہے۔

اس کا نام جوزف ہے اور وہ ایک عمارت جسے رانا ہاؤس کہتے ہیں میں پہرے دار کی حیثیت سے رہتا ہے۔ میں نے اپنے آدمیوں کے ساتھ اس عمارت کو ٹریس کر لیا ہے۔ اس وقت میں اپنے آدمیوں کے ساتھ اس عمارت کے پاس موجود ہوں۔ اس عمارت کو ہم نے پوری طرح سے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ نیگرو دونوں زخمیوں کو کہیں نہ کہیں پہنچا کر واپس ضرور آئے گا۔ جیسے ہی وہ واپس آئے گا ہم اسے چھاپ لیں گے۔ ہم اس کی ہڈیوں سے بھی اگلوا لیں گے کہ وہ دونوں زخمیوں کو کہاں لے گیا تھا"۔ مارٹن نے کہا۔

"ہونہہ، ٹھیک ہے۔ جیسے ہی نیگرو وہاں آئے اسے بے ہوش کر دینا اور پھر فوری طور پر مجھے اطلاع دینا۔ زخمیوں کے بارے میں، میں خود اپنے طریقے سے اس سے پوچھوں گا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے غراتے ہوئے کہا۔

"اوکے باس"۔ مارٹن نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا اور ماسٹر کاسٹرو نے فون بند کر دیا۔ ابھی اس نے رسیور رکھا ہی تھا کہ ایک بار پھر اس فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس"۔ ماسٹر کاسٹرو نے رسیور اٹھا کر اپنے مخصوص غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"مارسن بول رہا ہوں باس"۔ دوسری طرف سے ایک تیز لیکن مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کون مارسن"۔ ماسٹر کاسٹرو نے پوچھا۔

"میں جیگر کا نمبر ٹو ہوں باس۔ آپ سے میں پہلے بھی باس جیگر کے توسط سے بات کر چکا ہوں"۔ مارسن نے جلدی سے کہا۔

"بولو، کس لئے فون کیا ہے اور جیگر کہاں ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا۔

"میں آپ کو ایک رپورٹ دینا چاہتا ہوں باس"۔ مارسن نے کہا۔

"کیسی رپورٹ"۔ ماسٹر کاسٹرو نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"علی عمران زندہ ہے باس"۔ دوسری طرف سے مارسن نے کہا تو ماسٹر کاسٹرو بے اختیار اچھل پڑا۔

"عمران زندہ ہے۔ کیا مطلب، تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ عمران زندہ ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے تیز لہجے میں کہا۔

"میں نے عمران کو ایک نیگرو کے ساتھ ایک کار میں دیکھا تھا باس۔ عمران زخمی تھا اس کے سر اور ہاتھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میں اسے اچھی طرح سے پہچانتا ہوں"۔ مارسن نے جلدی جلدی سے کہا۔

"ہونہہ، تفصیل بتاؤ نانسنس۔ کس ایریئے میں دیکھا تھا تم نے اسے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"باس، آپ نے باس جیگر کو وزارت خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان کے آفس پر ریڈ کرنے کا حکم دیا تھا۔ میں ان کے ساتھ ہی تھا۔ جیگر اور ہمارے ساتھیوں نے میزائلوں سے اس عمارت پر حملہ کیا تھا اور اس عمارت کو تنکوں کی طرح بکھیر کر رکھ دیا تھا۔ مگر عین

وقت پر مجھے ایک سرکاری گاڑی نظر آئی جس میں سر سلطان موجود تھے۔
وہ شاید ہمارے حملے سے قبل ہی دفتر سے نکل آئے تھے اور دفتر سے کچھ
دور کار روکے حیرت سے اپنے دفتر کی عمارت کو فضا میں بکھرتے دیکھ
رہے تھے۔ پھر انہوں نے غالباً ڈرائیور کو وہاں سے نکلنے کا حکم دیا تھا اور
ان کی کار آگے بڑھ گئی۔ میں جس گاڑی میں موجود تھا وہ سب سے آخر
میں اور اس سڑک پر موجود تھی جس طرف سر سلطان کی کار مڑ کر گئی
تھی۔ اس وقت باس جیگر اور دوسرے آدمی مجھ سے دور تھے۔ اگر میں
انہیں اطلاع کرتا تو اتنی دیر میں سر سلطان کی کار دور نکل جاتی اس لئے
میں نے فوری فیصلہ کرتے ہوئے اپنی کار موڑی اور سر سلطان کی کار
کے پیچھے لگا دی۔ سر سلطان چونکہ سرکاری گاڑی میں تھے اس لئے میں
سڑک پر بھی ان کو آسانی سے راستہ مل رہا تھا جبکہ مجھے ان کا تعاقب
کرنے میں شدید دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور پھر ایک سڑک پر
سگنل پر مجھے رکنا پڑا اور سر سلطان کی کار نکل گئی۔ میں نے سگنل کھلنے
پر دور دور تک سر سلطان کی کار کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر ناکام
رہا۔ پھر میں واپس باس جیگر کو اطلاع دینے جا رہا تھا کہ ایک سڑک پر
عمران ایک کار میں ایک نیگرو کے ساتھ نظر آیا۔ وہ کار لے کر ایک
عمارت میں داخل ہو رہا تھا۔ عمران کو زندہ دیکھ کر میں حیران ہو گیا
کیونکہ آپ نے اسے ہلاک کرنے کے لئے ہمیں ایک مضافاتی علاقے
کے ایک مکان پر حملہ کرنے بھیجا تھا۔ جہاں ہم نے بم برسا کر اس
پورے مکان کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا تھا۔ عمران کے اس

کان میں پرخچے اڑ جانے چاہئیں تھے۔ میں نے عمران کے زندہ ہونے
ر سر سلطان کے بچ نکلنے کی اطلاع باس جیگر کو دینے کے لئے ہوسٹن
ب میں فون کیا مگر وہ ابھی تک وہاں نہیں پہنچے تھے۔ اس لئے میں
نے آپ کو کال کر لینا مناسب سمجھا"۔ مارسن نے پوری تفصیل بتاتے
وئے کہا۔

"تم اس وقت کہاں ہو"۔ ماسٹر کاسٹرو نے تفصیل سن کر تیز لہجے
ں پوچھا تو مارسن نے اسے ایک پتہ بتا دیا۔ جسے سن کر ماسٹر کاسٹرو
ی طرح سے چونک اٹھا۔

"کیا عمران اور اس کا نیگرو ساتھی ابھی تک اس عمارت میں
ہے"۔ ماسٹر کاسٹرو نے پوچھا۔

"یس باس۔ میں اس عمارت سے کچھ فاصلے پر ہوں اور آپ سے
یک پبلک فون بوتھ سے بات کر رہا ہوں۔ وہ دونوں ابھی اندر ہی
ں"۔ مارسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم اس عمارت کی نگرانی کرو۔ میں تمہارے پاس
سی کو بھیجتا ہوں"۔ ماسٹر کاسٹرو نے کہا اور فون بند کر دیا۔

"زیرو ہاؤس، ہونہہ تو عمران اس نیگرو جوزف کو لے کر زیرو
وس گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سیکرٹ سروس کے ممبر اور فریگن
ی مجھے وہیں ملے گا"۔ ماسٹر کاسٹرو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ مارسن نے
سے جو پتہ بتایا تھا وہ زیرو ہاؤس کا ہی تھا۔ ماسٹر کاسٹرو کو ایکسٹو کے
ام خاص اور اہم ٹھکانوں کی بھی معلومات حاصل تھیں۔ کچھ خفیہ

جگہوں کے پتے اسے بلیک زیرو سے ملے تھے اور کچھ دانش منزل میں موجود فائلوں سے اسے ملے تھے۔ وہ انتہائی ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی یادداشت پر بھی بے پناہ مہارت رکھتا تھا۔ جیسے ہی اسے مارسن نے اس عمارت کا پتہ بتایا ماسٹر کاسٹرو کے ذہن میں زیرو ہاؤس کا نام آ گیا تھا۔ ماسٹر کاسٹرو کو اس وقت فریگن کی ضرورت تھی۔ دوسرے عمران بھی اس کے لئے دردسر بنا ہوا تھا اس لئے اس نے اس بار خود ہی عمران سے نمٹنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔ اس نے دانش منزل کے ریکارڈ روم سے زیرو ہاؤس کی فائل نکالی۔ اس فائل میں زیرو ہاؤس کا نقشہ اور تمام اہم معلومات درج تھیں۔ ماسٹر کاسٹرو نے معلومات اور نقشے کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی۔ اس نے عمران کے ساتھ بلی چوہے کا کھیل کھیلنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

کچھ دیر وہ سوچتا رہا پھر اس نے ایک کمرے میں جا کر ایکسٹو کا مخصوص سیاہ لباس پہنا۔ چہرے پر نقاب چڑھایا اور آپریشن روم سے باہر نکل آیا۔ اس نے دانش منزل کا خودکار حفاظتی سسٹم آن کر دیا تھا۔ پورچ سے اس نے ایکسٹو کی مخصوص دوسری سیاہ رنگ کی کار نکالی اور پھر وہ کار میں سوار ہو کر دانش منزل سے نکلتا چلا گیا۔

عمران نے ایک پبلک فون بوتھ کو دیکھ کر کار روکی اور جوزف کو کار میں بیٹھے رہنے کا کہہ کر کار سے اتر کر تیزی سے فون بوتھ کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحے وہ کسی سے باتیں کرتا رہا پھر فون بند کر کے واپس آ گیا۔ کار کا انجن پہلے سے ہی سٹارٹ تھا۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی کار آگے بڑھا دی۔

" باس سب خیریت تو ہے ناں۔ آج آپ حد سے زیادہ سنجیدہ نظر آ رہے ہیں"۔ جوزف نے عمران کو سنجیدہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

" میں سنجیدہ ہی نہیں رنجیدہ بھی ہوں"۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

" معاملہ کیا ہے"۔ جوزف نے پوچھا۔

" میرے گھر میں بلی نے آٹھ دس بچے دیئے ہیں اور وہ چیاؤں چیاؤں کر رہے ہیں"۔ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"تو کرنے دیں آپ کو کیا فرق پڑتا ہے"۔ جوزف نے دانت نکوس کر کہا۔ وہ شاید عمران کے سنجیدہ پن کو دیکھ کر اسے نارمل کرنا چاہتا تھا۔

"فرق پڑتا ہے۔ فرق کیوں نہیں پڑتا۔ ارے ان بلی کے بچوں کے ناخن بے حد تیز ہیں وہ میرے گھر میں اودھم مچا کر سب کچھ تہس نہس کر رہے ہیں۔ میرے گھر کی کوئی چیز سلامت نہیں رہے گی۔یہاں تک کہ وہ مجھے بھی کاٹنے کو دوڑ رہے ہیں"۔ عمران نے کہا۔ اس کے لہجے میں بدستور سنجیدگی تھی۔

"تو پھر بلی کے ان بچوں کو اٹھا کر آپ گھر سے باہر کیوں نہیں پھینک دیتے"۔ جوزف نے عمران کی باتوں کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"جوزف معاملہ بہت سنجیدہ اور گہرا ہے۔ دانش منزل پر ایک مجرم نے قبضہ کر رکھا ہے۔ بلیک زیرو بھی اس کے قبضے میں ہے اور وہ ایکسٹو بن کر پورے ملک میں تباہی مچاتا پھر رہا ہے۔یہاں تک کہ سیکرٹ سروس کے ممبر بھی اس کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہیں"۔ عمران نے سنجیدگی سے اصل بات بتاتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر جوزف بری طرح سے چونک اٹھا تھا اور حیرت بھری نظروں سے عمران کی جانب دیکھ رہا تھا۔ جیسے یہ بات بھی عمران نے مذاق میں کی ہو۔

"دانش منزل پر مجرم نے قبضہ کر لیا ہے۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں

باس۔ دانش منزل پر کوئی مجرم کیسے قبضہ کر سکتا ہے۔ اور......" جوزف نے حیران ہوتے ہوئے کہا تو عمران نے اسے ساری تفصیل بتا دی۔ جسے سن کر جوزف واقعی حیرت زدہ رہ گیا۔

"دانش منزل پر قبضے، مجرم ایکسٹو ماسٹر کاسٹرو اور بلیک زیرو کے بارے میں، میں سیکرٹ سروس کے ممبروں کو کچھ نہیں بتا سکتا۔ اگر یہ باتیں سیکرٹ سروس کے ممبروں کو معلوم ہو گئیں تو اس سے ایکسٹو کے وقار کو زبردست دھچکا لگ سکتا ہے اور ماسٹر کاسٹرو سے کوئی بعید نہیں کہ وہ ممبروں کے سامنے ایکسٹو کو بے نقاب کر دے۔ اس لئے اس سلسلے میں، میں سیکرٹ سروس کے ارکان سے کوئی بات نہیں کر سکتا"۔ عمران نے کہا۔

"مجرم اگر دانش منزل میں موجود ہے اور اس کے بارے میں آپ کو پتہ ہے تو آپ اس کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کر رہے۔ دانش منزل میں جا کر اس کی گردن دبوچ لیں اور اس کے ٹکڑے کر دیں"۔ جوزف نے کہا۔

"ماسٹر کاسٹرو بہت چالاک اور شیطانی ذہنیت کا مالک ہے۔ اس نے یقیناً دانش منزل میں داخلے کے تمام راستے بند کر دیئے ہوں گے۔ دوسرے بلیک زیرو اس کے قبضے میں ہے اور پھر پاکیشیا کے اہم ترین راز بھی وہاں موجود ہیں۔ اگر میں نے دانش منزل میں داخل ہونے کی کوشش کی تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس کے لئے اسے کسی طرح دانش منزل سے باہر نکالنا بہت ضروری ہے"۔ عمران نے کہا۔ اس کی

بات سن کر جوزف کا سیاہ رنگ حیرت اور پریشانی سے اور زیادہ سیاہ ہو گیا تھا۔

" اوہ، پھر آپ کیا کریں گے۔ وہ ایکسٹو بن کر کچھ بھی کرتا رہے گا اور آپ۔ نہیں باس میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ آپ مجھے اجازت دیں میں دانش منزل میں گھسنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں اس مجرم ایکسٹو کی گردن توڑ دوں گا۔ اس کی لاش کے ٹکڑے کر کے چیل کوؤں کو کھلا دوں گا"۔ جوزف نے جوش میں آتے ہوئے کہا۔

" نہیں جوزف یہ کام جوش سے نہیں ہوش سے ہو گا۔ ماسٹر کاسٹرو کوئی عام آدمی نہیں ہے"۔ عمران نے کہا۔

" وہ جو کوئی بھی ہے اگر اس نے سب پر آپ کی اصلیت ظاہر کر دی تو"۔ جوزف نے پریشانی سے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

" اسی لئے تو میں سیکرٹ سروس کے ممبروں کو اس سے دور رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ بہرحال اس شخص کا خاتمہ بے حد ضروری ہے۔ اس نے پاکیشیا کی جن اہم شخصیات کا خاتمہ کر دیا ہے اور اس نے پاکیشیا کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کا حساب تو اسے بہرحال دینا ہی ہو گا"۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

عمران کی بات سن کر جوزف خاموش ہو گیا کیونکہ وہ زیرو ہاؤس پہنچ چکے تھے۔ عمران نے گیٹ کے قریب جا کر تین بار مخصوص انداز میں ہارن بجایا تو گیٹ وائس کنٹرولڈ سسٹم کے تحت خود بخود کھلتا چلا گیا تو عمران کار اندر لے گیا۔ اس نے کار پورچ میں روکی۔ اس نے

جوزف کو ساتھ لیا اور سیدھا میٹنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں ممبر اس کا کئی گھنٹوں سے انتظار کر رہے تھے۔ اس کی حالت دیکھ کر وہ سب پریشان ہو گئے تھے۔ عمران نے انہیں اپنے بارے میں ساری تفصیل بتا دی۔ اس کے گنجا ہونے اور کچرے کے ڈرم میں پھینکنے کی بات سن کر وہ سب ہنس پڑے تھے۔

" مگر ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ چیف ہم سے کیا کام لے رہا ہے۔ اس بار یوں لگتا ہے جیسے ہم مجرموں اور دشمنوں سے لڑنے کی بجائے اپنے ہی ملک کے خلاف لڑ رہے ہوں۔ گو چیف نے مجھے ساری تفصیل بتا دی تھی مگر اس کے باوجود ہمیں یوں لگتا ہے جیسے ہم اپنے ملک کے خلاف کام کر رہے ہوں"۔ جولیا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

" تم لوگوں نے جو کارروائیاں کی ہیں وہ واقعی سب غلط اور قطعی طور پر ملک کے مفادات کے خلاف تھیں۔ تم انجانے میں حقیقتاً جرم کا ارتکاب کر رہے تھے۔ جولیا، تنویر اور صفدر تم نے ڈاکٹر اے آر رندھاوا جیسی عظیم مذہبی شخصیت کا خاتمہ کیا ہے۔ صدیقی اور نعمانی نے نہ صرف ملک کے عظیم سائنسدان ڈاکٹر ایس ایم منیر کو ہلاک کر دیا ہے بلکہ ان کی عظیم الشان اور قیمتی ترین لیبارٹری کو تباہ کر کے ملک کو عظیم نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے علاوہ تم لوگوں نے ایکسٹو کے کہنے پر جہاں بم نصب کئے ہیں ان کی تباہی سے ملک کی بنیادیں ہل سکتی ہیں"۔ عمران نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ، مم مگر یہ کیسے ممکن ہے۔ چیف ہم سے ملک کے مفادات کے خلاف کیسے کام کرا سکتا ہے"۔ جولیا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جیسے اس نے کرائے ہیں"۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب، تم کہنا کیا چاہتے ہو"۔ جولیا نے اسے گھور کر پوچھا۔

"مطلب یہ کہ تم چیف ایکسٹو کے نہیں ایک مجرم ایکسٹو کے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے"۔ عمران نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر نہ صرف ممبر بلکہ جوزف بھی اچھل پڑا وہ حیرت بھرے انداز میں عمران کو دیکھ رہا تھا کہ اس نے یہ بات انہیں کیوں بتادی۔

"مجرم ایکسٹو۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو"۔ جولیا نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"تمہارا چوہا اغوا ہو چکا ہے اور اس کی جگہ ایک مجرم نے سنبھال لی ہے اس کا اصل نام کاسٹرو ہے۔ ماسٹر کاسٹرو۔ اس وقت دانش منزل پر اس کا قبضہ ہے اور ایکسٹو کے انداز میں وہ اب تک تمہیں ہدایات دے رہا تھا۔ تم لوگ سب سمجھ بھی رہے تھے مگر سمجھ کر بھی ایکسٹو کے حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور تھے کیونکہ تم اور میں صرف ایکسٹو کی آج تک آواز ہی سنتے آئے ہیں۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ اصل میں ایکسٹو کون ہے"۔ عمران نے کہا۔

"اوہ، مم مگر یہ کیسے ممکن ہے۔ ماسٹر کاسٹرو چیف کو کیسے اغوا کر

سکتا ہے۔ پھر دانش منزل پر اس کا قبضہ اور ہو بہو چیف کی آواز۔ نہیں یہ ممکن نہیں۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے"۔ جولیا نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"چیف کے اغوا کی تفصیل تو مجھے معلوم نہیں۔ لیکن بہرحال چیف نے مجھے سپیشل کال کی تھی وہ اس جگہ سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے جہاں اغوا کر کے ماسٹر کاسٹرو نے انہیں قید کر رکھا تھا۔ چیف شدید زخمی تھے وہ اس وقت ایک پرائیویٹ ہسپتال میں ہیں۔ انہوں نے ہی تمہیں کال کر کے واچ ٹرانسمیٹر کی سپیشل فریکونسیاں بدلنے کے لئے کہا تھا تاکہ تم مجرم ایکسٹو کو نہ فون کرو اور نہ مجرم ایکسٹو واچ ٹرانسمیٹر پر تم سے کسی طرح سے رابطہ قائم کر سکے۔ تم میں سے خاور ذہین تھا جس نے مجرم ایکسٹو کے احکامات کی تعمیل نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ورنہ تم لوگوں نے ملک کو تباہ کرنے کا پورا پورا ماسٹر کاسٹرو کا ساتھ دیا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"میرا دل بھی یہی کہہ رہا تھا کہ یا تو چیف غدار ہو گئے ہیں یا پھر ان کی جگہ کسی اور نے سنبھال لی ہے۔ اس لئے میں نے نعمانی اور صدیقی کا ساتھ نہ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ مگر یہاں آ کر مس جولیا نے فری مین کے متعلق بتایا تو میں پریشان ہو گیا اور میں یہی سمجھ رہا تھا کہ میں نے چیف کے حکم کی تعمیل نہ کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اب اس کی سزا چیف مجھے ہر حال میں دے گا۔ مگر اب مجھے خوشی ہے کہ میں نے انجانے میں ہی سہی مگر مجرم چیف کی بات نہ مان کر بہت اچھا کیا

تھا"۔ خاور نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

" لیکن عمران، ہمیں تمہاری بات پر یقین نہیں آرہا۔ چیف کیا اتنا ہی تر نوالہ ہے کہ اسے کوئی آسانی سے اغوا کر لے اور دانش منزل پر کوئی بھی قبضہ کر لے اور پھر چیف کا لب و لہجہ، اس کا انداز"۔ جولیا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

" ماسٹر کاسٹرو کی خاصیتوں کے بارے میں تم نہیں جانتے۔ وہ دنیا کا نواں عجوبہ ہے۔ اس کے لئے کسی کی آواز نقل کرنا کچھ مشکل نہیں ہے"۔ عمران نے کہا اور پھر وہ انہیں ماسٹر کاسٹرو کے بارے میں بتانا شروع ہو گیا جسے سن کر ان سب کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیلتی چلی گئیں۔

" یہ تمام خصوصیات تو تم میں بھی موجود ہیں۔ کیا ہم مان لیں کہ اصل ایکسٹو تم ہو"۔ تنویر نے اس کی جانب تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

" اگر مان لو گے تو تمہارا مجھ پر اور میری آنے والی سینکڑوں نسلوں پر احسان عظیم ہوگا۔ کم از کم اس خوف سے کہ میں اصل میں ایکسٹو ہوں تم جولیا کے حق سے تو دستبردار ہو جاؤ گے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سوائے تنویر کے سب ہنس پڑے۔

" عمران صاحب، ایک لحاظ سے تنویر درست کہہ رہا ہے جو خاصیتیں آپ نے ماسٹر کاسٹرو کی بتائی ہیں وہ سب آپ میں بھی بدرجہ اتم موجود ہیں۔ آپ بھی تو زمانے بھر کے لوگوں کی آوازوں کی نقل کر

لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اصل ایکسٹو آپ ہی ہوں"۔ صفدر نے سنجیدگی سے کہا۔

" بہت خوب اور میری موجودگی میں تمہیں اور مجھے جو ایکسٹو بن کر احکامات دیتا ہے کیا وہ میرا بھوت ہوتا ہے"۔ عمران نے ہنس کر کہا۔

" آوازیں نقل کرنے میں بے شمار لوگ مہارت رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے آپ نے اپنا کوئی ڈمی رکھا ہو۔ جس کے بارے میں صرف آپ ہی جانتے ہوں"۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران دل ہی دل میں صفدر کی ذہانت کا قائل ہو گیا۔

" چلو ٹھیک ہے۔ تم کہہ رہے ہو تو میں مان لیتا ہوں کہ میں ایکسٹو ہوں۔ آج کے بعد تم میری پہلے سے زیادہ عزت و تکریم کرو گے اور خاص طور پر تنویر تم۔ تم میرے سامنے سر اٹھا کر بات نہیں کرو گے"۔ عمران نے کہا۔

" میری جوتی بھی تمہیں ایکسٹو نہیں مانے گی اور تمہاری عزت ہو نہہ۔ عزت ان کی کی جاتی ہے جن کی کوئی عزت ہوتی ہے"۔ تنویر نے منہ بنا کر حقارت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر عمران سمیت سب ہنس پڑے تھے۔

" اسی لئے میں تمہاری بھی بے پناہ عزت کرتا ہوں"۔ عمران نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو ان سب کے قہقہے نکل گئے جبکہ کاٹ دار فقرہ سن کر تنویر برے برے منہ بنانے لگا تھا۔

" عمران سچ سچ بتاؤ کیا ایکسٹو تم ہی ہو"۔ جولیا نے عمران کی جانب

بڑی لگاوٹ بھری نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

" تمہارے سگے بھائی کی قسم "۔ عمران نے تنویر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا اور وہ سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔ عمران انہیں نفسیاتی انداز میں اپنے پر سے شک دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

" اچھا مذاق چھوڑو۔ ہمیں بتاؤ ہمیں اب کیا کرنا ہے۔ ماسٹر کاسٹرو اگر دانش منزل میں موجود ہے تو اسے وہاں سے نکالنا بے حد ضروری ہے۔ ہم یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے چیف کے ہیڈ کوارٹر پر کسی مجرم کا قبضہ ہو "۔ جولیا نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

" دانش منزل سے مجرم کا قبضہ چیف خود چھڑا لیں گے۔ تم لوگوں کے لئے چیف نے ہدایات دی ہیں کہ تم فوری طور پر ان جگہوں سے بم ہٹا کر انہیں ڈی فیوز کرو جہاں جہاں تم نے انہیں نصب کیا ہے۔ اس کے علاوہ ماسٹر کاسٹرو کی سرکردگی میں چند جرائم پیشہ گروپس بھی یہاں کام کر رہے ہیں۔ جو اعلیٰ شخصیات کے قتل میں ملوث ہیں۔ انہیں ٹریس کر کے ان کا خاتمہ کر دو۔ ہمیں اس بات کا پتہ چلانا ہے کہ ماسٹر کاسٹرو اور اس کا چیف ماسٹر چاؤ پاکیشیا میں کس مقصد کے لئے آئے تھے اور ان کا اصل مشن کیا ہے۔ ماسٹر چاؤ میرے قبضے میں ہے۔ میں اس سے اصل معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا "۔ عمران نے کہا۔

" میں ایک مرتبہ چیف سے بات کرنا چاہتی ہوں "۔ جولیا نے کہا۔ عمران نے دیکھا اس کی آنکھوں میں ابھی تک شک کی پرچھائیاں نظر آ

رہی تھیں۔ ایسی ہی پرچھائیاں صفدر، چوہان، خاور اور نعمانی کی آنکھوں میں بھی تھیں۔

" کس چیف سے۔ اصلی سے یا نقلی سے "۔ عمران نے مسکرا کر پوچھا۔

" دونوں سے۔ پہلے میں اصل چیف سے بات کروں گی۔ پھر میں دانش منزل میں کال کروں گی "۔ جولیا نے واضح لہجے میں کہا۔

" ضرور کرو۔ تم ڈپٹی چیف ہو میں کون ہوتا ہوں تمہیں ایسا کرنے سے روکنے والا۔ میں تو نہ تین میں ہوں نہ تیرہ میں۔ لیکن .... " عمران کہتے کہتے رک گیا۔

" لیکن، لیکن کیا "۔ عمران کی بات سن کر وہ چونک اٹھے۔

" بعد میں یہ نہ کہنا کہ میں تمہارا چیف کیوں نہیں ہوں۔ تم لوگوں کو ایکسٹو بلکہ ایکس ون مجھے ہی ماننا پڑے گا "۔ عمران نے چیونگم چبانے والے انداز میں منہ چلاتے ہوئے کہا۔

" مس جولیا دیکھ لیں کہیں چیف ناراض نہ ہو جائیں۔ انہوں نے ہمیں فون کال اور واچ ٹرانسمیٹر کال کرنے سے سختی کے ساتھ منع کر رکھا ہے "۔ تنویر نے جولیا کو تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔

" میں چیف سے کہوں گی کہ انہوں نے عمران کو ہمارے پاس پہنچنے کی ہدایات دی تھیں مگر سات گھنٹے ہو چکے ہیں وہ ابھی تک ہمارے پاس نہیں آیا "۔ جولیا نے کہا تو اس کی بات سن کر عمران ہنس پڑا۔

"گویا میرے کاندھوں پر بندوق رکھ کر چلانا چاہتی ہو تم"۔ عمران نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں عمران صاحب کی بات مان لینی چاہیے۔ یہ جھوٹ نہیں کہتے"۔ صفدر نے عمران کی سائیڈ لیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، یہ سچ بھی کب بولتا ہے"۔ تنویر نے برا سا منہ بنا کر کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔ اس سے پہلے کہ عمران اس کے فقرے پر کوئی فقرہ کستا یا جولیا کچھ کہتی اسی لمحے سرر کی آواز کے ساتھ میٹنگ ہال کا دروازہ کھلتا چلا گیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر وہ چونک پڑے اور پھر انہوں نے دروازے سے ایکسٹو کو اندر آتے دیکھا تو وہ سب بوکھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایکسٹو اپنے مخصوص سیاہ لباس اور سیاہ نقاب میں تھا۔ ایکسٹو کو اندر آتے دیکھ کر ان سب کی آنکھوں میں جو چمک تھی وہ معدوم ہو گئی تھی۔ جبکہ ایکسٹو کو دیکھ کر عمران کے لبوں پر دھیمی مگر بے حد پراسرار مسکراہٹ آ گئی تھی۔ وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ایکسٹو کے اندر آتے ہی سرر کی آواز کے ساتھ دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔

ایکسٹو باوقار انداز میں چلتا ہوا آیا اور میز کے گرد پڑی ہوئی ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بیٹھو"۔ ایکسٹو نے اپنے مخصوص کرخت اور انتہائی سرد لہجے میں کہا اور وہ سب جیسے مشینی انداز میں بیٹھتے چلے گئے۔ جبکہ عمران بدستور اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔

"تم کیوں کھڑے ہو"۔ ایکسٹو نے عمران کی جانب تیز نظروں سے

گھورتے ہوئے کہا۔

"مم، میں کھڑا ہوں۔ اوہ، سس سوری چیف۔ میں دراصل بیٹھنا بھول گیا تھا"۔ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور جلدی سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی بوکھلاہٹ دیکھ کر سیکرٹ سروس کے ممبروں کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"میرا خیال ہے عمران نے تمہیں ساری صورتحال بتا دی ہو گی"۔ ایکسٹو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس چیف اور ہمیں افسوس ہے چیف کہ انجانے میں ہم سے کتنی بڑی غلطیاں ہو گئی ہیں۔ لیکن چیف ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ہم آپ کی نہیں کسی مجرم کی ہدایات پر عمل کر رہے ہیں۔ آپ کی اور اس مجرم کی آواز میں ہمیں معمولی سا بھی فرق محسوس نہیں ہو رہا تھا"۔ جولیا نے ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ اپنے کان کھلے اور دماغ حاضر رکھا کرو۔ کیا میں تمہیں ملک کے مفادات کے خلاف کام کرنے کی ہدایات دے سکتا ہوں"۔ ایکسٹو نے غرا کر کہا اور جولیا سمیت سب ممبروں کے رنگ فق ہو گئے۔

"سس، سوری چیف۔ ہم اپنی کوتاہی پر شرمندہ ہیں"۔ جولیا نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"شرمندہ ہونہہ۔ تمہارا کیا خیال ہے تم کسی مجرم کا انجانے میں ہی سہی ملک کے خلاف کام کرنے میں ساتھ دو اور میں تمہیں تمہارے

شرمندہ ہونے پر معاف کر دوں گا"۔ ایکسٹو نے حلق کے بل غراتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر ان سب کے چہرے دھواں ہو گئے تھے۔ وہ ترحم زدہ نگاہوں سے عمران کی جانب دیکھنے لگے۔ جیسے چیف سے اب ان کی جان عمران ہی بچا سکتا ہو۔

"لیکن چیف کوتاہی تو اس بار آپ سے بھی سرزد ہوئی ہے"۔ عمران نے ان کی نظروں کا مفہوم بھانپتے ہوئے جلدی سے کہا۔

"کیا مطلب، کیا بک رہے ہو تم"۔ ایکسٹو نے عمران کی جانب خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"سب سے پہلی بات یہ کہ مجرم یا مجرموں نے آپ کو اغوا کر لیا۔ کیا آپ ان کے لئے اس قدر تر نوالہ تھے کہ وہ آپ کو آسانی سے اغوا کر کے لے گئے اور پھر اس مجرم کا دانش منزل پر قبضہ کرنا اور وہیں سے ممبروں کو کال کرنا۔ اس میں ان سب کی کیا غلطی ہے۔ یہ تو آپ کے حکم کے پابند ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ انہیں آپ ہدایات دے رہے ہیں یا مجرم ایکسٹو"۔ عمران نے ڈرے ڈرے انداز میں ایکسٹو کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ جیسے اسے خدشہ ہو کہ اس کی بات سن کر ایکسٹو اس پر بھڑک کر اسے گولی نہ مار دے۔ ایکسٹو چند لمحے عمران کا جانب خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے سر ہلاتے ہوئے غرا کر کہا۔

"تمہیں کس نے کہا تھا کہ مجھے اغوا کیا گیا تھا"۔ ایکسٹو نے غرا کر کہا تو عمران قدرے بوکھلا گیا۔ ایکسٹو کی بات سن کر سیکرٹ سروس

کے ممبر بھی چونک اٹھے تھے۔

"آ، آپ نے چیف۔ آپ ہی نے تو مجھے واچ ٹرانسمیٹر پر کال کر کے کہا تھا کہ آپ کو اغوا کر لیا گیا تھا اور کسی مجرم ماسٹر کاسٹرو نے دانش منزل میں گھس کر آپ کی جگہ سنبھال لی ہے"۔ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اور کیا کہا تھا میں نے تم سے"۔ ایکسٹو نے اسی انداز میں پوچھا۔

"یہی کہ آپ اس وقت ایک پرائیویٹ ہسپتال میں موجود ہیں۔ مجرم ماسٹر کاسٹرو نے آپ کو شدید زخمی کر دیا تھا"۔ عمران نے خوف سے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"کیا میں تمہیں زخمی نظر آ رہا ہوں"۔ ایکسٹو نے ناگ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا تو عمران کی حالت دیکھنے والی ہو گئی۔ وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے ممبروں کی جانب دیکھنے لگا جو حیرت اور قدرے پریشانی کے عالم میں کبھی اسے اور کبھی چیف ایکسٹو کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"جولیا، کیا عمران نے تم لوگوں کو یہی سب کچھ بتایا ہے"۔ ایکسٹو نے جولیا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس، یس چیف"۔ جولیا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"عمران تم خود کو بہت زیادہ چالاک، ہوشیار اور عقلمند سمجھتے ہو ناں"۔ ایکسٹو نے عمران کو اسی طرح گھورتے ہوئے کہا۔

"ن، نہیں چیف۔ مجھے اپنے باپ دادا! بلکہ دادا کے دادا اور پردادا

کی قسم میں ایسا نہیں سمجھتا"۔ عمران نے اسی طرح ہکلاتے ہوئے کہا۔
اس کے چہرے پر واقعی بے پناہ بوکھلاہٹ ناچ رہی تھی۔ وہ غور سے ایکسٹو کی جانب دیکھ رہا تھا اور پھر اچانک اس کی آنکھیں سکڑ گئیں۔ اس کے چہرے پر یکلخت بے پناہ پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ اسی لمحے ایکسٹو نے اپنے لباس سے ایک لمبی نال والا پسٹل نکال کر اس کا رخ عمران کی جانب کر دیا۔

ایکسٹو کو اس طرح پسٹل نکالتے اور اس کا رخ عمران کی جانب کرتے دیکھ کر سیکرٹ سروس کے ممبر بری طرح سے چونک پڑے اور پھٹی پھٹی نظروں سے عمران اور کبھی ایکسٹو کی جانب دیکھنے لگے۔ جیسے ان کی سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا تھا۔

"تمہارا کھیل ختم ہو گیا ہے عمران"۔ ایکسٹو نے غراتے ہوئے کہا۔

"چ، چیف"۔ جولیا نے کچھ نہ سمجھنے کے باوجود ہکلاتے ہوئے عمران کی حمایت میں احتجاجی لہجے میں کہنا چاہا۔ وہ اپنی جگہ سے یکلخت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"خاموشی سے بیٹھ جاؤ جولیا"۔ ایکسٹو اس قدر خوفناک انداز میں دھاڑا کہ جولیا بری طرح سے سہم کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

عمران ایکسٹو کی جانب خشمگیں نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں اور چہرے پر یکلخت بے پناہ سنجیدگی اور غصہ عود کر آیا تھا۔

"عمران، ماسٹر چاؤ کہاں ہے"۔ ایکسٹو نے عمران کی طرف

غضبناک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پہلے تم بتاؤ ایکسٹو کہاں ہے"۔ عمران نے کہا تو اس کی بات سن کر اس بار سیکرٹ سروس کے ممبر بری طرح سے اچھل پڑے اور پھر وہ پھٹی پھٹی نظروں سے ایکسٹو کی جانب دیکھنے لگے۔ اسی لمحے سرر کی آواز کے ساتھ میٹنگ ہال کا دروازہ ایک بار پھر کھلا۔ ان سب نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا اور پھر ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کیونکہ دروازے پر ایک اور ایکسٹو سیاہ لباس اور سیاہ نقاب لگائے اندر داخل ہو رہا تھا۔

اس کا قد کاٹھ، اس کا لباس اور اس کے باوقار انداز میں چلنے کا طریقہ بھی ایکسٹو جیسا ہی تھا۔

بلیک زیرو کے ذہن میں مسلسل دھماکے ہو رہے تھے۔ اس کے دل و دماغ میں بار بار روشنی بھرتی اور پھر اندھیرا چھا رہا تھا۔ بلیک زیرو کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی ان دیکھی طاقت اسے مسلسل اٹھا اٹھا کر پٹخ رہی ہو۔ اسے اپنے دماغ کی رگوں میں باریک سوئیاں سی چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ اپنا سر جھٹکنا چاہتا تھا مگر یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سر تو کیا اپنے جسم کے کسی حصے کو معمولی سی بھی جنبش دینے کے قابل نہ ہو۔ پھر اچانک بلیک زیرو کے ذہن میں روشنی کا ایک نقطہ سا چمکا۔ بلیک زیرو نے یکلخت اپنی ساری توجہ اس روشنی کے نقطے کی جانب مبذول کر دی۔ ایسا کرنے سے اسے اپنے دماغ کی رگوں میں چبھتی ہوئی سوئیوں کا احساس اور تکلیف اور زیادہ ہونے لگی تھی مگر اس کے باوجود وہ اپنی پوری توجہ اس روشنی کے نقطے پر مبذول کرئے ہوئے تھا اور پھر اچانک روشنی کا وہ نقطہ پھیلنے لگا۔

روشنی کے نقطے کے پھیلنے کی رفتار بے حد سست تھی مگر بلیک زیرو نے چونکہ اپنا سارا ذہن اس نقطے پر مرکوز کر رکھا تھا اس لئے نقطہ پھیلتے ہوئے اس کے دماغ پر تنی ہوئی سیاہ چادر کو ختم کرتا چلا گیا اور کچھ ہی دیر بعد اس کے دماغ کا اندھیرا مکمل طور پر ختم ہو چکا تھا۔ جیسے ہی بلیک زیرو کے دماغ سے اندھیرے کی چادر ہٹی اس نے یکلخت آنکھیں کھول دیں۔

جیسے ہی اس کی آنکھیں کھلیں کمرے میں اچانک ایک تیز سیٹی سی بج اٹھی۔ سیٹی کی آواز سن کر کیبن کی دوسری طرف بیٹھا ہوا کارٹر جو کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے ہوئے اونگھ رہا تھا ہڑبڑا کر سیدھا ہو گیا۔ اس نے مشین پر لگے ہوئے مانیٹر کی طرف دیکھا جس پر بلیک زیرو کا چہرہ کلوز اپ میں تھا۔ اس کی کھلی ہوئی آنکھیں دیکھ کر کارٹر بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"ارے ہوش آگیا۔ اوہ، یہ کیسے ہو گیا۔ یہ کیسے ممکن ہے"۔ کارٹر نے اپنی ریسٹ واچ کی جانب دیکھ کر شدید حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ کیبن میں موجود بلیک زیرو جیسے خالی الذہن نگاہوں سے کیبن کی چھت کی جانب دیکھے جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیوں کی پتلیاں پھیل اور سکڑ رہی تھیں۔ اس وقت وہ پوری طرح سے لاشعور کی کیفیت میں تھا۔ اس کے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں نے یکلخت حرکت کرنا شروع کر دیں۔ کارٹر نے اسے ہوش میں دیکھ کر جلدی جلدی اس مشین کے چند بٹن دبا دیئے۔ مشین سے ہلکی گھر گھر کی آواز آنے لگی۔

بلیک زیرو کیبن میں جس سٹریچر پر لیٹا ہوا تھا اس کی کمر پر ایک بیلٹ بندھی ہوئی تھی اس کے جسم پر سوائے ایک جانگیئے کے اور کچھ نہ تھا البتہ اس کے پیروں سے لے کر اس کے سینے تک ایک سفید چادر ضرور موجود تھی۔ بلیک زیرو کے بازوؤں، اس کی ٹانگوں میں بدستور سوئیاں پیوست تھیں اور اس کے سر کے مختلف حصوں پر پلاسٹک کی کئی نالیاں چپکی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ اس کے سر کا پہلے جو حصہ کھلا ہوا تھا وہ البتہ بند ہو چکا تھا اور اس کے سر پر مندمل ہوتا ہوا ایک چوکور سرخ زخم بے حد واضح تھا۔

"اسے اتنی جلدی ہوش کیسے آسکتا ہے۔ میں نے تو اسے طویل بے ہوشی کے انجکشن دے رکھے تھے"۔ کارٹر نے بری طرح سے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ اس نے مشین کے چند ڈائل گھمائے اور دو مزید بٹن دبا کر مشین کے پیچھے سے نکل کر تیزی سے شیشے کے کیبن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

شیشے کے کیبن کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہو گیا اور آگے بڑھ کر غور سے بلیک زیرو کو دیکھنے لگا۔

"تمہیں ہوش کیسے آگیا۔ تم۔ تم ...." کارٹر نے بلیک زیرو پر جھکتے ہوئے اور اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ بلیک زیرو پلکیں جھپکائے بغیر اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں بار بار پھیل اور سکڑ رہی تھیں۔ اسے اپنے اوپر جھکا ہوا انسانی چہرہ کسی شیطان کا چہرہ نظر آرہا تھا۔ سیاہ رنگت، اجڑے

ہوئے بال، سرخ اور پھیلی ہوئی آنکھیں، موٹے ہونٹ اور ہونٹوں سے جھانکتے ہوئے نوکیلے اور لمبے ڈریکولا نما دانت بلیک زیرو کے جسم میں تیز لرزش ہوئی۔ اسے لگا جیسے وہ بھیانک انسان اسے جان سے مارنا چاہتا ہو۔

کارٹر نے بلیک زیرو کی آنکھیں دیکھنے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھائے جو جھپک نہیں رہی تھیں۔ لیکن بلیک زیرو کو یوں نظر آیا جیسے ڈریکولا نما شیطان لمبی اور تیز ناخنوں والی انگلیوں سے اس کی گردن دبوچنا چاہتا ہو۔ اس کے حلق سے خرخراہٹ کی آواز نکلی اور پھر اچانک جیسے اس کے سارے جسم میں زندگی کی لہریں دوڑتی چلی گئیں۔ اس کے اچانک دونوں ہاتھ حرکت میں آئے تھے اور اس سے پہلے کہ کارٹر کچھ سمجھتا اچانک بلیک زیرو نے اس کی گردن پکڑ لی۔

"ارے، ارے لک، کیا کر رہے ہو۔ مم، میری گردن"۔ کارٹر نے بوکھلا کر کہا مگر بلیک زیرو نے جیسے کسی شیطان کی گردن پکڑ لی ہو۔ اس نے کسی شکنجے کی طرح کارٹر کی گردن دبوچ لی تھی۔ کارٹر اس کے ہاتھوں سے گردن چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگا۔ اس کے حلق سے خرخراہٹ اور عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ بلیک زیرو کے سینے پر ہاتھ مارنے لگا کبھی وہ اس کے ہاتھوں کو اپنی گردن سے چھڑانے کی کوشش کرتا مگر بلیک زیرو نے جس طرح اس کی گردن دبوچ رکھی تھی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی انسانی ہاتھ نہ ہو بلکہ آہنی شکنجہ ہو۔ جس سے وہ اپنی گردن کبھی نہ چھڑا سکے گا۔ یہاں تک کہ اس کا دم

گھٹنا شروع ہو گیا۔ اس نے آخری کوششیں کرتے ہوئے بلیک زیرو کے سینے پر بری طرح سے ہاتھ مارنے شروع کر دیئے۔ مگر بلیک زیرو پوری قوت سے اس کی گردن دبائے جا رہا تھا۔ کارٹر کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں باہر کو ابل رہی تھیں اور اس کا جسم اس بری طرح سے کانپ رہا تھا جیسے اس کی جان نکل رہی ہو اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کارٹر کی حرکت ماند پڑ گئی۔ مسلسل اور سختی سے گردن دبائے جانے سے اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی اور وہ بے جان ہو کر بلیک زیرو کے ہاتھوں پر ہرا گیا۔ اسی لمحے بلیک زیرو کے ہاتھ حرکت میں آئے۔ اس نے کارٹر کو دونوں ہاتھوں کے زور سے اپنے پر سے اچھال دیا۔ کارٹر فضا میں اچھل کر ایک دھماکے سے شیشے کے کیبن کی دیوار سے ٹکرایا اور پھر الٹ کر زمین پر گرتا چلا گیا۔ بلیک زیرو کا جسم بری طرح سے لرز رہا تھا۔ اس کے دل و دماغ میں بدستور دھماکے ہو رہے تھے۔ بار بار اس کے ذہن پر تاریکی غالب آ رہی تھی۔ اس نے زور زور سے سر جھٹکنا شروع کر دیا اور پھر جیسے ہی اس کا ذہن نارمل ہوا اچانک جس طرح کیمرے کی فلیش لائٹ چمکتی ہے۔ بالکل اسی طرح اس کے ذہن میں ساری باتیں بھرتی چلی گئیں اور پھر وہ خود کو شیشے کے کیبن میں اس بری حالت میں ایک سٹریچر اور مشینوں سے بھرے ہوئے کمرے میں پا کر بوکھلا گیا اور پھر اس کے ذہن میں کسی فلمی منظر کی طرح پچھلی ساری باتیں یاد آتی چلی گئیں۔

ختم شد

چیلنج فائٹ

مصنف
ظہیر احمد

بلیک مشن جس سے پاکیشیا کی تمام دفاعی مشینری جام کر کے پاکیشیا پر حملہ کیا جانا تھا۔

میجر ہارپ روسیاہی ایجنٹ جو کھلے عام پاکیشیا میں داخل ہو گیا تھا۔

میجر ہارپ جس نے عمران سے مل کر اسے چیلنج فائٹ کا چیلنج کر دیا۔

شالنگ ہوفرے جس کے حکم سے دن دہاڑے ایکسٹو کی کار کو راکٹ سے اڑا دیا گیا۔

میجر ہارپ جس نے اپنی نئی ایجاد مائیکرو ہیز والو سے عمران کا ذہن کنٹرول کر لیا اور عمران اس کے اشاروں پر چلنے پر مجبور ہو گیا۔ کیا واقعی؟

وہ لمحہ جب خاور اور صدیقی کو گولیوں سے بھون کر گٹر میں پھینک دیا گیا۔

شالنگ ہوفرے جس نے دانش منزل کو میزائلوں اور راکٹوں سے تباہ کروا دیا اور ایکسٹو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دانش منزل کے ملبے تلے دفن ہو گیا۔ کیا واقعی؟

چیلنج فائٹ جو عمران اور میجر ہارپ کے درمیان لڑی جانی تھی۔

چیلنج فائٹ جس میں میجر ہارپ یا علی عمران میں سے کسی ایک کی موت یقینی تھی۔

وہ لمحہ جب عمران اور میجر ہارپ ایک دوسرے کے مدمقابل آ گئے اور پھر ان کے درمیان انتہائی خوفناک اور جان لیوا چیلنج فائٹ شروع ہو گئی۔

انتہائی تیز رفتار ایکشن اور سسپنس سے بھرپور ایک یادگار ناول

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

پاور ایکشن

مصنف
ظہیر احمد

عمران جو بلیک مشن کا بدلہ لینے کے لئے سیکرٹ سروس کے ممبروں کے ساتھ کافرستان پہنچ گیا۔

پنڈت نارائن کافرستانی سیکرٹ سروس کا نیا چیف جو انتہائی بے رحم، سفاک اور درندہ صفت انسان تھا۔

ناگری ایئرپورٹ جہاں عمران اور اس کے ساتھیوں کے استقبال کے لئے پنڈت نارائن نے پوری تیاریاں کر رکھی تھیں۔

ناگری ایئرپورٹ جہاں عمران نے ہر طرف انتہائی خوفناک تباہی پھیلا دی۔ کیسے؟

عمران جس نے پنڈت نارائن کو کافرستان میں پاور ایکشن کی دھمکی دے دی۔

وہ لمحہ — جب تنویر اپنے ساتھیوں کے سامنے ہزاروں فٹ کی بلندی سے بغیر پیراشوٹ کے سنگلاخ چٹانوں پر گرتا چلا گیا۔ پھر کیا ہوا۔

وہ لمحہ — جب ایک کھلے میدان میں تین گن شپ ہیلی کاپٹروں نے نہتے عمران پر بے دریغ فائرنگ کرنا شروع کر دی۔

انتہائی تیز رفتار ایکشن، بے پناہ اور اعصاب منجمد کر دینے والا سسپنس لئے لمحہ بہ لمحہ کروٹیں بدلتا ہوا انتہائی حیرت انگیز ناول

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور ہنگامہ خیز ناول

پاور آف ڈیتھ

مصنف
ظہیر احمد

کیا — میجر ہارش نے واقعی درندگی کا ثبوت دیتے ہوئے جولیا اور اس کے ساتھیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے جنگل میں پھینک دیا تھا۔ یا ——؟

کیا — پنڈت نارائن اور ریڈ ہاک' عمران کو اذیت ناک انداز میں ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئے ——؟

کیا — عمران اور اس کے ساتھی ایرو ایئر کرافٹس ورکشاپ تک پہنچنے میں کامیاب بھی ہو سکے۔ یا ——؟

پنڈت نارائن — جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو آئرن روم میں قید کر دیا اور پھر آئرن روم میں ہر طرف زہریلی گیس بھرتی چلی گئی۔

وہ لمحہ — جب عمران اور پنڈت نارائن کی خوفناک دست بدست جنگ میں عمران پنڈت نارائن کے سامنے سرنڈر ہو گیا۔ کیا عمران شکست کھا چکا تھا ——؟

ریڈ ہاک — جو عمران اور اس کے ساتھیوں پر قیامت بن کر ٹوٹ پڑا تھا۔

کیا — عمران اور اس کے ساتھی کافرستان میں پاور ایکشن کرنے میں کامیاب رہے۔ یا؟

گولیوں کی برسات' بموں کے خوفناک دھماکے اور آگ و خون میں لپٹا ہوا انتہائی دلچسپ اور حیرت انگیز ناول

ارسلان پبلی کیشنز — اوقاف بلڈنگ — پاک گیٹ — ملتان

عمران سیریز میں سسپنس اور ایکشن لئے انتہائی دلچسپ ناول

فیس ٹو فیس

مصنف
ظہیر احمد

کیا — عمران اور صفدر کو واقعی ریڈ ہاک نے ہلاک کر دیا تھا۔ یا ——؟

عمران — فیس ٹو فیس مقابلہ کیوں کرنا چاہتا تھا ——؟

پاور آف ڈیتھ گروپ — خوفناک قاتلوں کا ایک ایسا گروپ جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو سامنے لانے کے لئے انتہائی گہری چال چلی۔ پھر کیا ہوا؟

پنڈت نارائن — جس نے عمران پر اچانک گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور ——؟

عمران — جس کا مقابلہ ریڈ ہاک سے ہوا تو ——؟

وہ لمحہ — جب ریڈ ہاک موت بن کر عمران پر جھپٹ پڑا۔ پھر کیا ہوا ——؟

اے۔ اے فیکٹری — جسے تباہ کرنے کا خیال عمران کے لئے خواب بن کر رہ گیا تھا۔

وہ لمحہ — جب عمران اور پنڈت نارائن ایک دوسرے کے فیس ٹو فیس ہو گئے۔

وہ لمحہ — جب عمران اور پنڈت نارائن کی خوفناک فائٹ شروع ہوئی اور ——؟

انتہائی تیز رفتار ایکشن' گولیوں کی بوچھاڑ اور بموں کے دھماکوں سے گونجنے والا ایک حیرت انگیز اور انتہائی دلکش ناول۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کا کافرستان میں خطرناک ایڈونچر کا آخری حصہ

ارسلان پبلی کیشنز — اوقاف بلڈنگ — پاک گیٹ — ملتان

عمران سیریز میں ایکشن اور سسپنس لئے انتہائی دلچسپ ناول

مکمل ناول

سپیشل کلرز

مصنف
ظہیر احمد

سپیشل کلرز — چار دیو ہیکل اور طاقتور حبشی اور ایک سفید فام لڑکی کا گروپ جو انتہائی بے رحم، سفاک اور درندہ صفت تھے۔

سپیشل کلرز — جو موت بن کر عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس پر ٹوٹ پڑے اور پھر؟

سپیشل کلرز — جنہوں نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کے لئے دارالحکومت میں لاشوں کے انبار لگا دیئے۔

سپیشل کلرز — جن کے سامنے عمران اور اس کے ساتھی بے بس ہو گئے تھے۔ کیوں؟

مادام سلکی — جو اپنی ذہانت سے دانش منزل میں پہنچ گئی۔ عمران اور ایکسٹو بے بسی کے عالم میں اس کے قدموں میں آ گرے۔ اور پھر ——؟

مادام سلکی — جس نے ایکسٹو کا راز جان لیا تھا۔

سپیشل کلرز — جن سے مقابلہ کرتے ہوئے عمران جیسا انسان بھی پسینے پسینے ہو گیا تھا۔

سپیشل کلرز — جنہوں نے عمران کے پانچ ساتھیوں کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کر دیا۔

انتہائی پر تجسس، تیز طنز و مزاح اور فاسٹ ایکشن سے مزین ایک حیرت انگیز اور انوکھی کہانی۔ جس کا ایک ایک لفظ آپ کو اچھل اچھل پڑنے پر مجبور کر دے گا۔

اشرف بک ڈپو پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں نان سٹاپ ایکشن ناول

مکمل ناول

کرسٹل بلٹ

مصنف
ظہیر احمد

کرسٹل بلٹ۔ ایک ایسی گولی جس کو لگتی اس کا جسم ایک دھماکے سے پھٹ جاتا تھا۔

کرسٹل بلٹ۔ جس کا شکار ہونے والا سب سے پہلا انسان عمران تھا۔

کرسٹل بلٹ۔ جس کے لگتے ہی عمران کا جسم ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔

عمران۔ جس کو ہلاک ہوتے صفدر اور جولیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

عمران۔ جس کی موت کی تصدیق خود ایکسٹو نے بھی کر دی۔ کیا واقعی عمران کرسٹل بلٹ کا شکار ہو گیا تھا ——؟

سنگ ہی — آپ کا جانا پہچانا خوفناک مجرم جو تھریسیا کے ساتھ پاکیشیا میں موجود تھا۔

کرنل بلیک — زیرو لینڈ کا سائنسدان جس نے اپنی ذہانت سے پاکیشیا کی میزائل لیبارٹری پر آسانی سے قبضہ کر لیا۔ کیا واقعی ——؟

لیڈی کیٹس — چار خوبصورت لڑکیاں جو عمران کی موت کے بعد سیکرٹ سروس کی موت بن کر آئی تھیں۔

لیڈی کیٹس — جنہوں نے سیکرٹ سروس کے ارکان کو زندہ جلا دیا۔ کیا واقعی؟

* لمحہ لمحہ رنگ بدلتی ہوئی تیز رفتار ایکشن اور انتہائی سسپنس میں ڈوبی ہوئی حیرت انگیز کہانی۔ جس کی ایک ایک سطر آپ کو اپنے اندر سمو لے گی

اشرف بک ڈپو پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک نئی اور انتہائی حیرت انگیز کہانی

مکمل ناول

پاکیشیا مشن

مصنف
ظہیر احمد

ولف ایک سفاک اور انتہائی خطرناک مجرم۔ جسے اسرائیل اور کافرستان نے پاکیشیا مشن کے لئے ہائر کیا تھا۔

مشن ایک ایسا خوفناک مشن جس سے پاکیشیا کی سالمیت اور بقا خطرے میں پڑ گئی تھی۔ پاکیشیا مشن کیا تھا؟

ولف جس کی آنکھوں میں ایک پراسرار خوفناک چمک تھی۔

ولف جس کی تلاش میں پوری سیکرٹ سروس میدان میں کود پڑی تھی۔

جب عمران کو ایک خطرناک غنڈے کا روپ دھارنا پڑا اور اس کی غلطی کی وجہ سے جوزف موت کی آغوش میں جا پہنچا۔

جب ریڈ وولف نے سیکرٹ سروس کے تمام ممبروں کو اپنا غلام بنالیا۔

پاکیشیا سیکرٹ سروس جس نے ایکسٹو کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا اور دانش منزل میں جا کر ایکسٹو کو ہلاک کرنے کی دھمکی دے دی۔ کیا واقعی سیکرٹ سروس کے ارکان باغی ہو گئے تھے۔ یا؟

ریڈ وولف اور عمران کا خوفناک ٹکراؤ۔ ایک ایسی جنگ جس میں ایک کی جیت دوسرے کے لئے موت کا پیغام تھی

اشرف بک ڈپو پاک گیٹ ملتان